ان علما اور انکی کتابوں کے نام جن سے اس کتاب میں اخذ کیا گیا ہے

فہرست

نمبر	کتاب	مولف کتاب
۱	المختصر المشتہر بتاریخ ابی الفدا	شاہ اسمٰعیل یمنی
۲	تاریخ طبری	محمد جریر طبری
۳	تاریخ الخمیس	علامہ شیخ حسین دیار بکری
۴	تاریخ اعثم کوفی	خواجہ احمد اعثم الکوفی
۵	تاریخ روضۃ الاحباب	میر جمال الدین حسینی محدث
۶	تاریخ روضۃ الصفا	میرزا خاوند شاہ
۷	جلاء العیون	اخوند ملا محمد باقر مجلسی علیہ الرحمہ
۸	فصول المہمہ	ابن طلحۃ الشافعی
۹	صواعق محرقہ	علامہ ابن حجر عسقلانی
۱۰	کتاب الاستیعاب	امام عبد البر مکی
۱۱	زاد عقبیٰ ترجمہ مودۃ القربیٰ	سید علی ہمدانی الشافعی
۱۲	حیواۃ الحیوان	علامہ دمیری
۱۳	ینابیع المودت	شیخ الاسلام السلیمان الحنفی النقشبندی
۱۴	مدارج النبوۃ	شاہ عبد الحق محدث دہلوی
۱۵	عمدۃ المطالب فی عدمناقب علی ابن ابیطالب	خواجہ عبید اللہ امرتسری
۱۶	مراۃ الجنان	امام یافعی
۱۷	جواہر العقدین فی مناقب حسنین علیہما السلام	امام حموینی
		المولف سید اولاد حیدر بلگرامی

ھو

چو غلام آفتابم ہمہ ز آفتاب گویم
نہ شبم نہ شب پرستم کہ حدیث خواب گویم

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الۡمُرۡسَلِیۡنَ وَاَبۡنَآئِہِ الۡمَعۡصُوۡمِیۡنَ اِلٰی یَوۡمِ الدِّیۡنِ ؛

کامل دس برس سے حضرات آئمہ معصومین سلام علیہم اجمعین کے حالات و واقعات کی ترتیب و تالیف کیطرف مصروف ہوں اس مبارک سلسلہ کے نمبر اول کی پوری تکمیل کرنے کے بعد کوئی دو برس تک میں نے تالیف و تصنیف کا کام بالکل چھوڑ دیا تھا اور کسی وجہ سے نہیں صرف اس غرض سے کہ سات برس کی شبانہ روز اور دلسوز محنتوں کے بعد کچھ عرصہ تک آرام لے لوں اور حقیقت میں جناب امیر المومنین عالم علم الاولین والآخرین نفس سید المرسلین مظہر العجائب معدن الغرائب اسد اللہ الغالب علی ابن ابیطالب علیہما السلام من رب المشارق والمغارب کی حیات قدسی صفات کے مقدس حالات اور مبارک واقعات ایسے ہی وسیع اور بسیط تھے جنکی تلاش۔ تجمیع۔ ترتیب اور ترکیب میں مجھکو کامل سات برس تک لگاتار رات دن محنت کرنی ہوئی تاہم بمصداق آنکہ ؎ ہفتاد و دو سال صرف کردم اما ؛ معلوم نشد کہ ہیچ معلوم نشد ؛ میں اتنی بڑی کتاب کو جو ڈیڑھ ہزار صفحوں پر تمام ہے آپکے دفتر حالات کا ایک جزو بھی نہیں سمجھتا ؛ ارباب تالیف و تصنیف خوب سمجھتے ہیں کہ اتنی بڑی تالیف کے بعد میرے لئے کچھ عرصہ تک آرام لینا اور اپنی دماغی قوتوں میں سکون پیدا کر لینا کتنا ضروری اور لازمی تھا ؛

کتاب سراج المبین فی تاریخ مولانا و سیدنا امیر المومنین علیہ السلام کو تمام کر کے میں خاموش تو ہو بیٹھا مگر یہ فرصت کا زمانہ بھی کتب بینی کے مشاغل سے خالی نہیں ہا ؛ ہاں

فرق اتنا تھا کہ ان کتابوں کو میں نے سرسری طور سے دیکھا اور بالاستیعاب نہیں سال
گذشتہ بعض احباب کی فرمائش سے حضرات چہاردہ معصومین علیہم السلام کے ولادت کی حالات
مسدس کی ترکیب میں منظوم کر ڈالے اور وہ امسال مطبع اثنا عشری دہلی سے چھپکر ملک اور
قوم میں شائع بھی ہو گئے مجھکو اسکا اعتراف ہے کہ چودہ ساغر کی تصنیف میں سوائے شاعرانہ
فکر کے اور کوئی خاص محنت کرنی نہیں پڑی تاہم سوچتے سوچتے اور لکھتے لکھتے تین مہینہ ہو گئے
ذالحجہ ۱۳۲۲ھ میں چودہ ساغر کی تصنیف سے فراغت پائی تھی کہ جناب فخر الحکما حکیم مولوی
سیّد مقبول احمد صاحب دہلوی یہاں تشریف لائے اور غریب خانہ پر مقیم ہوئے میں نے
سراج المبین کو انکی خدمت میں پیش کیا جناب ممدوح جب تک قیام فرما رہے میری
کتاب کو بالاستیعاب ملاحظہ فرمایا اور اسپر نہایت طول و طویل تقریظ بھی تحریر فرمائی؛
جناب دیگر مجھسے آیندہ سلسلۂ تالیف جاری کرنیکے لئے تاکید کی میں نے عرض کی کہ میرا
قصد تو یہ پہلے ہی سے ہے کہ اگر میری حیات مستعار نے وفا کی تو میں بھی اس سلسلہ کی اختتام کا
وعدہ انشاء اللہ المستعان ضرور پورا کرونگا مگر ابھی کچھ عرصہ تک خاموش ہی رہنا پسند
کرتا ہوں؛

جناب موصوف تو تشریف لے گئے اور میں بوجہ عزائے امام علیہ السلام عشرۂ محرم تک کچھ بھی نہ کرسکا
دس دن تمام ہوتے ہی ۱۲ محرم ۱۳۲۳ھ سے میں نے اپنی تالیفات کی خدمات شروع کردیں اسکے
آغاز تالیف کو ابھی پوری دو ہفتہ بھی نہیں ہوئے تھے کہ میرا ایک صغیر سن بچہ تین ہی دن کے
اندر اپنی موت کی بیماری میں مبتلا ہوکر لوٹ پوٹ ہو گیا ممکن تھا کہ میں اپنے اضطرار و انتشار کی
غیر متحمل حالتوں میں اپنے تالیف کے کاموں کو کچھ دنوں تک اٹھا رکھتا مگر ان امور ناگہانی کو
احکام ربانی اور مقدرات انسانی سمجھا اور اپنی مولفانہ خدمات کو اپنا فخر و مباہات اور باقیات
الصالحات سمجھکر مستقل طور سے اسیطرح برابر مصروف و مشغول رہا اور سرور زمین و زمن امام
موتمن جناب امام حسن علیہ السلام کی حیات مستغنی الصفات کے مقدس حالات اور متبرک

واقعات کی تلاش و تجسس کرتا رہا اور چھ مہینہ کامل میں علمائے متقدمین و متاخرین کی مختلف
تصنیفات و تالیفات تاریخ۔ سیر۔ رجال۔ حدیث اور کلام سے واقعات ضروری کے
انتخاب کا کام تمام کیا۔ انتخاب کے کام کے بعد تالیف و ترتیب کی خدمت شروع ہوئی۔
تالیف کا سلسلہ شروع ہی تھا کہ مجھکو اپنے وطن مالوف قصبہ بلگرام ضلع ہردوئی جانے کا
اتفاق ہوا اور کوئی تین مہینے وہیں مقیم رہا اسلئے میرے کاموں میں ایک اتفاقی توقف ضرور ہو گیا
نصف شعبان ۱۳۲۳ھ کو میں پھر مکان واپس آیا اور اپنی چھوٹی ہوئی خدمات کی انجام
دہی پر تیار اور مستعد ہو گیا؛ اور ماہ ربیع الاول ۱۳۲۴ھ کے آغاز میں کامل سات مہینوں
کی شبانہ روز محنتوں کے بعد اس مقدس سلسلہ کی جلد دوئم بھی تمام کر دی للہ الحمد ٹھکانے لگی محنت میری
اس کتاب میں جناب امام حسن علیہ السلام کے حالات آپکی ولادت کے روز سے لیکر وفات
کے دن تک پوری تشریح اور توضیح کے ساتھ درج ہیں خصوصاً ابنائے رسول اللہ
صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم ہونے کی شرافت کو نصوص الٰہی کے آثار اور حدیث رسالت پناہی کے
اخبار سے قوی دلیلوں کے ساتھ ثابت کیا گیا ہے معاملات صلح اور اُسکے تمام شرائط کی
کامل تحقیق کیگئی ہے اور یہ امر پورے اور کامل ثبوتوں کے ساتھ ظاہر کر دیا گیا ہے کہ صلحنامہ
میں معاویہ کے مر جانے کے بعد خلافت کے انتظام کیلئے شوریٰ کی شرط نہیں تھی بلکہ یہ قرار
تھا کہ خدمت اسلامی کے اختیارات معاویہ کے بعد امام حسن علیہ السلام یا اُسوقت اہلبیت طاہرین
کے مبارک طبقہ میں جو بزرگوار ہونگے انکی طرف منتقل کر دیئے جائینگے یہ راز سربستہ اُس
وقت تک بالکل پوشیدہ تھا کتب تاریخ کے علاوہ علمائے احادیث و رجال کی تصنیفات
سے اُسکا پورا سراغ لگا کے اور معتبر و مستند اسناد سے اسکے کامل ثبوت بہم پہنچا کے عقلی
اور نقلی دلیلوں سے الشمس فی النہار کیطرح آشکار و نمودار کر دیا گیا اسیطرح آپکی وفات
اور زہر دہانی کے اصلی اسباب جسکی غرض صرف حکومت یزید کا قائم کرنا تھا کامل تشریح کے
ساتھ درج کیگئی ہے اور مختلف تاریخوں سے ان تمام واقعات کے سراغ لگائے گئے ہیں اور ہم

واقعہ کی تصدیق و توثیق اسکے صحیح اور معتبر اسناد سے پہنچائی گئی ہے، واقعات تاریخی کے علاوہ جناب امام حسن علیہ السلام کے محاسن اخلاق اور محامد اوصاف کے متعلق بھی مختلف واقعات متفرق کتابوں سے لکھکر ایک جداگانہ باب میں جمع کردیئے گئے ہیں انہیں مضامین کے ضمن میں آپ کے چند خطبات بھی لکھدیئے گئے ہیں جو آپکی جامعیت فصاحت و بلاغت اور کمال علمی کی کامل شہادت دیتے ہیں،

اپنی اس تحصیل سعادت کے اظہار کے ساتھ مجھکو اس عنایت ایزدی اور نعمت الٰہی کے شکریں کا اظہار بھی ضروری ہے جو اس نے اپنے اس عبد خاکسار اور ذرہ بمقدار کے حال پر مبذول فرمائے وہ یہ کہ اس کتاب کے تمام ہوتے ہی اس منعم حقیقی نے میرے گذشتہ استقلال اور صبر و ضبط حال پر خیال فرماکر میرے سابق نقصانات کا نعم البدل عطا فرمایا اگرچہ میرا اخلاص اور میری عقیدت اسی کتاب کو اسکا پورا نعم البدل سمجھ چکی تھی مگر اس ارحم الراحمین نے مصداق نور علی نور اس گوہر آبدار پر اس دُرِ شاہوار کا اضافہ فرمایا اور آج ۵ کم می طلبم بگر تو افزود دہی کا معنی خیز مضمون سمجھ میں آیا فَلِلّٰہِ الْحَمْدُ الْحَمِیْدِ الْمَجِیْدِ عَلٰی اِحْسَانِہٖ الْمَزِیْدِ وَھُوَ فَعَّالٌ لِّمَا یُرِیْدُ ؁

اس کتاب کے تمام ہوتے ہی اہل مطابع میں اسکی پکار پڑ گئی ان میں سب سے پہلے ہمارے قدیم عنایت فرما ممدوح زمن جناب سید صغیر حسن صاحب ایڈیٹر اخبار اثنا عشری دہلی نے اسکی خواہش ظاہر کی اور اپنے دوستانہ شوق میں اس کا ایک جزو بھی منگا بھیجا مگر جناب موصوف نے اسکو اپنے چھ ورقہ ناول کے طور پر اخبار کے ساتھ جاری کرنے کی تجویز فرمائی جس کو میں نے کسی طرح قبول نہیں کیا اور حقیقت امر یہ ہے کہ اس مقدس سلسلہ کی اشاعت کی نسبت میرا یہ خیال ہے کہ اسکی ترتیب اشاعت بھی ترتیب امامت کی مطابق ہونی چاہیئے اس لئے تا وقتیکہ جناب امیر المومنین علیہ السلام کے حالات نہ شائع ہولیں امام حسن علیہ السلام کے واقعات کی اشاعت

کسی طرح میں مناسب نہیں سمجھتا ہوں؛
بہرحال کچھ او پر سال بھر کی روزانہ محنتوں کا یہ نتیجہ تھا جو اس کتاب کی
صورت میں جس کا نام **سہر وچمن تاریخ حالات جناب امام حسن**
علیہ السلام ہے ہماری قوم اور ہمارے فرقہ کی ناظرین با تمکین کی پیش نظر ہے؛
میری موجودہ کم استعدادی اور کورسوادی ہرگز اس مبارک سلسلہ کے حالات کی
ترتیب و تالیف کی قابلیت اور صلاحیت نہیں رکھتی میرے ناقابل اور ناچیز دست و
بازو سے ان تالیفات کے متعلق اب تک جو کچھ ہو چکا ہے اور آئندہ جو کچھ ہونا رہیگا
اسکو تنہا میری کوشش میری سعی اور میری ہمت نہیں سمجھنا چاہیئے بلکہ انہیں
ذوات مقدسہ کی خیر و برکت جن کے احوال سعادت اشتمال کے لکھنے کا
فخر فی الحال مجھکو حاصل ہوا ہے وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ وَلَهُ الشُّكْرُ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ
لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَاٰلِهِ الْمَيَامِيْنَ
اِلٰى يَوْمِ الدِّيْنِ

کوات صانہا عن الآفات
ششم رجب ۱۳۲۴ہجری

المؤلف
عبد احقر سید اولاد حیدر عفی عنہ



بسم اللہ الرحمن الرحیم

اَلحمدُ لِلّٰہِ رَبِّ العٰلَمِینَ وَالصَّلوٰۃُ عَلیٰ سَیِّدِ المُرسَلِینَ وَعَلیٰ اٰلِہٖ وَاَبنَائِہٖ اَجمَعِینَ اِلیٰ یَومِ الدِّینِ اسم مبارک آپ کا حسنؑ اور کنیت ابو محمد اور مشہور ترین القاب المجتبیٰ ولادت آپ کی پندرھویں رمضان المبارک سنہ ۲ھ میں واقع ہوئی مرزا دبیر مرحوم لکھنوی سے نازل ہوئے قرآن کی صورت رمضاں میں؛ علامہ ابن اثیر اسد الغابہ میں لکھتے ہیں قالَ الزُّھری ولد الحسن فِی نصف من رمضان سنۃ ثلاث مِن الہجرۃ زہری کا قول ہے کہ امام حسن علیہ السلام نصف (نیمہ) رمضان سنہ ۳ھ میں پیدا ہوئے؛

جناب امام حسن المجتبیٰ علیہ السلام کے ابتدائی حالات ولادت کی متعلق اُم الفضل جناب عباس ابن عبدالمطلب کی زوجہ محترمہ کا ایک خواب نہایت مشہور ہے جسکو آپ نے جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں بیان فرمایا جسکو سنکر آنحضرتؐ نے امام حسن علیہ السلام کے پیدا ہونے کی بشارت کو اسکی تعبیر فرمایا تھا ہم اس خواب کو امام بغوی اور علامہ دولابی کی اصل عبارت میں لکھتے ہیں عن امّ الفضل قالت قلت یا رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم رایت کان عضواً من اعضائک فی بیتی فقال خیراً رایتِہ تلد فاطمۃ علیہا السلام غلاماً فرضعتہ بابن قثم

جناب اُم الفضل نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بیان کیا کہ ہم نے خواب میں دیکھا ہے کہ آپ کے جسم مبارک کا ایک عضو میرے گھر میں ہے آنحضرت نے فرمایا تم نے بہت مبارک خواب دیکھا ہے فاطمہ علیہا السلام کے ایک لڑکا پیدا ہوگا جسکو تم اپنے بیٹے قثم ابن عباس رض کا دودھ پلاؤ گی علامہ مجلسی علیہ الرحمہ نے بھی انہیں الفاظ کے ساتھ یہ خواب جلاء العیون میں تحریر فرمایا ہے؛

جناب امام حسن علیہ السلام کی ولادت کی بشارت نے جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مغموم دلکو کسقدر شادو مسرور کیا ہوگا جس کیلئے کوئی اندازہ نہیں کیا جاسکتا سمجھنے کے لئے کافی ہے کہ کاشانہ رسالت میں یہ پہلا چراغ ہے جو روشن ہوا اور چمنستان رسالت میں یہ پہلا پھول ہے جو پھولا اگرچہ اس سے پہلے جناب سیدہ سلام اللہ علیہا کی ولادت کا واقعہ بھی ایسا معمولی نہیں تھا جو آنحضرت کیلئے غایت درجہ کی مسرت کا باعث نہ قرار دیا جاسکے مگر انکی ولادت کے وقت آنحضرت کو پورا اطمینان نہیں تھا جو اظہار مسرت کیلئے موزوں اور کافی تسلیم کیا جاتا؛ امام علیہ السلام کی ولادت کا زمانہ ایسا ضرور تھا کہ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مطالب و مقاصد میں اطمینان آچلا تھا اور دن رات کے تردد و انتشار حواس سے قبل آپکو حاصل تھے اگر بالکل نہیں تو نصف کے قریب رفع ہوچکے تھے اسلئے ہم کہہ سکتے ہیں کہ جناب امام حسن علیہ السلام کی ولادت کا زمانہ جناب سیدہ سلام اللہ علیہا کے ایام ولادت سے آنحضرت کیلئے زیادہ اطمینان کا زمانہ تھا تاریخ دیکھنے والے اندازہ کرسکتے ہیں کہ بعثت کے پہلے سال میں آنحضرت زیادہ مطمئن تھے یا ہجرت کے تیسرے سال میں؛

بہرحال امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام کی ولادت کا زمانہ آنحضرت کیلئے ہر قرینہ سے آرام و اطمینان کا زمانہ تھا جس میں آپ ہر طرف سے مطمئن ہو کر اپنے اس پارۂ جگر کی ولادت کے واقعہ پر اپنی انتہا درجہ کی مسرت کا بخوبی اظہار فرماسکتے تھے آنحضرت کے کمال فرحت و سرور کے ثبوت اس واقعہ سے پورے طور پر ملتے ہیں جو عموماً تمام اسلام کے فضایل و مناقب کی کتابوں میں درج ہیں کہ آپ کی ولادت کا مژدہ مسجد میں سنکر فوراً آنحضرت مجلس کی

کی طرف تشریف لے گئے جناب سیدہ سلام اللہ علیہا کی خدمت میں اسوقت اسماء بنت عمیس سب سے زیادہ پیش پیش تھیں اور قابلہ کی تمام خدمتیں انہیں کی سعادت اور خوش قسمتی کا حصہ تھیں۔

اسما بنت عمیس سے جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میرے بچہ کو اٹھا لاؤ۔ آنحضرتؐ کا حکم سنتے ہی یہ اُس مولود مسعود کو ایک پاک و پاکیزہ کپڑے میں لپیٹ کر مکان ولادت سے باہر لائیں اتفاق سے وہ کپڑا زرد تھا جناب رسالتمآبؐ نے یہ دیکھکر فرمایا کہ اے اسما میں نے تمہیں کئی بار منع کیا ہے کہ بچوں کو زرد کپڑے میں نہ لپیٹا کرو جاؤ دوسرے کپڑے میں لاؤ چنانچہ آسما نے حکم رسولؐ کی فوراً تکمیل کی اور اب کی بار حریر کے جامۂ سفید میں لے آئیں اور اُس گوہر امامت کو کنار رسالت میں رکھدیا جناب رسالتمآبؐ نے اپنے پارۂ جگر کو چھاتی سے لگاکر گوش راست میں اذان اور گوش چپ میں اقامت کہی۔

نوٹ نوٹ آسما بنت عمیس کے اوصاف جمیلہ سے اسلام کی تمام کتابیں مالامال ہیں ان کا شمار اُن عورتوں میں ہے جو مہاجرین اولیات میں داخل ہیں یہ اُسوقت جناب جعفر ابن ابیطالب علیہ السلام کے حبالۂ نکاح میں تھیں اور اُنہیں کے ساتھ سابق ہجرت میں کہ سے حبشہ تک گئی تھیں جسکی نسبت انکو اپنے ذاتی محاسن پر بہت بڑا افتخار تھا چنانچہ ایک دفعہ حضرت عمر سے اس بارہ میں گفتگو ہو گئی تھی اور ایک نے دوسرے پر اپنی فضیلت ظاہر کی تھی آخرکار یہ بات بڑھتے بڑھتے دربار رسالت میں پیش ہوئی تو آنحضرتؐ نے آسما کی ذاتی فضایل کی تصدیق فرماکر انکے دعوی کو انکی دلیلوں پر ترجیح دی۔ چنانچہ صحیح مسلم میں اس واقعہ کی نسبت یہ عبارت درج ہے۔

اسماء بنت عمیس فقال عمر سبقنا کم بالھجرۃ فنحن احق برسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منکم فغضبت وقالت کذبت یا عمر کلا حضرت عمر نے اسما بنت عمیس سے کہا کہ ہم لوگ ہجرت میں تم پر سابق ہیں کیونکہ ہم لوگ رسول اللہ کے ساتھ تھے اور بہ نسبت تمہارے زیادہ مستحق ہیں یہ سنکر اسماء کو غصہ آیا اور کہا تم جھوٹے ہو۔

جناب رسالتمآبؐ کو جو محبت اور اُلفت اپنے پارۂ ہائے جگر فرزندانِ رسولؐ سے حاصل تھی وہ اس واقعہ سے ظاہر ہے کہ آپ زرد لباس کو ایک منٹ کے لئے بھی انکے جسم مبارک پر دیکھنا برداشت نہ کر سکے؛ اب یہ بحث کہ زرد کپڑے پہنانے میں کیا نقص تھا اور دوسرے کپڑے پہنانے میں کیا خوبی؛ تو یہ ایک جداگانہ بحث ہے اور ہم اموجودہ منصب اسکے تصفیہ کیلئے مجبور اور پابند نہیں تبلایا جا سکتا مگر اپنے اصول کے مطابق ہم اتنا ضرور کہیں گے کہ جب خدا کا کوئی فعل مصلحت کے خلاف نہیں ثابت ہوتا تو اُسکے رسولؐ کا کوئی حکم ہماری اصلاح سے

بقیہ فوٹ نوٹ:- اسی بیان میں اسماءؓ نے اپنے دعووں کے ثبوت میں یہ دلیل پیش کی کہ تم لوگ آنحضرتؐ کے ساتھ تھے وہ تم کو کھانا کھلاتے تھے اور وعظ و پند فرماتے تھے ہم لوگ ملک دور و دراز حبشہ میں گئے تھے محض خدا اور رسولؐ کی خوشی کے لئے؛ واللہ نہ ہم کھانا کھائیں گے نہ پانی پئیں گے جب تک کہ اس واقعہ کی پوری حالت کو آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی خدمت میں عرض نہ کر لینگے حالانکہ ہم لوگ وہاں ایسی ایذا، خوف اور تکلیف میں اپنی زندگی بسر کرتے تھے؛ جب جناب رسالت مآب صلے اللہ علیہ و آلہ تشریف لائے تو اسماء بنتِ عمیس نے یہ تمام قصہ آپ کی خدمت میں عرض کیا آنحضرتؐ نے فرمایا کہ ہرگز وہ لوگ تم لوگوں سے زیادہ مستحق نہیں ہیں عمر اور اصحاب عمر کی ایک ہجرت ہے اور تم لوگ اہل سفینہ کی دو ہجرتیں ہیں"

علامہ ابن حجر نے فتح الباری شرح صحیح بخاری میں اس روایت میں تھوڑی عبارت کا اور اضافہ کیا ہے اُن کے اصلی الفاظ یہ ہیں:-

ومن وجہ اٰخر عن الشعبی نحوہ وقال فیہ کذب من یقول ذٰلک یعنی امام شعبی سے منقول ہے کہ جناب رسالت مآب صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم نے اسماء کی شکایت کے جواب میں فرمایا کہ وہ شخص جھوٹا ہے جو ایسا کہتا ہے؛

بہرحال اس واقعہ سے اسماء بنت عمیس کی فضیلت اور مناقب کے پورے حال معلوم ہوتے ہیں؛

اولاد حیدر مؤلف

کب خالی کہا جا سکتا ہے؛

بہر حال اپنے پارۂ جگر کو گود میں لیکر آنحضرت جناب علیؑ مرتضیٰ سے مخاطب ہوئے اور فرمایا کہ اپنے اس فرزند کا کچھ نام بھی تجویز کیا ہے مطیع اور فرمانبردار بھائی نے جواب میں عرض کیا کہ مجھکو کسی امر میں آپ پر سبقت کرنا لازم نہیں ہے آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا کہ میں اس امر خاص میں خدا تعالیٰ کی وحی کا منتظر ہوں اور کسی حالت میں اُسکے احکام پر اپنی طرف سے سبقت کی جرأت نہیں کر سکتا اسی اثنا میں آثار وحی محسوس ہوئے اور فوراً بعد الفراغ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جناب امیرالمومنین علیہ السلام سے فرمایا کہ مجھے حکم ہوا ہے کہ میں تمہارے بیٹوں کا وہی نام رکھوں جو حضرت ہارونؑ کے بیٹوں کے نام تھے یہ فرماکر آنحضرتؐ نے انکا نام حسنؑ رکھا جو لفظ عبرانی شبّر کا عربی ترجمہ ہے؛

میں نے اس واقعہ کو مختلف الفاظ اور متفرق عبارت کے ساتھ قریب قریب ان تمام کتابوں میں دیکھا ہے جو اس وقت میرے پیش نظر ہیں مگر میں نے زیادہ تر کتاب فضایل الخلفاء الاربعہ علامہ

حاشیہ مطالب السول و دیگر کتب معتبرہ میں ہے؛ واصح ما قیل فی ولادتہ انہ ولد فی المدینۃ فی النصف من شہر رمضان سنۃ ثلاث من الہجرۃ ولما ولد اعلم النبی صلعم بہ اخذہ واذن فی اذنہ

صحیح ترین اُن اقوال کا جو ولادت حضرت امام حسن علیہ السلام میں وارد ہوئے ہیں یہ ہے کہ تحقیق مدینۂ منورہ میں پندرھویں شہر رمضان المبارک ۳ھ ہجری میں جناب امام حسن علیہ السلام پیدا ہوئے اور جب پیدا ہوئے اور حضرت رسالت پناہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خردہ ولادت باسعادت پہنچا تو سرور عالم اور عالمیان نے امام حسنؑ علی جدہ وعلیہ السلام کو آکر گود میں اٹھا لیا اور گوش ہمایوں میں اذان فرمائی

اصابہ فی تمیز الصحابہ جلد اول میں یہ عبارت مندرج ہے؛ الحسن ابن علی ابن ابیطالب بن عبد المطلب بن ھاشم بن عبد مناف الھاشمی سبط رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وریحانتہ امیر المؤمنین ابو محمد ولد فی نصف شہر رمضان سنۃ ثلث من الہجرۃ قال ابن سعد وابن البرقی وغیر واحد۔

وصابی اور جلا العیون ملا مجلسی علیہ الرحمہ کی نقل پر اکتفا کی ہے چنانچہ علامہ وصابی کی اصلی عبارت یہ ہے عن اسماء بنت عمیس قالت قبلت فاطمۃ بالحسن فجاء النبی صلی اللہ علیہ وآلہ قال یا اسماء ھلمی ابنی فدفعتہ الیہ فی خرقۃ صفراء فالقاھا عنہ قائلا الم اعھد الیکن لا یلفقوا مولودا فی خرقۃ صفراء فلففتہ فی خرقۃ بیضاء فاخذہ فاذن فی اذنہ الیمنی واقام فی الیسری ثم قال لعلی ای شیٔ سمیت ابنی فقال ما کنت لاسبقک بذلک فقال لا انا اسبق ربی فھبط جبرئیل فقال یا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان ربک یقرئک السلام و یقول لک علی منک بمنزلۃ ھارون من موسی لکن لا نبی بعدک تسم ابنک ھذا باسم ولد ھارون فقال ما کان اسم ولد ھارون یا جبرئیل فقال شبر فقال ان لسانی عربی فقال سمہ الحسن -

اسما بنت عمیس سے روایت ہے کہ میں جناب امام حسن علیہ السلام کی ولادت میں جناب سیدہ سلام اللہ علیہا کی قابلہ تھی جناب رسالتمآب صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تشریف لاکر مجھ سے ارشاد فرمایا اے اسماء میرے بیٹے کو مجھے دکھلا دے میں جناب امام حسنؑ کو ایک زرد کپڑے میں لپیٹ کر آپکی خدمت میں لائی آنحضرتؐ نے وہ کپڑا اتار کر پھینک دیا اور فرمایا کہ میں نے تجھکو کئی بار منع کیا ہے کہ کسی بچہ کو زرد کپڑے میں لپیٹا کرو پھر میں نے انکو سفید کپڑے میں لپیٹا اور آنحضرت کی آغوش

بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۱ حسنؑ ابن علیؑ ابن ابیطالب بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبد مناف ہاشمی سبط رسول اللہ صلعم اور ریحانہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں امیرالمومنینؑ ابو محمدؑ آپکی کنیت ہے نصف ۱۵ رمضان سنہ ۳ ہجری میں پیدا ہوئے قایل اس قول کے ابن سعد اور ابن البرقی اور بہت سے مورخ ہیں؛

نور الابصار میں یہ تحریر ہے؛

ولد الحسن رضی اللہ عنہ فی منتصف رمضان سنۃ ثلاث من الھجرۃ وھو اول اولاد علی و فاطمۃ رضی اللہ عنھما روی مرفوعا الی علی ابیہ رضی اللہ عنھما قال لما حضرت

میں دیا۔ حضرتؐ نے ان کے سیدھے کان میں اذان اور اولٹے کان میں اقامت فرمائی پھر
آنحضرتؐ نے جناب علیؑ مرتضیٰ علیہ السلام سے پوچھا تم نے میرے بیٹے کا کیا نام رکھا ہے جناب
علیؑ مرتضیٰ نے فرمایا کہ میں اس امر میں آپ پر سبقت نہیں کرسکتا ہوں تب آنحضرتؐ نے
ارشاد فرمایا کہ میں بھی اس امر میں اپنے خدا پر سبقت نہیں کرسکتا پس جبریل علیہ السلام نے
نازل ہوکر فرمایا کہ خدائے تعالےٰ سلام کہتا ہے اور فرماتا ہے کہ علیؑ تمہارے نزدیک ایسے ہیں
جیسے ہارونؑ موسیٰؑ کے نزدیک لیکن بعد تمہارے نبیؐ نہیں ہے آپ اپنے بیٹے کا نام
ہارونؑ کے بیٹوں کے نام پر رکھیں۔ حضرتؐ نے کہا ہارونؑ کے بیٹوں کا کیا نام تھا۔
جبرئیل نے کہا شبر۔ حضرتؐ نے فرمایا میری زبان تو عربی ہے جبرئیل کہنے لگے آپ انکا نام
حسنؑ رکھیں۔ یہ روایت مستدرک شرح شرف النبوۃ اور مناقب السادات میں بھی درج ہے ۔
اس روایت کو امام حاکم نے مستدرک میں اور علامہ دارقطنی امام بیہقی ابن عساکر اور امام
بغوی نے اپنی اپنی تصانیف میں لکھا ہے علامہ ابن اثیر نے اسد الغابہ میں لکھا ہے کہ عرب

ولادت فاطمۃ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لاسماء بنت عمیس وام سلمہ رضی اللہ
عنہما احضرا فاطمۃ فاذا وقع ولدھا واستھل صارخا فاذنا فی اذنہ الیمنی واقیما
فی اذنہ الیسری فانہ لایفعل ذلک بمثلہ الاعصم من الشیطان ولاتحدثا شیئاً
حتی اتیکما فلما ولدت فعلتا ذلک واتاہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فسرہ ولباہ
بریقہ وقال اللھم انی اعیذہ بک وذریتہ من الشیطان الرجیم فلما کان الیوم السابع ان مولودہ
قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ما سمیتموہ قالوا حربا قال بل
سموہ حسناً۔

امام حسن علیہ السلام نصف ماہ رمضان المبارک ۳ھ میں پیدا ہوئے اوّل اولاد علیؑ اور فاطمہ
رضی اللہ عنہا ہیں روایت کیا گیا ہے اسطرح سے کہ سلسلہ اسکا حضرت علیؑ علیہ السلام تک پہنچتا ہے
کہ جس وقت قریب ہوئی ولادت حضرت امام حسنؑ کی تو فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے

میں امام حسن علیہ السلام سے پہلے اس نام اور کنیت کا کوئی دوسرا آدمی نہیں تھا انکی اصل
عبارت یہ ہے قال ابو محمد العسکری علیہ السّلام سمّاہ النّبی صلّی اللہ علیہ والہ وسلّم الحسن
علیہ السلام وکناہ ابو محمّد ولویکن ھذا الاسم جناب ابو محمد عسکری علیہ السلام سے روایت ہے کہ
جناب رسولخدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امام حسن مجتبیٰ کا نام حسنؑ رکھا اور یہ کنیت جاہلیت میں یا
کسی کی بھی نہیں تھی؛

علامہ ابن سعد کا یہ قول ابن اثیر کی تصدیق کامل کرتا ہے عن عمران بن سلیمان قال قال
رسول اللہ صلّی اللہ علیہ والہ وسلّم الحسن والحسین اسمان من اسماء اهل الجنة ماسمیتہ
عمران بن سلیمان کہتے ہیں کہ جناب رسالتمآب صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ حسنؑ و حسینؑ
علیہم السلام دو اسم ہیں اسماء اہل جنت سے کبھی عرب نے یہ نام جاہلیت میں نہیں رکھے تھے؛
ولادت سے سات دن بعد جناب رسالتمآب نے اپنے اس پارۂ جگر کا رسم ختنہ اور رسم

تاریخ الخلفا سیوطی و اسد الغابہ و نزہتہ المجالس میں یہ عبارت درج ہے :-

وَقَالَ الْمُفَضَّلُ اِنَّ اللّٰہَ حَجَبَ اِسْمَ الْحَسَنِ وَالْحُسَیْنِ حَتّٰی سَمّٰی بِھِمَا النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اِبْنَیْہِ
مفضل نے کہا تحقیق جناب باری عز اسمہ نے اسم حسنؑ و حسینؑ علیہم السلام کو پوشیدہ فرمایا یہاں تک
کہ ان دونو ناموں کے ساتھ نبی صلعم نے نام رکھا اپنے دونوں صاحبزادوں کا ۱۲ مولف عفی عنہ

بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۳؛ آسما بنتِ عمیس و ام سلمہ رضی اللہ عنہ سے کہ خدمت فاطمہؑ میں حاضر ہو جس
وقت فرزند پیدا ہو اور اسکی آواز بلند ہو تو اسکے داہنے کان میں اذان اور بائیں کان میں اقامت
کہنا کیونکہ یہ فعل نہیں کیا جاتا تھا (سے در رواج کی سبب) مگر یہ کہ لڑکا محفوظ رکھا جاتا ہے یعنی جس لڑکے کے
کانوں میں ترتیب مسطور اذان و اقامت کہی جاتی ہے وہ شر شیطان سے محفوظ رہتا ہے؛ اور تم دونوں
جب تک کہ میں نہ آؤں کوئی بات نہ کرنا پس جبکہ حضرت امام حسنؑ پیدا ہوئے تو آسماء بنت عمیس و ام سلمہ
رضی اللہ عنہما نے حسب فرمودہ رسول صلعم عمل کیا اور آنحضرتؐ تشریف لائے اور ناف اُس فرزند ارجمند
کی قطع فرمائی اور اپنے لعاب دہن سے انکو شیر پلایا اور فرمایا کہ اے خدائے برتر میں اس فرزند کو

۷۱ الاستغاثہ فی بدع الثلاثہ

عقیقہ ادا فرمایا اصل میں یہ دونوں رسمیں سنت ابراہیمیؑ میں داخل ہیں اور نہیں کے اولیات میں شمار کی جاتی ہیں تاریخوں میں ان سے قبل کسی قوم و قبیلہ میں ان کا نشان نہیں ملتا؛ آنحضرتؐ نے خلیل اللہؑ کے ان مسنون مراسم کو اپنی شریعت میں بھی قایم رکھا اور عقیقہ کے خون کو بچوں کے سر پر ملنے کا دستور قطعی طور سے منع فرمایا اس ترمیم کی نسبت ہمارا پورا یقین ہے کہ یہ دستور شریعت ابراہیمیؑ کے مطابق نہیں تھا بلکہ رسم و رواج قومی کی وجہ سے جاری ہوگیا تھا؛

بہرحال جناب رسالتمآبؐ نے اپنے پارۂ جگر کا رسم عقیقہ یوں ادا فرمایا کہ ایک ابلق دُنبہ کو اپنے ہاتھ سے قربان فرمایا اور یہ دعا پڑھی عقیقہ عن الحسنؑ عظمہا بعظمہ ولحمہا بلحمہ ودمہا بدمہ وشعرہا بشعرہ اللّٰہمّ اجعلہا وقاءً لمحمّد وآلہٖ قربانی سے فراغت پاکر بچہ کی حجامت فرمائی اور جتنے بال انکے سر سے اُترے اُنکے ہموزن چاندی تصدق فرمائی اور ایک درہم اسماءؑ بنت عمیس کو انعام فرمایا اور دونوں گوشوارونمیں سوراخ کردیئے؛ امام ترمذی نے اپنی صحیح میں اس روایت کو قریب قریب اسی عبارت کے لکھا ہے اُنکے بجنسہٖ الفاظ یہ ہیں؛ عن علی علیہ السّلام قال عق رسول اللہ علیہ السّلام عن الحسن علیہ السّلام بکبشٍ وقال یا فاطمہ علیہا السّلام احلقی راسہ وتصدقی بزنۃ شعرہ فضۃ فکان وزنہ درہما او بعض درہم علیؑ مرتضی علیہ السلام سے مروی ہے کہ آنحضرتؐ نے اُنکے عقیقہ میں ایک مینڈھا ذبح کیا اور فرمایا کہ اے فاطمہؑ اسکے سر کو منڈواؤ اور

بقیہ حاشیہ ص ۱۴؛ اور اسکی ذریت کو شر شیطان سے تیری پناہ میں دیتا ہوں پس جبکہ ولادت سے ساتواں دن ہوا تو فرمایا آنحضرتؐ نے کہ تم نے اسکا کیا نام رکھا ہے میں نے کہا حرب۔ فرمایا اس کا نام حسنؑ رکھو؛ اس روایت کے لکھنے سے مولف کا زیادہ تر یہ مقصود تھا کہ اسماء بنت عمیس جناب سیدہ سلام علیہا کی خدمت میں حاضر نہیں تھیں بلکہ حضرت اُم المومنین اُم سلمہ علیہا السلام بھی شریک خدمت تھیں ہم آپکے ان اعلیٰ خدمات کو جناب امام حسین علیہ السلام کی کتاب میں انشاء اللہ المستعان تفصیل کے ساتھ بیان کرینگے؛

فضل المبین مطبوعہ لکھنؤ ص ۴۴

مؤلف عفی عنہ

اسکے بالوں کے برابر چاندی تصدق کرو پس ان بالوں کا وزن ایک درہم یا اس سے کچھ کم تھا۔ امام ابو حاتم نے ابن عباسؓ کی اسناد سے دو مینڈھے کے قربان کئے جانے کا بیان کیا ہے۔

بچپن کا زمانہ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ کی پرورش اور اشفاق

حسن علیہ السلام اور محبت رسول صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ ایک ایسا مُسلّم اور متفق علیہ مسئلہ ہے جو ہماری کسی تصریح وتشریح کا محتاج نہیں اسلام کی کوئی کتاب عام اس سے کہ وہ کسی زمانہ کی تصنیف ہو یا کسی قوم اور فرقے کی تالیف ایسی نہیں ہوگی جو ان واقعات سے خالی بتلائی جائے یا جن میں کثرت سے ان واقعات کا صحیح اور پورا نشان نہ ملتا ہو۔ کتابوں کے مطالعہ سے قطع نظر کرکے صرف غور ہی سے کام لیا جائے تو صاف طور سے معلوم ہو جائے گا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بعد اپنے سوائے جناب سیدہ سلام اللہ علیہا کے اور کسی دوسرے کو عقب نہیں چھوڑا جو آپ کے بعد آپ کی ذریت یا آپ کی اولاد مشہور ہونے کی عزت رکھتا ہو اسیطرح جناب سیدہ کے بعد انکی اولاد آنحضرتؐ کی اس میراث کی تمام حیثیت سے مستحق ٹھیری اسی وجہ سے تمام علمائے کرام نے بلالحاظ نحن ابناءٌ لا نورث حضرات حسنین علیہم السلام پر آنحضرتؐ کی آل، اہلبیت، قرابتے، ابنا، عترت اور ذریت وغیرہ غرض مقدس اور معزز الفاظ کو اُن حضرات کی ذات تک محدود و مخصوص کر رکھا ہے اور کسی غیر کے لئے ان الفاظ کے استعمال کو قطعی ناجائز کیا ہے۔ چنانچہ علامہ ابن اثیر اسد الغابہ میں بذیل تذکرہ جناب سیدۃ العالمین تحریر فرماتے ہیں۔ وانقطع نسل رسول صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم الا منہا سوائے جناب سیدہ کے نسل جناب رسالتمآبؐ کی منقطع ہو گئی ہے۔ علامہ سمہودی بھی اپنی کتاب جواہر العقدین میں اسکی تصدیق اس واقعہ سے کرتے ہیں کہ لما رای علی ابن ابیطالب علیہ السلام الحسنین علیہما السلام لیسرع الی الحرب فی الصفین قال

ایھاالناس املکوا عنی ھذان الغلامین اخاف ان ینقطع بھما نسل رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم

جناب امیر علیہ السلام نے حضرات حسنین علیہم السلام کو لڑائی کے لیے میدان میں جاتے ہوئے دیکھکر فرمایا کہ تھام لو ان دونوں کو میں ڈرتا ہوں کہ انکے شہید ہو جانے سے کہیں آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نسل منقطع ہو جائے ؛

آج تک جہاں کہیں نسل رسول اللہ کا مبارک نشان پایا جاتا ہے اُس کا مقدس سلسلہ انہیں حضرات سے شروع ہوتا ہے اور حقیقت امر یونہی ہے کہ سوائے حضرات حسنین علیہم السلام کے جناب رسولخدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مبارک نسل کا یاد دلانے والا کون تھا آنحضرت نے بھی ایک موقع پر نہیں ہزار موقع پر انہیں کو اپنا فرزند انہیں کو اپنی اولاد انہیں کو اپنی ذریت، انہیں کو اپنی عترت قرار دیا ہے اور اپنی تمام اُمت کو برابر انہیں الفاظ سے یاد کرنے کی تاکید فرمائی ؛

اگر واقعات پر تحقیق کی نظر ڈالی جائے تو یہ امر صاف طور سے معلوم ہوتا ہے کہ جناب رسالتمآب صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی متعدد اولادیں جو مکّہ اور مدینہ کے قیام میں مختلف اوقات میں ضائع ہو چکی تھیں انکا اثر آپ کے مبارک دل پر جس شدت سے محسوس ہو رہا تھا اُس کا اندازہ اسوقت ہماری خیالی قوتوں سے بالکل ناممکن ہے جناب رسالتمآب کو اسی وجہ سے زباں دراز مشرکین اور بدزبان دشمنان دین جنمیں حکم ابن العاص و ابوسفیان بنی اُمیہ خیل کا نام خصوصیت کے ساتھ لیا جاتا ہے (خاک بدہانِ الیشاں باد) معاذاللہ اَلْاَبْتَر کا خطاب دے رکھا تھا جسکو سُن سُن کے آپ کے قلب مضمحل پر حسرت و افسوس کا کچھ ایسا اثر ہوتا تھا کہ پہروں آپ محزون و ملول بیٹھے رہتے تھے تا اینکہ جناب باری عزّاسمہٗ کی درگاہ سے آنحضرت کو آپ کی بقائے نسل کے لیئے سچی اور قطعی بشارت دیگئی اور بخلاف آپ کے ان دشمنان دین کے اخلاف و اعقاب کے پورے استیصال تباہی اور بربادی کے وعدے فرمائے گئے جسکی پوری تصدیق اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ سے ہوتی ہے ؛

اس واقعہ کو پڑھکر آسانی سے معلوم ہو سکتا ہے کہ جناب رسالتمآب کے بعد وہ کون پاک اور مبارک سلسلہ ہے جسکی موجودگی میں مشرکین اور معاندین کے اخلاف کی تباہی و بربادی ثابت ہوتی ہے کیا وہ سلسلہ ایسا ہے جو بنی فاطمہ ع کے علاوہ رسول اللہ کے کسی دوسری اولاد سے منسوب کیا جاتا ہے کیا وہ ایسا سلسلہ ہے جو حضرات حسنین علیہم السلام کے علاوہ آنحضرت کی ذریت میں کسی دوسرے سے شروع ہوتا ہے نہیں کوئی نہیں۔ جناب رسالتمآب کی اولاد و اعقاب تمام روئے زمین پر جہاں جہاں پائی جاتی ہیں انکی ابتدا جناب حسنین علیہم السلام سے شروع ہوئی ہے اور یہ ایسا نمایاں شرف ہے جو مبدء فیض سے صلب امیر المومنین علیہ السلام اور رحم جناب سیدۃ النسا العلمین سلام اللہ علیہم اجمعین کے ساتھ مخصوص و دیعت ہوا تھا جناب سیدۂ کے علاوہ آنحضرت کی دو صاحبزادیاں اور بتلائی جاتی ہیں جو یکے بعد دیگرے زمانۂ رسول ہی میں حضرت عثمان کے ساتھ منعقد ہو کر اُنکے ذوالنورین مشہور ہونے کا باعث ہوئیں مگر وہ ذریت رسول کہی جاتی ہیں اور نہ انکی اولاد و اعقاب اہلبیت کے ساتھ شمار کئے جاتے ہیں انکے بعد اُمامہ بنت زینب بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جسکے ساتھ حسب وصیت جناب سیدہ جناب علی مرتضے نے عقد فرمایا تھا انکو یا انکی اولاد کو کوئی ذریت رسول میں نہ اُسوقت کہتا تھا اور نہ اس وقت۔ کتب رجال میں جہاں انکی اولاد و اعقاب کی تلاش کی جائے تو انکی نسبت علما نے لکھا ہوگا تو جناب علی مرتضے کی صلبی شرافت کے لحاظ سے صرف علوی سید اور کچھ بھی نہیں۔

اب ہم اپنے اس مضمون کے ثبوت اور تصدیق میں چند حدیثیں لکھتے ہیں جس سے یہ امر کامل طور سے واضح ہو جائے گا کہ جناب رسولخدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہر موقع اور ہر مقام پر اپنی پیاری بیٹی کی اولاد کو اپنی عین اولاد و اعقاب سے خطاب فرمایا ہے اور اپنے صلبی اخلاف میں مخصوص نہیں حضرات کو قرار دیا ہے۔

امام حاکم مستدرک میں۔ امام طبرانی معجم میں اور خطیب بغدادی اپنی تاریخ میں لکھتے ہیں

عن ابن عباس قال کنت انا وعباس جالسین عند رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم اذا دخل علی وسلم فرد علیہ رسول اللہ وقام الیہ وعانقہ وقبل بین عینیہ واجلسہ عن یمینہ فقال العباس یا رسول اللہ اتحب ھذا فقال یا عم واللہ اشد حبا منی ان اللہ جعل ذریۃ کل نبی فی صلبہ وجعل ذریتی فی صلب علی

ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ میں اور میرے باپ جناب عباسؓ جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں بیٹھے تھے کہ اتنے میں جناب علی مرتضےٰ تشریف لائے اور سلام کیا آنحضرتؐ نے اُن کے سلام کا جواب دیا اُٹھ کھڑے ہوئے اُن سے معانقہ فرمایا، پیشانی پر بوسہ دیا اور داہنی طرف بٹھلایا حضرت عباسؓ نے فرمایا یا رسول اللہ آپ ان سے بہت محبت رکھتے ہیں، آنحضرتؐ نے فرمایا اے چچا واللہ خدا کے لئے ان سے بہت محبت رکھتا ہوں تحقیق کہ پروردگار عالم نے ہر ایک نبیؑ کی ذریت کو اس کے صُلب میں لکھا ہے اور میری ذریت کو علیؑ علیہ السلام کے صُلب میں قرار دیا ہے؛

امام احمد حنبل مناقب میں تحریر فرماتے ہیں عن علی علیہ السلام قال طلبنی رسول اللہ فوجدنی فی حائط نائما فضربنی برجلہ فقال قم فواللہ لارضینک انت اخی وابو ولدی امام احمد مناقب میں تحریر فرماتے ہیں کہ جناب امیرالمومنین علیہ السلام سے مروی ہے کہ ایک بار آنحضرتؐ نے مجھکو ڈھونڈا اور ایک دیوار کے نیچے مجھکو سوتا پایا تو آپ نے مجھکو اپنے پائے مبارک سے حرکت دیکر فرمایا کہ میں تجھکو یہ کہکر خوش کرتا ہوں کہ تو میرا بھائی اور میرے بیٹوں کا باپ ہے۔

اسی مضمون کو تھوڑے اضافہ کے ساتھ امام حاکم اور علامہ بغوی نے بھی تحریر کیا ہے۔

عن محمد ابن اسامہ ابن زید قال قال رسول اللہ لعلی اما انت یا علی فختنی وابو ولدی وانت منی وانا منک

محمد بن اسامہ ابن زید سے منقول ہے کہ آنحضرتؐ نے علیؑ علیہ السلام سے فرمایا یا علی تو میرا داماد ہے اور ہمارے بیٹوں کا باپ ہے اور میں تجھ سے ہوں اور تو مجھ سے ہے۔

امام شیرازی اور ابن النجار نے اس مضمون کو ذیل کی عبارت میں تحریر کیا ہے؛

عن ابن عمر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم اللھم اشھد قد بلغت ھذا اخی وابن عمی و

فھی عصبتھم ابو ولدی اللھم کبت من اعداھی النار ابن عمر سے مروی ہے کہ جناب سید المرسلین نے فرمایا کہ اے میرے پروردگار تو گواہ رہیو میں نے پہنچا دیا ہے کہ یہ میرا بھائی اور ابن عم اور میرے بیٹوں کا باپ ہے پروردگار جو اسکا دشمن ہو تو اُسکو اوندھے مُنہ جہنم میں ڈال۔

امام طبرانی معجم میں مخصوص جناب سیدہ سلام اللہ علیہا سے ان مطالب کو دوسرے مضامین سے بھی لکھتے ہیں انکی عبارت یہ ہے عن فاطمۃ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کل بنی اب ینتمون الی عصبۃ الا ولد فاطمۃ علیھا السلام فانا انا ولیھم وعصبتھم جناب سیدہ سے مروی ہے کہ فرمایا جناب رسولخدا صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم نے کہ ہر ایک باپ کے بیٹوں کیواسطے عصبہ مقرر ہے مگر فاطمہ کی اولاد کے لئے میں خود ولی اور عصبہ ہوں۔

اسی روایت کو امام حاکم نے مستدرک میں اور علامہ ابن عساکر نے تاریخ میں اور علامہ ابن حجر نے صواعق محرقہ میں اسکی تصدیق فرمائی ہے امام حاکم اور ابن عساکر نے اُسکو جابر ابن عبداللہ انصاری کے اسناد سے لکھا ہے ملاحظہ ہو سوانح عمری حضرت علی علیہ السلام مطبوعہ لاہور ص ۳۱۔

علاوہ اسکے المودۃ فی القربیٰ سید علی ہمدانی اور ینابیع المودۃ شیخ الاسلام قسطنطنیہ علامہ سلیمان القندوزی الحنفی مطبوعہ بمبئی میں بھی یہ حدیث کئی طریقوں سے درج ہے فمن شاء فلیرجع الیہ۔

اسی بحث کے متعلق علامہ ابن حجر ہارون رشید کے دربار کا ایک خاص واقعہ تحریر کرتا ہے جسکو ہم اُن کی اصل عبارت سے ذیل میں لکھتے ہیں سال الرشید عن موسی الکاظم علیہ السلام کیف قلتم انا ذریۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم وانتم ابناء علی علیہ السلام فتلا موسیٰ ومن ذریتہ داؤد وسلیمان الی عیسیٰ وقال لیس لہ ابا امام موسی کاظم علیہ السلام سے رشید نے سوال کیا کہ آپ اپنے کو جناب رسالتمآب کی ذریت کیونکر کہتے ہیں باوجودیکہ آپ تو جناب علی مرتضےٰ کی ذریت میں داخل ہیں امام موسیٰ کاظم نے یہ آیہ تلاوت فرمایا اور جناب عیسیٰ تک ختم فرماکر پوچھا کہ عیسیٰ کے تو باپ نہیں تھے۔

اگرچہ ہمارے ذیقدر علامہ نے اس واقعہ کو درج کیا مگر ایسے اختصار کے ساتھ کہ کچھ سمجھ میں

آیا اور کچھ نہ آیا اسلئے ہم اس واقعہ کو پوری تفصیل کے ساتھ ناسخ التاریخ کی اصل عبارت سے ذیل میں مندرج کرتے ہیں:۔

چون ہارون الرشید از مسلئے چند سیر داخت وسخن بدیں جا آورد و گفت یا موسیٰ ابن جعفرؑ چگونہ جائز داشتہ اید کہ عامّہ وخاصّہ شمارا بسوئے رسولخدا منسوب دارند و فرزندان رسُولؐ خوانند وحالانکہ شما فرزندان علیؑ مرتضےٰ اید و مرد را باید نسبت کنند نہ بامادر و فاطمہؑ شمارا بمنزلۂ وعائی بود و پیغمبرؐ از جانب مادر جدّ شما ست موسیٰ علیہ السلام فرمود لوان رسول اللہ بشر فخطب الیک کریمتک ھل کنت تجیبہ فقال سبحان اللہ ولولا اجیبہ بل فتخر علی العرب والعجم وقریش بذالک اگر رسولخدا زندہ بشود و دختر ترا خواستگاری کند اورا با رسُول اللہ تزویج می کنی یا اجابت نخواہی کرد، ہارون گفت چگونہ اجابت نہ نمایم بلکہ برایں نسبت فخر می کنم بر عرب وعجم وقریش پس موسیٰ علیہ السلام فرمود لکنّہ لا یخطب الیّ ولا ازوّجہ یعنی خواستگار دختر من نمی شود تا خطبہ کند ومن ہم دختر خود را باو تزویج نمی کنم ہارون گفت مانع چیست فرمود، لانہ ولدانی ولم یلدک فقال احسنت یا موسیٰ گفت ازبہرآنکہ من فرزند پیغمبرم وفرزند من حرام است با پیغمبر نتواند فرزند زادۂ خود را نکاح کند ومن نتوانم دختر خود را با پیغمبرؐ تزویج کنم لکن تو فرزند پیغمبر نیستی ومی توانی دختر خویش را بشرط زنا شوئی بسرائے پیغمبر فرستی، ہارون گفت آفریں بر تو باد اے موسیٰ، اکنوں بگو شما خودرا چگونہ ذریّت پیغمبرؐ می شمارید وحالانکہ پیغمبرؐ بلا عقب است، چہ عقب مخصوص بپسر است و دختر عقب نخواہند شد وشما فرزندان دختر اید، موسیٰ علیہ السلام فرمود اسئلک بحق القرابۃ والقبر ومن فیہ الا اعفیتنی عن ھذا المسئلۃ گفت ترا بحق خویشاوندی رحم وقبر وکسے کہ در قبر است سوگند می دہم کہ مرا از جواب ایں مسئلہ معفو داری، ہارون گفت دست باز ندارم باید کہ حجّت فرزندان علیؑ را بدانم کہ خود را چرا فرزندانِ پیغمبر دانند و تو امروز اے موسیٰ سید وامام فرزندانِ علیؑ ہستی واجب میکند کہ آنچہ از تو می پرسم اقامہ برہاں از کتاب خدا

کنی و شما اے فرزندان علیؑ دعوے دارید کہ ہیچ حرفے از قرآن فرود نشدہ والا آنکہ تاویلش نزد شما است وحجت می آورید بقول اللہ تعالے مافرطنافی الکتاب من شئے وبیان چیزے رابہم بیرون قرآن نمی شمارید وخود را از علمائے وقیاس ایشان مستغنی میدارید موسی علیہ السلام فرمود اکنوں اجازت کن تا جواب گویم گفت بگو ئی فقال اَعُوذُ بِاللّٰہِ العلی العظیم مِنَ الشَّیطَانِ الرَّجِیمِ بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ وَمِنۡ ذُرِّیَّتِہٖ دَاوُدَ وَسُلَیۡمٰنَ وَاَیُّوۡبَ وَیُوۡسُفَ وَمُوۡسٰی وَہٰرُوۡنَ وَکَذٰلِکَ نَجۡزِی الۡمُحۡسِنِیۡنَ وَزَکَرِیَّا وَیَحۡیٰی وَعِیۡسٰی وَاِلۡیَاسَ کُلٌّ مِّنَ الصّٰلِحِیۡنَ ۝ آنگاہ با ہارون بدر عیسیٰ کیست گفت ہمانا خداوند عیسیٰ در سلک فرزندان انبیا کشید از جانب مریم علیہا السلام وما ذریت پیغمبر ما شمردہ شدیم از جانب فاطمہ علیہا السلام کرا دیاست وازیں بزیادت گویم ہارون گفت بگو فرمود قال اللہ تعالیٰ فَمَنۡ حَآجَّکَ فِیۡہِ مِنۡۢ بَعۡدِ مَا جَآءَکَ مِنَ الۡعِلۡمِ فَقُلۡ تَعَالَوۡا نَدۡعُ اَبۡنَآءَنَا وَاَبۡنَآءَکُمۡ وَنِسَآءَنَا وَنِسَآءَکُمۡ وَاَنۡفُسَنَا وَاَنۡفُسَکُمۡ ثُمَّ نَبۡتَہِلۡ فَنَجۡعَلۡ لَّعۡنَتَ اللّٰہِ عَلَی الۡکٰذِبِیۡنَ وایں معنی مکشوف است کہ رسول خدا جز علیؑ وفاطمہ وحسنؑ وحسینؑ کسی را در زیر کسا از بہر مباہلہ نداد واز ابنا ونا حسنؑ وحسینؑ راکہ پسران پیغمبر ند خواستہ واز نسا ونا فاطمہ علیہا السلام را خواستہ واز انفسنا علیؑ ابن ابیطالب علیہ السلام را ارادہ فرمود زیراکہ بجائے نفس پیغمبر است چوں موسیٰ علیہ السلام سخن بدینجا رسانید ہارون گفت احسنت یا موسیٰ اکنوں حوائج خود را از من بخواہ فرمود اول حاجت من ایں است کہ پسر عم خود را اجازت فرمائی تا بسوئے حرم جدش مراجعت نماید و با اہل وعیال خود روزگار برد ہارون گفت نگراں باش انشاء اللہ باز بمدینہ خواہی گشت :: ناسخ التواریخ مطبوعہ بمبئی جلد ششم ص ۲۳

اسی واقعہ کی طرح اور کئی ایک واقعے ہم کو حجاج ابن یوسف الثقفی کے زمانے میں سعید ابن جبیر صحابی اور یحییٰ ابن لعمر تابعی کے حال میں ملتے ہیں جس میں سے صرف ایک واقعہ کو طوالت کے لحاظ سے ہم تاریخ ابن خلکان وحیواۃ الحیوان دمیری کی عبارت سے ذیل

میں لکھتے ہیں، عن الشعبی و عاصم ابن البخود المقری ان الحجاج ابن یوسف الثقفی بلغہ ان یحیی بن یعمر التابعی یقول ان الحسن و الحسین من ذریۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وکان یحیی یومئذ بخراسان فکتب الحجاج الی قتیبہ بن مسلم والی خراسان ان ابعث الی یحیی بن یعمر فبعث بہ الیہ فقام بین یدایہ فقال انت الذی تزعم ان الحسن والحسین ذریۃ رسول اللہ قال اجل یا حجاج فقال الشعبی فتعجب من جوابہ فقال الحجاج تاتینی بہا بینۃ واضحۃ من کتاب اللہ ولا تاتینی بھذہ الآیۃ ندع ابنآئنا وابنآئکم ونسآئنا ونسآئکم وانفسنا وانفسکم قال فان خرجت ورآء من ذلک و اتیک بہا بینۃ واضحۃ من کتاب اللہ فھو امانی قال نعم فقال قال اللہ تعالی ووھبنا لہ اسحق ویعقوب کلا ھدینا من قبل ومن ذریتہ داؤد وسلیمان وایوب وموسیٰ وھارون کذلک نجزی المحسنین وزکریا ویحیی وعیسیٰ والیاس کل من الصالحین ثم قال یحیی بن یعمر من کان ابو عیسیٰ وقد الحقہ اللہ تعالی بذریۃ ابراھیم وما بین ابراھیم وعیسیٰ اکثر ما بین الحسن والحسین ومحمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

امام شعبی اور قاری عاصم ابن البخود بیان کرتے ہیں کہ حجاج ابن یوسف الثقفی کو خبر لگی کہ یحییٰ ابن یعمر تابعی کے قائل ہیں کہ حضرت امام حسنؑ و امام حسینؑ علیہم السلام آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذریت میں ہیں اُسوقت یحییٰ خراسان میں تھے حجاج نے قتیبہ ابن مسلم والی خراسان کو لکھا کہ یحییٰ ابن یعمر کو میرے پاس روانہ کردو قتیبہ نے یحییٰ کو حجاج کے پاس بھیجدیا جب وہ سامنے آئے تو حجاج نے کہا تیرا زعم ہے کہ حضرات حسنین علیہم السلام آنحضرت کی ذریت میں داخل ہیں یحییٰ نے کہا ہاں، امام شعبی کا بیان ہے کہ یحییٰ کے بے دھڑک ہاں کہدینے سے مجھے سخت تعجب ہوا حجاج نے کہا کوئی واضح دلیل کتاب اللہ سے بیان کرکر قل تعالوا ندع ابناءنا وابناءکم کی دلیل کو پیش نہ کرنا یحییٰ ابن یعمر نے کہا کہ اگر میں نے اس آیت کے سوا کوئی دوسری آیت قرآن سے واضح طور پر بیان کی تو تو مجھ کو امان دیگا حجاج نے کہا ہاں تب یحییٰ نے یہ آیہ قرآن کی تلاوت فرمایا جس کا ترجمہ یہ ہے کہ دیا ہم نے اسکو (ابراہیم کو) اسحقؑ اور یعقوبؑ اور سب کو ہدایت فرمائی اس سے پہلے اسکی ذریت سے داؤد اور

سلیمانؑ اور ایوبؑ اور یوسفؑ اور موسیٰؑ اور ہارونؑ کو گردانا اسیطرح ہم احسان کرنے والوں کو جزا دیتے ہیں اور زکریاؑ اور یحییٰؑ اور عیسیٰؑ اور الیاسؑ کو بھی اور ان میں سے ہر ایک نیکوکار ہے۔ یہ آیۃ تلاوت فرماکر یحییٰ بن یعمر نے پوچھا کہ عیسیٰؑ کا باپ کون تھا کہ اللہ تعالےٰ نے انکو حضرت ابراہیمؑ کی ذریت میں ملایا ہے اور ابراہیم علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ سلام اللہ علیہ کے درمیان فاصلہ نسبی جناب حسنین علیہم التحیۃ والثنا اور آنحضرت صلے اللہ علیہ و آلہ کے فاصلہ نسبی سے کہیں سوا ہے؛

جس وقت ایک تحقیق کرنے والا اپنی تحقیق کی نظر ان واقعات پر ڈالتا ہے تو خاصکر ایسے واقعات کا نشان اُس زمانہ کے حالات اور سوانحات میں لگتا ہے جس زمانے میں اہلبیت علیہم السلام کے مدارج و مراتب اور فضایل و مناقب کے گھٹانے اور اُن ذوات مقدسہ کے متعابل اور ہمسر پیدا کرنے کیلئے سلطنت کیطرف سے خاص کوشش کی جاتی تھی آئمہ حدیث ارباب تالیف و تصنیف خطیب قضاۃ۔ علما اور فضلا کو اس امر کی طرف متوجہ ہونے کیلئے نہایت شدت سے تاکید کی جاتی تھی اور انہیں موضوعات کے صلے میں اُنکے مناصب و مدارج میں بڑے بڑے اضافے ہوتے رہے بارگاہ خسروانی اور دربار سلطانی سے انکو گرانبہا خلعت عنایت ہوا کرتے تھے یہ تمام کوششیں دورۂ امویہ سے عموماً شروع ہوئیں اور عہد عباسیہ تک عام طور سے تمام قلمرو میں جاری رہیں۔ یہ سمجھ لینا چاہیئے کہ مخالفین اہلبیت طاہرین سلام اللہ علیہم اجمعین کے ہاتھ میں جب تک سلطنت کے اختیار باقی رہے یہ پولیسی استحکام سلطنت کا ذریعہ قرار پاکر برابر قایم رہی اگرچہ اسکی ہم نے جہاں تک اس مضمون کی نسبت اپنی تحقیقات کو وسیع کیا ہے؛ ہم کو یہ ثابت ہوا ہے کہ اسکے موجد بھی معاویہ ابن ابوسفیان ہی ہیں جو ہاشم مرحوم کے خاندان والا اور دودمان اعلا کے جداً عن اُبا مخالف چلے آتے تھے؛ عرب میں یہی پہلے شخص ہیں جس نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کی ذریت اور ابنیت کے اعزاز و شرافت جناب حسنین علیہم السلام کو خارج کرنے کی کوشش کی:

دیکھو حافظ عبدالعزیز ابن الاخضر اپنی معتبر تالیف میں بذکر اخلاف معاویہ ابن ابی سفیان ذیل کا واقعہ لطیفہ کے طور پر لکھتے ہیں علامہ موصوف کی اصلی عبارت یہ ہے:

عن ذکوان مولی المعاویۃ قال قال لی معاویۃ الا اعلم احدا اسمی ھذین غلامین ابنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ولاکن قولوا ابنی علیؑ قال ذکوان فلما کان بعد ذلک امرنی ان کتب بینہ فی الشرف فقال کتبت بنیہ وبنی بنیہ وترکت بنی بناتہ ثم اتیتہ بالکتاب فنظر فیہ قال ویحک اغفلت اکثر بنی فقلت من قال اما بنو فلانۃ من لا بنتہ قال فقلت اللہ لیکون بنی بناتک بنیک ولا یکون بنی فاطمۃ علیہم السلام بنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قال لا یسمعن ھذا احد منک ؛

ذکوان معاویہ کا غلام بیان کرتا ہے کہ ایک دفعہ معاویہ نے کہا میں نہیں جانتا کہ ان دونوں لڑکوں (حضرات حسنین علیہم السلام) کو کس نے جناب رسالتمآب صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بیٹے قرار دیا ہے انکو تو علی علیہ السلام کا بیٹا کہنا چاہیئے ذکوان کا بیان ہے کہ اسکے بعد مجھکو معاویہ نے دفتر میں اپنے بیٹوں کے نام لکھنے کا حکم دیا میں نے اسکے بیٹے اور پوتوں کا نام لکھا اور نواسوں کا نام (قصداً) چھوڑ دیا۔ اور وہ فہرست معاویہ کے پاس لے گیا معاویہ اُس کاغذ کو دیکھکر کہنے لگا تو میری بیٹی کے بیٹوں کا نام درج کرنا بھول گیا میں نے کہا وہ کون ہیں معاویہ نے کہا آیا میری بیٹی کے بیٹے میرے بیٹے نہیں ہیں میں نے کہا اللہ اکبر تیری بیٹی کے بیٹے تو تیرے بیٹے ٹھیریں اور جناب سیدہ علیہا السلام کے بیٹے آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بیٹے نہ قرار دیئے جائیں؛ معاویہ نے کہا چپ رہ؛ کہیں کوئی تجھ سے یہ بات نہ سن لے؛

ہم نے اتنے متواتر واقعات اپنے بیان کی تصدیق میں لکھدیئے ہیں جنکے بعد مجھکو کامل یقین ہے کہ پھر ہمارے بیان کو کسی دوسری تصدیق وتوثیق کی مطلق ضرورت نہیں رہی مگر تاہم اپنے ناظرین کے مزید اطمینان کے لئے صرف ایک حدیث کی اور نقل پر اکتفا کرتے

ہیں ان میں سب سے زیادہ آنحضرتؐ کے تاکیدی الفاظ مندرج ہیں وھو ہذا

عن عمر ابن الخطاب قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کل سبب ونسب ینقطع یوم القیامۃ الا سببی ونسبی وکل ولد ام فان عصبتھم لابیہم ماخلا ولد فاطمۃ علیہا السلام فانی انا ابوھم وعصبتھم (اخرجہ ابو صالح وابو نعیم فی الحلیۃ وابن سمان و المسلم فی المتابعات والدارقطنی والطبرانی فی الاوسط والبیہقی وابوالحسن المغازلی فی المناقب والدولابی فی الذریۃ الطاہرۃ :

عمر ابن الخطاب سے منقول ہے کہ فرمایا جناب رسولخدا نے کہ قیامت کے دن تمام رشتے اور قرابتیں منقطع ہو جائینگی سوا میرے رشتہ اور میری قرابت کے اور ہر ایک ماں کے بیٹوں کیلئے عصبہ باپ کی جانب سے ہوتا ہے بجز اولاد فاطمہ سلام اللہ علیہا کے کہ میں انکا باپ اور عصبہ ہوں اس حدیث کو علامہ ابو صالح نے اور حافظ ابونعیم نے حلیۃ الاولیا میں اور ابن سمان نے اور امام مسلم نے باب المتابعات میں اور علامہ دارقطنی نے اور امام طبرانی نے معجم الاوسط میں اور امام ابوالحسن مغازلی نے مناقب میں اور امام بیہقی نے اور علامہ دولابی نے کتاب الذریۃ الطاہرہ میں اپنے اپنے معتبر اسناد سے درج کیا ہے :

بہرحال ان معتبر اور مستند احادیث کے سوا نصوص قرآنی نے اس مسئلہ کو طے کر دیا ہے کہ ان حضرات کا تعلق جناب رسولخدا کے ساتھ ایسا ہی ہے جیسا باپ کا بیٹوں کے ان کی اولاد آل اہلبیت۔ ذریت۔ عترت۔ اصلاب و اعقاب غرض جو جو الفاظ جناب رسالتمآبؐ کے بعد انکی اولاد و اعقاب پر صادق آتے ہوں وہ سب جائز طور سے جناب سیدہ سلام اللہ علیہا کی اولاد کے ساتھ لازم و ملزوم ہیں اگر تمام ثبوت سے صریح چشم پوشی فرمائی جائے تو ایک آیہ مباہلہ کی شان نزول ایسی مستحکم حجت اور دلیل معقول ہے جس کے آگے پھر کسی تحریر و تقریر کو مطلق گنجایش نہیں ہے ہم نے ابھی ابھی یحییٰ ابن یعمر کے واقعے میں لکھا ہے کہ حجاج نے فرمایش کی تھی کہ سوائے آیۂ مباہلہ کے کوئی دوسرا آیہ قرآنی دلیل کے لئے پیش

کیا جائے اس سے معلوم ہوگیا کہ حجاج اس آیہ کے تمام مطالب و مقاصد کو پورے طور سے جانتے تھے اور اسکے اسباب نزول وغیرہ کے تمامی واقعات پر اسکو کامل عبور تھا مگر بنی اُمیہ کی کورانہ تقلید اور فضایل اہلبیت کے پوشیدہ رکھے جانے کی تاکید تشدید اُسکو امر حق کے اظہار سے مانع تھی تاہم ایک حجاج پر کیا منحصر ہے اس جیسے ہزاروں نے شروع سالہ سے لیکر چوتھی صدی کے نصف تک اس طبقۂ کرام کے نام مٹانے اور انکے فضایل و مناقب چھپانے میں اپنی جانیں کھپا دیں مگر انکے فضل و مراتب آج تک مثل آفتاب عالمتاب روشن و تنویر ہیں مرزا دبیر مرحوم لکھنوی سے حقا کہ آل پاک رسولِ اُمم مٹتیں ؛ قرآں مٹے کسی کے مٹائے تو ہم مٹیں ؛ اس وقت بھی بلشمار تصنیفات و تالیفات ہماری پیش نظر ہیں جنہوں نے اس مقدس طبقہ سے کوئی سروکار قائم نہیں رکھا ہے بلکہ بخلاف اس کے دوسرے لوگوں کو مناقب و محامد کے اعتبار سے اُن پر ترجیح دی ہے مگر جب ہم انکی ان تصنیفات و تالیفات سے اغیار کے فضایل کا موازنہ اور مقابلہ کرنے بیٹھتے ہیں تو پھر انہیں حضرات کے اوصاف و محامد کے پلے کو مقابل سے دو چند و سہ چند پاتے ہیں سے والفضل ما شہدت بہ الاعداء اصل شرافت یہی ہے جس کا مخالف بھی اقرار کرے ؛ وھذا فضل اللہ یؤتیہ من یشاء واللہ ذو فضل عظیم ؛

حضرت امام حسنؑ اور محبت رسولؐ

اس میں تو شک نہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کو جناب سیدہ سلام اللہ علیہا کی ذات بابرکات کیسی غنیمت معلوم ہوتی ہوگی خصوصاً اُس وقت میں جب آپ کی تمام اولاد جو وقتاً فوقتاً ضائع ہو چکی تھیں آپ کی آنکھوں کے سامنے گھومتی ہونگی جناب رسالتمآب کے ان خیالوں کا اندازہ صرف الفاطمۃ بضعۃ منی سے پورے طور سے ہوسکتا ہے پھر ایسے شفیق باپ کے آگے اور اُسکی حسرت بھری آنکھوں کے سامنے اس بضاعت کی

بضاعت اور اس پارۂ جگر کے پارہ جگر کتنے ع . پر معلوم ہوتے ہونگے جہاں ایسی اُلفت اور محبت کی وجہیں قائم ہوں اور جہاں ایسے تعلقات اور اتحاد کے ذریعے مستحکم ہوں وہاں اشفاق وخلوص سے بحث بیکار اور محض فضول ہے ؛

جناب جسکو سب سے پہلے جناب سیّدہ اور جناب علیؑ مرتضیٰ کے بعد دامن رسُول میں پرورش پانے کا شرف حاصل ہوا ہے ؛ وہ جناب امام حسنؑ مجتبیٰ علیہ التحیۃ والثنا ہیں اُس وقت میں کنار رسُول کی زینت ہیں تو یہی اور آغوش بتولؑ کی رونق ہیں تو یہی ؛ ہمارے سامنے اسوقت کثرت سے وہ واقعات موجود ہیں جن سے جناب رسالتمآب صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نہایت درجہ کے اشفاق وعنایات ؛ محبت واُلفت کے کامل ثبوت ملتے ہیں جنکی تمام وکمال نقل پر اگر ہم جرأت کریں تو ہم کو پورا یقین ہے کہ ہم کو اپنے مدعائے تالیف سے علیحدہ ہو کر خصائص کے پورے مضامین لکھنے کے لئے پوری مجبوری ہو جاوے گی اسلئے ہم اُن میں سے صرف چند واقعات کو اپنے سلسلۂ بیان میں ترتیب دیتے ہیں جس سے ہمارے مدعائے تالیف کی پوری توضیح اور کامل تصدیق ہو جاوے گی ؛

جناب رسالتمآبؐ کی کوئی صحبت ؛ کوئی محفل اور کوئی مجلس ایسی نہیں ہوتی تھی جس میں آپ کی آغوش مبارک حضرات حسنینؑ علیہم السلام سے خالی رہتی ہو یا آپ کا کوئی زمانہ اور کوئی وقت ایسا نہیں گذرتا تھا جس میں انکا ذکر خیر نہ آتا ہو شاید ان کا ایک لمحہ بھی آپ کی نظروں سے اوجھل ہو جانا آپ کو گوارا نہ ہوتا تھا گھر سے مسجد تک آنے میں دیر ہوئی آنحضرت کی خاطر مبارک میں ہزاروں قسم کے اضطراب کا ہجوم ہو گیا اگر ان کے چہرہ پر کسی قسم کے حزن وملال کا نشان پایا گیا تو فوراً دل بے چین ہو گیا اگر ایک آنسو بھی انکی آنکھوں سے ٹپک پڑا تو قیامت ہو گئی اگر طبیعت کی ناسازی یا کسی قسم کی شکایت سنی گئی تو پھر جناب رسُولخدا کو تاوقتیکہ انکی صحت کا مژدہ نہ سُن لیں آرام وسکون کہاں چنانچہ علامہ ابن سعد تحریر فرماتے ہیں ؛ عن عبداللہ ابن زبیر قال اشبہ اھل النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بہ واحبھم

الیہ الحسن ابن علی علیہم السلام عبداللہ ابن زبیر کہتے ہیں کہ امام حسن علیہ السلام اپنے گھر والوں میں سب سے زیادہ آنحضرتؐ کے ساتھ مشابہ تھے اور اپنے گھر والوں میں سب سے زیادہ آنحضرتؐ کو پیارے تھے

قلبی تعلقات کو طبیعات انسانی میں بہت بڑا دخل ہے اور یہ ایک مسلم امر ہے جو ہمارے کسی بیان کا محتاج نہیں ہے اور اسکا ظہور فطرتاً انسان کی تمام عادات و سکنات سے ہوتا ہے اکثر موقع پر یہ امر مشاہدات سے ثابت ہو چکا ہے کہ انسان کی طبیعتوں میں اکثر ایسی بھی طبیعتیں ہوتی ہیں جنپر ان تعلقات کا اثر یکساں محسوس نہیں ہوتا اس وجہ سے کسی پر انکا اثر کم اور کسی پر انکا اثر زیادہ ہوتا ہے مگر جب ہم ان معاملات میں جناب رسالتمآبؐ کے اشفاق و محبت کا اندازہ ان واقعات سے کرتے ہیں تو ہم کو یہ امر پورے طور سے ثابت ہوتا ہے کہ ان تعلقات میں آپ کا شمار بھی اُنہیں طبیعتوں کے ساتھ ضرور ہے جنکی فطرت میں مبدء فیض نے اپنی ذریت اپنی آل اور اپنے بچوں کی محبت نہایت مفرط درجہ کے ساتھ ودیعت فرمائی ہے؛

اب ہم اپنے اس بیان کے ثبوت میں ذیل کے چند واقعات قلمبند کرتے ہیں علامہ ابو حاتم تحریر فرماتے ہیں عن ابو ھریرۃ قال دخل التمیمی الاقرع بن حابس علی النبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم فراٰہ یقبل اما حسنا و اما حسینا فقال تقبلھما ولی عشرۃ من ولد من قبلت واحد فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم انہ من لا یرحم لا یرحم ابوہریرہ سے منقول ہے کہ اقرع ابن حابس تمیمی جناب رسالتمآب صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں آیا آپ کو دیکھا کہ کبھی جناب امام حسنؑ علیہ السلام کے بوسے لیتے ہیں اور کبھی جناب امام حسین علیہ السلام کے اُس نے عرض کی کہ آپ ان دونوں کو بار بار بوسہ دیتے ہیں اور باوجودیکہ میرے دس بچے ہیں اور میں نے ان میں سے کسی ایک کو بھی نہیں چوما تا آنحضرتؐ نے فرمایا جو رحم نہیں کرتا وہ رحم نہیں کیا جاتا۔

ابوہریرہ کی روایت کے بعد اب ہم انس ابن مالک سے بھی اسی کے ایسے واقعات ذیل میں لکھتے ہیں جو ہمارے بیان کی کامل تصدیق کرتے ہیں؛ علامہ ساوی اور علامہ

ابن ابی الفراتی فرماتے ہیں:عن انس ابن مالک قال کتب النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لرجل عہداً فدخل لرجل لیسلم علی النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وھو یصلی فرای الحسن والحسین یرکبان علی عنقہ مرۃ یرکبان علی ظہرہ مرۃ ویمران بین یدیہ وخلفہ فلما فرغ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قال لہ الرجل ما یقطعان الصلوٰۃ فغضب النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وقال ناولنی عہدک فاخذتہ فمزقہ قال من لم یرحم صغیرنا ولم یوقر کبیرنا فلیس منا ولا انا منہ

انس ابن مالک سے مروی ہے کہ آنحضرتؐ نے ایک شخص کے واسطے خط لکھا تھا وہ آپ کے حضور میں سلام کے لیئے حاضر ہوا آنحضرتؐ اُس وقت نماز میں مشغول تھے اُس شخص نے دیکھا کہ جناب حسنین علیہم السلام کبھی آپکی گردن مبارک پر اور کبھی آپ کی پشت مقدس پر سوار ہو جاتے ہیں اور آگے پیچھے سے ہو کر گذر جاتے ہیں؛ جب آنحضرتؐ نماز سے فارغ ہوئے تو اُس شخص نے کہا کہ ان لڑکوں نے آپ کی نماز کو کیسا خراب کیا ہے آنحضرتؐ نے نہایت طیش میں آکر اُس شخص سے فرمایا کہ اپنا خط ہمیں دے اور اُس سے وہ خط لیکر پھاڑ ڈالا اور ارشاد کیا کہ جو ہمارے چھوٹوں پر رحم نہیں کرتا اور ہمارے بڑوں کی عزت نہیں کرتا وہ ہمارا نہیں ہے اور نہ ہم اُس کے ہیں؛

دوسرا واقعہ خادم انس ابن مالک سے متعلق ہے امام طبرانی معجم الکبیر میں تحریر فرماتے ہیں؛ عن انس ابن مالک قال بینما رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مارا قد فی بیوتہ علی قفاہ اذ جاء الحسن علیہ السلام یدرج حتی قعد علی صدر رسول اللہ فمنعتہ فقال ویحک یا انس دع ابنی وثمرۃ فوادی فان من اذا ھذا فقد اذانی ومن اذانی فقد اذی اللہ ثم دعا رسول اللہ الماء فصبہ علی البول صبا آنس ابن مالک سے منقول ہے کہ ایک دفعہ جناب رسولخدا اپنے گھر میں پیٹھ کے بل سو رہے تھے ناگہان حضرت امام حسن علیہ السلام تشریف لائے اور سرکتے ہوئے جناب رسالتمآب صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سینۂ مطہر پر بیٹھ گئے میں نے انکو روکا پس آنحضرتؐ نے فرمایا؛ افسوس ہے تجھ پر اے انس میرے بیٹے اور میرے دل کے

پھل کو چھوڑ دے جس نے اسکو ایذا دی اُس نے مجھکو ایذا دی اور جس نے مجھکو ایذا دی اُس نے خدا کو ایذا دی پھر آنحضرتؐ نے پانی منگا کر انکا بول دھو ڈالا؛

آنس ابن مالک سے اسلامی دُنیا میں کون واقف نہیں آنحضرتؐ کی مختلف خدمتیں اُنکے متعلق تبلائی جاتی ہیں خادم خاص تو سب لکھتے ہیں بعضوں نے حاجب لکھا ہے بعضوں نے خوشبودار اور بعضوں نے ذاتی مصارف کا تحویلدار؛ غرض آنحضرتؐ کی ہر ذاتی خدمات پر مشرف تبلائے جاتے ہیں اور باعتبار ان خدمات کے ان پر آنحضرتؐ کی عنایات کا ایک درجہ تک مبذول رہنا بھی قریب العقل ہے مگر ان تعلقات کے مقابلہ میں انکے محاسن خدمات اپنا کوئی اثر اور اپنی کوئی وقعت بھی قائم نہ رکھ سکے اور حقیقت میں انس نے جناب امام حسن علیہ السلام کو صرف اس خیال سے منع فرمایا تھا کہ آپ کے موجودہ خواب استراحت میں خلل نہ آوے نہ انکو مارا تھا نہ گھر کا تھا نہ ڈرایا تھا اور نہ دھمکایا اور کسی ایذا رسانی کے باعث ہوئے تھے مگر صرف انکی بچپن کی خواہشوں کو نکلنے سے روکا تھا اور اتنی ہی خفیف تہدید بھی ان کے لئے آنحضرتؐ کی بہت بڑے عتاب کا باعث ہو گئی آنحضرتؐ کے دل میں اپنے ان پارہ ہائے جگر کی محبت و اُلفت ایسی ہی مفرط درجہ پر تھی جس کے مقابلہ میں کسی معمولی سے معمولی اختلاف اور ملال سے ملائم شدت بھی آپ کی طبع عالی پر سخت گراں گزرتی تھی ان واقعات کو لکھکر اب ہم دو چار اور ایسے واقعات لکھے دیتے ہیں جو کامل طور سے آنحضرتؐ کے اُن دلی تعلقات اور قلبی جذبات کو جو آپ کو اپنے پارہ ہائے جگر کے ساتھ حاصل تھے نہایت وضاحت کے ساتھ ثابت کرتے ہیں؛

امام ترمذی اور امام نسائی اپنے اپنے صحاح میں اور امام طبرانی معجم میں لکھتے ہیں؛

عن اسامة ابن زید ابن حارثة قال طرقت رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه واٰله وسلّم لیلة لبعض الحاجة فخرج وھو مشتمل علی شیٔ ولا ادری ما ھو فلما فرغت من حاجتی قلت ما ھذا الذی انت مشتمل علیه فکشف فاذا الحسن والحسین علیھم السلام فقال ھٰذا ابنای وابنا بنتی اللّٰھم انک تعلم انی احبھما فاحبھما

آسامہ بن زید سے روایت ہے کہ میں ایک رات کو اپنی ایک ضرورت کے لئے جناب رسالتمآب صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ کے حجرہ کی زنجیر کھٹکھٹائی آنحضرت برآمد ہوئے آپ کی گود میں کوئی چیز معلوم ہوتی تھی میں نہیں جانتا تھا کون چیز ہے جب میں اپنی ضرورت کو عرض کر چکا تو میں نے عرض کیا یا رسول اللہ حضور کے آغوش مطہر میں کیا چیز ہے آنحضرت نے اپنی ردا کو اُٹھا دیا میں نے دیکھا کہ حضرات حسنین علیہم السلام آپکی گود میں ہیں پھر آپ نے ارشاد فرمایا یہ میرے بیٹے اور میری بیٹی کے بیٹے ہیں اے خدا تو جانتا ہے کہ میں انکو پیار کرتا ہوں تو بھی ان کو پیار کر۔

ذخائر العقبیٰ میں ذیل کا واقعہ اُس کے قابل اعتبار مولف نے تحریر فرمایا ہے جسکی اصلی عبارت یہ ہے۔ عن ابی ھریرہ قال لا ان احب ھذا الرجل یعنی الحسن ابن علے علیہ السّلام بعد ما رأیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یصنع بہ ما یصنع بغیرہ قال رأیت الحسن فی حجرۃ النبی وھو یدخل اصابعہ فی لحیۃ والنبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یدخل لسانہ فی فمہ ثم یقول اللّھمّ انی احبہ فاحبہ ابو ہریرہ کا بیان ہے کہ میں اُسوقت سے اُس مرد معظم امام حسن کو دوست رکھتا ہوں جب سے میں نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو آپ کے ساتھ ایسا پیش آتے دیکھا ہے کہ اُس کے سوا کسی دوسرے سے پیش آتے نہیں دیکھا میں نے آنحضرت کی گود میں انکو دیکھا ہے کہ یہ آنحضرت کی ریش مبارک میں اپنی انگلیاں ڈالتے ہیں اور حضور اپنی زبان مطہر کو اُن کے منہ میں دیکر فرماتے ہیں کہ اے پروردگار میں اسے پیار کرتا ہوں تو بھی اُسے پیار کر۔ یہ روایت صواعق محرقہ اور اسعاف الراغبین میں بھی ہے۔

علامہ ابن سعد اس واقعہ کو یوں لکھتے ہیں

عن ابی سلمہ ابن عبد الرحمٰن قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یدلع لسانہ للحسن فاذ رای الصبی حمرۃ اللسان یھش الیہ ابی سلمہ ابن عبد الرحمٰن سے مروی ہے کہ آنحضرت امام حسنؑ کو

میں لئے اپنی زبان دہن مبارک سے باہر نکالتے تھے اور جب وہ معصوم زبان مبارک کی سُرخی کو دیکھتا تھا تو اُسکی جانب جھک پڑتا تھا۔

امام بخاری اور امام مسلم نے اپنی صحاح میں اور امام احمد حنبل نے مناقب میں اور ابن ماجہ نے اپنی صحیح میں اور ابو یعلی نے اپنی مسند میں ذیل کا واقعہ لکھا ہے۔

عن ابوھریرۃ قال خرجت مع رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وآلہ وسلم فی طائفۃ لا یکلمنی ولا اکلمہ حتی جاء سوق بنی قینقاع ثم انصرف حتی اتی خباء فاطمۃ علیہا السلام فقال ثم لکع یعنی حسنا فظننا انہ انما تحبسہ امہ لان تغسلہ وتلبسہ سخابا فلم یلبث ان جاء یسعی حتی اعتنق کل واحد منہما صاحبہ فقال رسول اللّٰہ اللّٰھم انی احبہ فاحبہ واحب من احبہ ابو ہریرہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ میں ایک جماعت کے ساتھ نزدیک ہوکر آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ باہر نکلا نہ آپ مجھ سے بات کرتے تھے اور نہ میں آپ سے باتیں کرتا تھا یہان تک کہ بازار بنی قینقاع کے اندر آپ تشریف لے گئے اور پھر وہان سے لوٹے تو جناب سیدہ سلام اللہ علیہا کے گھر میں رونق افروز ہوئے اور پوچھا کیا لڑکا یہیں ہے یعنی حسن علیہ السلام یہیں ہیں۔

ہم لوگون نے گمان کیا کہ شاید ان کی مان اُنہیں پکڑے ہیں اور نہلا رہی ہیں یا نہلا کر کپڑے بدلوا رہی ہیں کچھ دیر نہیں گذری تھی کہ جناب امام حسن علیہ السلام تشریف لائے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سینہ مبارک سے لپٹ گئے اور دونوں نے ایک دوسرے کو اپنے سینے سے چمٹا لیا اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اے پروردگار میں اسے پیار کرتا ہون تو بھی اسے پیار کر اور اسے بھی پیار کر جو اسے پیار کرے اس کے علاوہ امام نسائی اپنے صحیح میں امام احمد حنبل اپنے مناقب میں امام حاکم مستدرک میں امام طبرانی معجم میں اور امام بغوی اور علامہ بیہقی اپنی اپنی تصانیف میں لکھتے ہیں۔

عن عبد اللّٰہ ابن شداد ابن الھاد عن ابیہ قال خرج رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وآلہ وسلم

اسامہ بن زید سے روایت ہے کہ میں ایک رات کو اپنی ایک ضرورت کے لئے جناب رسالتمآب صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ کے حجرہ کی زنجیر کھٹکھٹائی آنحضرت برآمد ہوئے آپ کی گود میں کوئی چیز معلوم ہوتی تھی میں نہیں جانتا تھا کون چیز ہے۔ جب میں اپنی ضرورت کو عرض کرچکا تو میں نے عرض کیا یا رسول اللہ حضور کے آغوش مطہر میں کیا چیز ہے آنحضرت نے اپنی ردا کو اُٹھا دیا میں نے دیکھا کہ حضرات حسنین علیہم السلام آپکی گود میں ہیں پھر آپ نے ارشاد فرمایا یہ میرے بیٹے اور میری بیٹی کے بیٹے ہیں اے خدا تو جانتا ہے کہ میں انکو پیار کرتا ہوں تو بھی ان کو پیار کر۔

ذخائر العقبیٰ میں ذیل کا واقعہ اُس کے قابل اعتبار مولف نے تحریر فرمایا ہے جسکی اصلی عبارت یہ ہے۔ عن ابی هریرة قال لا ان احب هذا الرجل یعنی الحسن ابن علی علیه السلام بعد ما رأیت رسول الله صلی الله علیه واله وسلم یصنع به ما یصنع بعزة قال رأیت الحسن فی حجرة النبی وهو یدخل اصابعه فی لحیة والنبی صلی الله علیه واله وسلم یدخل لسانه فی فمه ثم یقول اللهم انی احبه فاحبه ابو ہریرہ کا بیان ہے کہ میں اُسوقت سے اُس مرد یعنی امام حسنؑ کو دوست رکھتا ہوں جب سے میں نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو آپ کے ساتھ ایسا پیش آتے دیکھا ہے کہ اُس کے سوا کسی دوسرے سے پیش آتے نہیں دیکھا میں نے آنحضرت کی گود میں انکو دیکھا ہے کہ یہ آنحضرت کی ریش مبارک میں اپنی انگلیاں ڈالتے ہیں اور حضور اپنی زبان مطہر کو اُن کے منہ میں دیکر فرماتے ہیں کہ اے پروردگار میں اسے پیار کرتا ہوں تو بھی اُسے پیار کر۔ یہ روایت صواعق محرقہ اور اسعاف الراغبین میں بھی ہے۔

علامہ ابن سعد اس واقعہ کو یوں لکھتے ہیں

عن ابی سلمة ابن عبد الرحمن قال کان رسول الله صلی الله علیه واله وسلم یدلع لسانه للحسن فاذا رای الصبی حمرة اللسان یهش الیه ابی سلمہ ابن عبد الرحمن سے مروی ہے کہ آنحضرت امام حسنؑ کو گود

میں لئے اپنی زبان دہن مبارک سے باہر نکالتے تھے اور جب وہ معصوم زبان مبارک کی سُرخی کو دیکھتا تھا تو اُسکی جانب جھک پڑتا تھا؛

امام بخاری اور امام مسلم نے اپنی صحاح میں اور امام احمد حنبل نے مناقب میں اور ابن ماجہ نے اپنی صحیح میں اور ابو یعلی نے اپنی مسند میں ذیل کا واقعہ لکھا ہے۔

عن ابو هريرة قال خرجت مع رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم فى طائفة لا يكلمنى ولا اكلمه حتى جاء سوق بنى قنيقاع ثم انصرف حتى اتى خباء فاطمة عليها السلام فقال ثم لكع يعنى حسنا فظننتنا انه انها تحبسه امه لان تغسله وتلبسه سخابا فلم يلبث ان جاء يسعى حتى اعتنق كلوا احدا منهما صاحبه فقال رسول الله اللهم انى احبه فاحبه واحب من احبه ابو ہریرہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ میں ایک جماعت کے ساتھ نزدیک ہو کر آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ باہر نکلا نہ آپ مجھ سے بات کرتے تھے اور نہ میں آپ سے باتیں کرتا تھا یہان تک کہ بازار بنی قنیقاع کے اندر آپ تشریف لے گئے اور پھر وہان سے لوٹے تو جناب سیدہ سلام اللہ علیہا کے گھر میں رونق افروز ہوئے اور پوچھا کیا لڑکا یہیں ہے یعنی حسن علیہ السلام یہیں ہیں؛
ہم لوگوں نے گمان کیا کہ شاید ان کی ماں اُنہیں پکڑے ہیں اور نہلا رہی ہیں یا نہلا کر کپڑے بدلوا رہی ہیں کچھ دیر نہیں گذری تھی کہ جناب امام حسن علیہ السلام تشریف لاگئے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سینۂ مبارک سے لپٹ گئے اور دونوں نے ایک دوسرے کو اپنے سینے سے چمٹا لیا اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اے پروردگار میں اسے پیار کرتا ہوں تو بھی اسے پیار کر اور اسے بھی پیار کر جو اسے پیار کرے
اس کے علاوہ امام نسائی اپنے صحیح میں امام احمد حنبل اپنے مناقب میں امام حاکم مستدرک میں امام طبرانی معجم میں اور امام بغوی اور علامہ بیہقی اپنی اپنی تصانیف میں لکھتے ہیں؛
عن عبد الله ابن شداد ابن الهاد عن ابيه قال خرج رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم

لصلوٰۃ العشاء وھو حامل حسنا فتقدم النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فوضعہ ثم کبر للصلوٰۃ فصلی فسجد بین ظھرانی فی الصلوٰۃ سجدۃ اطالھا قال انی رفعت فاذا صبی علی ظھر رسول اللہ وھو ساجد فرجعت الی سجودی فلما قضی رسول اللہ الصلوٰۃ قال الناس یا رسول اللہ انک سجدت بین ظھرانی صلوٰتک سجدۃ اطلتھا حتی ظننا انہ قد حدث امر او انہ یوحی الیک قال کل ذٰلک لم یکن ولٰکن ابنی ھٰذا ارتحلنی فکرھت ان اعجلہ حتی یقضی حاجتہ

عبداللہ ابن شداد ابن ہاد اپنے والد سے ناقل ہیں کہ ایک دفعہ جناب رسولخدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم عشا کی نماز کے لئے برآمد ہوئے اور جناب امام حسن علیہ السلام کو اٹھائے ہوئے تھے انکو زمین پر بٹھا کر حضور نے تکبیر کہی اور نماز شروع کی جب نماز میں سجدہ کو گئے تو اسکو طول دیا میرا باپ کہتا ہے کہ میں نے سر اٹھایا کیا دیکھتا ہوں کہ جناب امام حسن علیہ السلام جناب رسالتمآب کی پشت پر سوار ہیں اور آپ سجدہ میں مصروف ہیں جب آپ نماز ادا کر چکے تو لوگوں نے عرض کی یا رسول اللہ آج آپ نے نماز کے دوسرے سجدہ کو یہاں تک طول دیا کہ ہمیں گمان ہوا کہ کوئی امر حادث ہوا ہے یا وحی الٰہی نے نزول فرمایا ہے آپ نے فرمایا ان میں سے کوئی بات نہیں ہے لیکن یہ میرا بیٹا میری پشت پر سوار ہو گیا تھا مجھے برا معلوم ہوا کہ میں اُسے جلدی سے اُتار دوں جب تک کہ اس کی آرزو پوری نہ ہولے؛

امام احمد حنبل نے مناقب میں دوسری عبارت میں بھی اس واقعہ کو لکھا ہے؛ ہم اُسکو بھی ذیل میں درج کرتے ہیں؛ عن ابی ھریرۃ قال کنا نصلی مع النبی صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم العشاء فاذا سجد واثب الحسن والحسین علی ظھرہٖ فاذا رفع راسہ اخذھما بیدہٖ من خلفہ اخذا رفیقا فیضعھما علی الارض فاذا عاد عادا حتی قضی صلوٰتہ فاقعدھما علی فخذھما ابوہریرہ کا بیان ہے کہ ایک دفعہ ہم آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ عشا کی نماز پڑھتے تھے؛ جب آنحضرتؐ نے سجدہ کیا تو حضرات

حسنین علیہم السلام حضور کی پشت مبارک پر سوار ہو گئے جب آپ نے سر اٹھایا تو ان دونوں صاحبزادوں کو آہستہ اپنے پیچھے سے اتار کر نیچے اتار دیا اور جب پھر حضور سجدہ میں گئے تو پھر وہ دونوں صاحبزادے حضور کی پشت مبارک پر سوار ہو گئے یہاں تک کہ آنحضرت نے اپنی نماز کو ادا فرمایا اور ان دونوں صاحبزادوں کو اپنے زانو پر بٹھا لیا؛

امام نسائی حافظ دمشقی علامہ دیلمی اور علامہ ابن سری نے اسی جیسا اور ایک واقعہ لکھا ہے جسکو ہم ذیل میں انکی اصلی عبارت میں نقل کرتے ہیں؛

عن عبد اللہ ابن مسعود قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم یصلی والحسن والحسین موثبان علی ظہرہ فیباعدھما الناس فقال صلی اللہ علیہ والہ وسلم دعوھما بابیھما وامی من احبنی فلیحب ھذین عبد اللہ ابن مسعود فرماتے ہیں کہ جناب رسالتمآب نماز پڑھا کرتے تھے اور جناب حسنین علیہم السلام آپ کی پشت مبارک پر کود اکرتے تھے ایک دفعہ ان کو ان لوگوں نے ہٹا دیا آنحضرت نے فرمایا کہ انکو چھوڑ دو میرے ماں باپ ان پر تصدق ہوں جو کوئی مجھے پیار کرتا ہے اسکو چاہیئے کہ انکو بھی پیار کرے؛

امام ابو حاتم عبد اللہ ابن زبیر کے اسناد سے ذیل کا واقعہ تحریر کرتے ہیں؛

عن عبد اللہ ابن زبیر قال اشبہ اھل النبی بہ واحبھم الیہ الحسن ابن علی رایتہ یجیی وھو ساجد فیرکب رقبتہ اوقال ظہرہ فما ینزلہ حتی یکون ھو الذی ینزل ولقد رایتہ یجیی وھو راکع فیفرج بہ بین رجلیہ حتی یخرج من جانب الآخر (اخرجہ ابن سعد)

عبد اللہ ابن زبیر ناقل ہیں کہ امام حسن علیہ السلام آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سب گھر والوں سے زیادہ مشابہ تھے اور سب گھر والوں سے آنحضرت کو زیادہ پیارے تھے میں نے انکو دیکھا ہے کہ وہ آتے اور آنحضرت سجدہ میں ہوتے تو امام حسن حضور کی گردن پر یا پشت اطہر پر سوار ہو جاتے اور جب تک کہ وہ خود نہ اترتے حضور انکو نہ اتارتے

اور دیکھا میں نے کہ وہ تشریف لائے اور آنحضرتؐ نے حالتِ رکوع میں اپنے دونوں پاؤں پھیلا دیئے اور وہ ایک طرف سے گھسے اور دوسری طرف سے نکل گئے؛

امام بخاریؒ امام مسلمؒ امام ترمذی نے صحاح میں اور امام حاکم نے مستدرک میں عبداللہ ابن عباسؓ سے ذیل کا واقعہ لکھا ہے عن ابن عباس کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حامل الحسن ابن علی علیہم السّلام علی عاتقہ فقال رجل نعم المرکب رکبت یا غلام فقال النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ونعم الراکبھما عبداللہ ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ ایک دفعہ جناب رسولخدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم حسن ابن علی علیہم السلام کو اپنے کاندھے پر سوار کئے ہوئے تھے کہ اس اثنا میں ایک شخص نے کہا کہ اے صاحبزادے تمہارا یہ مرکب کیسا اچھا ہے آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا یہ سوار بھی تو عمدہ ہے؛

امام نسائی نے جابر ابن عبداللہ الانصاری کی اسناد سے بھی علیحدہ اس روایت کو لکھا ہے مگر فرق اتنا ہے کہ اوپر کی عبارت میں مرکب کا لفظ ہے اور اس میں جمل کا لفظ مندرج ہے؛

یہاں تک تو عموماً وہ واقعات تھے جو مخصوص عبادت الٰہی کی محویت کے اوقات میں بھی آنحضرتؐ کے ان قلبی تعلقات کو کامل طور سے ثابت کرتے ہیں اب ہم طاعتِ الٰہی کی مصروفیت اور مشغولیت کے علاوہ آپ کے دوسرے مشاغل کی محویت میں بھی ان کے کامل احساس کو ذیل کے واقعات سے بیان کرتے ہیں؛

امام احمد حنبل مناقب میں امام نسائی صحیح میں ابن ماجہ اور ابی داؤد اپنے اپنے سنن میں امام مالک مستدرک میں اور ابن حبان تحریر فرماتے ہیں؛ عن بریدہ قال کان النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یخطب اذا جآء الحسن والحسین علیہم السلام قمیصان احمران یمشیان ویعثران فنزل بی رسول اللہ من المنبر فحملھما ووضعھما بین یدیہ قال صدق اللہ ورسولہ انما اموالکم واولادکم فتنۃ نظرت الی ھذین الصبیین یمشیان ویعثران فلم اصبر

حتی قطعت حدیثی و رفعتہما بریدہ سے مروی ہے کہ ایکبار جناب رسولخدا خطبہ فرمارہے تھے کہ جناب حسنین سرخ کرتے پہنے گرتے پڑتے تشریف لائے آنحضرتؐ انکو دیکھکر کھڑے ہو گئے اور منبر سے نیچے اتر آئے انکو اٹھالیا اور اپنے سامنے بٹھالیا پھر فرمایا کہ اللہ اور اللہ کے رسولؐ نے سچ کہا ہے کہ سوا اس کے نہیں کہ تمہارے مال اور تمہاری اولاد فتنہ ہیں میں نے ان لڑکوں کو گرتے پڑتے دیکھا اور مجھ میں صبر نہ رہا یہانتک کہ میں نے اپنی بات کو کاٹ دیا اور ان دونوں کو اٹھالیا۔

امام بخاری اپنی صحیح میں لکھتے ہیں عن براء ابن عازب قال رایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم والحسنؑ ابن علیؑ علی عاتقہ وھو یقول اللّٰھم انی احبہ فاحبہ

براء ابن عازب کہتے ہیں کہ میں نے دیکھا آنحضرت صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کو کہ جناب امام حسن علیہ السلام آپ کے کاندھے پر سوار ہیں اور آپ فرماتے ہیں کہ پروردگار میں اسے پیار کرتا ہوں تو بھی اسے پیار کر۔ احمد ابن حنبل یحیی ابن کثیر اور سفیان ابن عیینہ کے اسناد کہ

اصابہ ابن حجر عسقلانی

میں علامہ ابن حجر عسقلانی تحریر کرتے ہیں:

عن ابی ھریرۃ قال خرج علینا رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ومعہ حسنؑ و حسینؑ ھذا علی عاتقہ وھذا علی عاتقہ وھو یلثم ھذا مرۃ و ھذا مرۃ حتی انتھی الینا فقال من احبھما فقد احبنی ومن ابغضھما فقد ابغضنی۔

ابوہریرہ سے منقول ہے کہ باہر تشریف لائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اور حسنؑ اور حسینؑ علیہما السلام آپ کے ساتھ تھے ایک شانے پر یہ اور ایک شانے پر وہ اور آنحضرتؐ کبھی ان کا بوسہ لیتے تھے کبھی اُن کا۔ یہانتک کہ ہم لوگوں کے قریب آئے اور فرمایا کہ جو شخص دوست رکھے ان دونوں کو وہ ہمارا دوست ہے اور جو شخص دشمن رکھے انکو وہ ہمارا دشمن ہے۔

دوسری روائت میں لکھتے ہیں:-

عن عبد اللہ کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم یصلی فاذا سجد واثب الحسن والحسین

خطبہ کا پورا واقعہ لکھکر بعد اسکے آنحضرتؐ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قول اس عبارت میں نقل فرماتے ہیں:-

ثم قال ایھا النّاس ماولد الّا فتنہ لقد قمت الیھما و مامعی عقلی -

آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اولاد انسان کی فتنہ ہیں میں آپ کو کریان دیکھکر اُٹھ کھڑا ہوا حالانکہ میرے حواس میرے ساتھ نہ تھے:-

اتنے متعدد اور ایسے معتبر اور متواتر واقعات ہم نے علمائے کرام کی مختلف صحاح اور مسانید سے اپنے سلسلۂ بیان میں مندرج کردیئے ہم کو کامل یقین ہے کہ ان کو پڑھکر ہر شخص جو اپنے اہل وعیال کی ناگزیر محبّت و اُلفت کے ساتھ وابستہ ہے بخوبی اندازہ کرسکتا ہے کہ جناب رسالتمآب صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے اُن پارۂ جگر کے ساتھ کیسی گہری محبت اور مفرط اُلفت تھی اُنکی دلجوئی، دلداری، خوشنودی اور رضامندی کی خواہشوں کے سامانوں کو آنحضرتؐ اپنی تمام ضرورتوں پر ترجیح دیتے تھے جب فرائض خدا کی

حاشیہ بقیہ صفحہ ۳۷:- علی ظھرہٖ فاذا ارادوا ان یمنعوا ھما اشار الیھم ان دعوھما فاذا قضے الصّلوٰۃ وضعھما فی حجرہٖ فقال من احبنی فلیحب ھٰذین ولہ شاھد فی السنن وصحیح ابن خزیمۃ عن بریدہ وفی معجم البغوی نحوہ بسند صحیح عن شداد ابن الھاد

عبداللہ سے روایت ہے کہ رسوؐل اللہ نماز پڑھتے تھے پس جس وقت سجدہ کرتے تھے تو آپ کی پُشت پر حسنؑ وحسینؑ علیہما السلام سوار ہو جایا کرتے تھے اور جس وقت انکے منع کرنے کا لوگ ارادہ کرتے تھے تو آنحضرتؐ اُن لوگوں کی طرف اشارہ فرماتے تھے کہ انکو اسی حال پر چھوڑ دو پس جس وقت آپ نماز تمام فرماتے تھے تو دونوں صاحبزادوں کو گود میں لے کر فرماتے تھے کہ جو شخص دوست رکھے مجھکو پس دوست رکھے ان دونوں کو اور اس کا شاہد سنن میں ہے اور صحیح ابن خزیمہ بریدہ سے اور معجم بغوی میں مثل اسکے بسند صحیح شداد بن الہاد سے روایت ہے:-

ذخائر العقبیٰ میں ہے:- عن ابی ھریرۃ قال لا ازال احب ھٰذا الرجل یعنے

ادکارِیوں کا مخصوص اوقات بھی ان خیالوں سے خالی نہ رہا تو اور معمولی اوقات سے
بحث کرنا محض فضول ہے۔ میں نے نماز اور خطبوں کی عین مشغولیت میں بھی ان واقعات کو
مختلف طور سے لکھا ہے جس پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرتؐ نے ایسے وقتوں میں
صرف اپنے اُن پارہ ہائے جگر کی خواہشیں پورا کرنے کیلئے اپنے مقررہ ذکر عبادت میں معمول
سے زیادہ طول دیا ہے اور اپنے پیارے نواسوں کی دلی آرزوؤں کے پورا ہونے کے
لئے اتنا انتظار کیا ہے کہ مقتدیان کو کسی امر غیر معمولی کے یکایک واقع ہو جانے کا یا وحی
الہٰی کے نزول فرمانے کا پورا پورا گمان ہو گیا ؛
زمانہ کی بہت سی نکتہ چین طبیعتیں خصوصاً مخالفین اسلام کی وہ کم بیں جماعت جنکو مسائل
اسلام کی حقیقی خوبیوں کے سمجھنے کی آج تک توفیق ہی نہیں نصیب ہوئی ہے جناب
رسول اللہ صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کے ان قلبی تعلقات کی تفصیل کو پڑھکر دنیاوی علائق میں

الحسن ابن علیؑ لھا بعد رایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یصنع بہ
ما یصنع قال رایت الحسنؑ فی حجر النبیؐ ھو یدخل اصابعہ فی لحیۃ النبیؐ والنبی
صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم یدخل لسانہ فی فیہ ثم یقول اللّٰھم انی احبہ
ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ کہا اُنہوں نے ہمیشہ دوست رکھتا ہوں میں اس مرد کو یعنی حسنؑ ابن علیؑ
علیہ السلام کو اُس وقت کے بعد سے کہ دیکھا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کہ کرتے ہیں اُنکے
ساتھ وہ سلوک کہ کرتے ہیں۔ کہا ابو ہریرہؓ نے کہ میں نے دیکھا ہے حسنؑ کو گود میں رسول اللہ کی اُس حالت
میں کہ حسنؑ اپنی اُنگلیاں ریش مبارک رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم میں ڈالتے تھے اور رسول اللہ اپنی
زبان مبارک کو دہان حسن علیہ السلام میں دیتے تھے اور یہ فرماتے تھے کہ اے اللہ میں دوست رکھتا ہوں اسکو؛
صحیحین بخاری اور مسلم میں ہے؛ عن البراء قال رائیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
والحسن ابن علی علی عاتقہ وھو یقول اللّٰھم انی احبہ فاحبہ
براءؓ سے روایت ہے کہ کہا اُنہوں نے کہ دیکھا میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس حالت میں

اعتدال سے زیادہ مشغول شمار کریں گے اور ان واقعات زہد اور ترک علائق وغیرہ صفات انبیا علیہم السلام کے خلاف سمجھکر اپنے بے اصل اور فضول اعتراض پیش کریں گے ایسے لوگون کے ساکت کرنے کی لئے ہم دوستانہ اُن سے عرض کرتے ہیں کہ وہ ابھی ان ذوات مقدسہ کے ذاتی مدارج ومناقب کی اصلی معرفت حاصل کرنے کے لئے اپنے خدا سے دُعا مانگیں اگر انکو اس طبقۂ کرام علیہم السلام کی کچھ بھی معرفت ہوتی تو وہ پھر اُن کے ساتھ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے یہ اشفاق اور اُلفت ومحبّت دیکھکر خود سمجھ گئے ہوتے کہ انکی قدر ومنزلت اور ان کے ذاتی فضایل ومراتب ایسے ہی تھے کہ ان کے اظہار اور ان کی ادا کاریان بھی عبادت خدا کے اوقات میں شریک تھیں۔ اسکے علاوہ ہماری اعتراض کرنے والی جماعت ابھی سیر انبیا علی نبینا وعلیہم السلام اور فرائض ومناصب نبوت کے مفہوم ہی کو اچھی طرح نہیں سمجھی اور زُہد وترک علائق وغیرہ کے پورے مطالب ومقاصد تک پورے طور سے نہیں

کہ حسنؑ ابن علیؑ علیہما السلام آپ کی دوش مبارک پر ہیں اور آنحضرتؐ فرماتے ہیں کہ اے اللہ میں دوست رکھتا ہون اس کو پس تو بھی دوست رکھ اس کو۔

صواعق محرقہ واسعاف الراغبین میں بحوالہ حلیۃ الاولیائے حافظ ابو نعیم مندرج ہے:

عن ابی بکرہ قال کان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وآلہ وسلم یصلی بنا فیجیٔ الحسن رضی اللّٰہ عنہ وھو ساجد وھو اذاک وصغیر فیجلس علی ظھرہٖ ومرۃ علی رقبتہ فیرفعہ النبی صلی اللّٰہ علیہ وآلہ وسلم رفعا رفیقا فلما فرغ من الصلوٰۃ قالوا یا رسول اللّٰہ انا رایناک تصنع بھٰذا الصبی شیئا ما رایناک تصنعہ باحد فقال ان ھٰذا ریحانتی وان ھٰذا ابنی سید

ابو بکر سے مروی ہے کہ کہا انہون نے کہ ہمارے ساتھ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز پڑھتے تھے پس آتے تھے حسن علیہ السلام اس حال میں کہ آنحضرتؐ سجدے میں ہوتے تھے اور حسنؑ اس وقت کم سن تھے پس کبھی پشت مبارک پر بیٹھتے تھے اور کبھی گردن مبارک پر پس آنحضرتؐ ان کو نہایت آہستگی سے علیحدہ فرما دیتے تھے، جب آنحضرتؐ نماز سے فارغ ہوئے تو صحابہ نے عرض کی یا رسولؐ اللہ

پہنچی ہمارا یہ دعوے ہے کہ انہوں نے انبیا علیہم السلام کے حالات کو مطلق نہیں پڑھا
ہے اور ان کو ان حضرات کے واقعات سے کچھ بھی اطلاع نہیں ہے ہم کو انبیائے کرام
علےٰ نبینا وعلیہم السلام کے مقدس فہرست میں کسی خاصۂ خدا کا ایسا نام نہیں ملتا ہے جسکی
مقدس فطرت انسانی تعلقات کے اجزا سے خالی نظر آتی ہو اور ان میں کوئی خدا کا
برگزیدہ ایسا نہیں ملتا جو اہل وعیال کی محبت و الفت سے دنیا میں آکر وابستہ نہ ہوا ہو
جناب ابراہیم خلیل اللہ علےٰ نبینا وعلیہ السلام کے حالات پر نظر کرو یہ وہ مقدس
باپ ہے جس کے بیٹے جس کی ذریت اور جس کی اولاد ہونے کا اعزاز تمام انبیا کو حاصل
ہے دیکھو جناب اسحٰق علیہ السلام کے پیدا ہونے کی آرزو ان کے مقدس والدین کے
دل میں کس شدت سے تھی جناب اسحٰقؑ پر منحصر نہیں حضرت اسمٰعیل علےٰ نبینا وعلیہ السلام
کو ارض بابل سے مکہ معظمہ پہنچا دینے کا زمانہ یاد کرو خلیل اللہ کے دل پر انکی مفارقت
کا کیسا سخت صدمہ ہوا تھا وہ اسی سے ظاہر ہے کہ آپ اس وقت سے لیکر پھر جب تک
کہ جناب اسمٰعیلؑ پورے جوان نہ ہو لئے اور انکی معیشت کے تمامی اسباب بخوبی درست نہ ہو چکے
وہ کبیر السن شفیق باپ محبت پسری کے ناگزیر تقاضوں کے باعث برابر ارض بابل
سے مکہ معظمہ تک کی دور و دراز مسافتیں برابر طے کرتا رہا اور ان کے دیدار سے اپنے
دل اور اپنی آنکھوں کو ٹھنڈک پہنچاتا رہا جناب اسحٰقؑ کے صاحبزادے جناب یعقوبؑ
اور جناب یوسفؑ کے پورے حالات سے کون واقف نہیں ہے پھر اسی [illegible] سلسلہ
ابراہیمی میں جناب زکریا علےٰ نبینا وعلیہ السلام کے مشرح حالات پڑھو تو معلوم ہو کہ جناب زکریا کو
جناب زکریا کو کبیر السن ہو جانے کے وقت بھی اس نعمت اولاد کی حسرت جیسی کچھ دل سے
لگی تھی وہ رَبِّ لَا تَذَرۡنِي فَرۡدٗا وَّاَنۡتَ خَيۡرُ الۡوٰرِثِيۡنَ کے تمنا بھرے الفاظ سے ظاہر ہے

ہم نے دیکھا کہ آپ اس صاحبزادے کے ساتھ وہ حسن سلوک فرماتے ہیں کہ آپکو وہ حسن سلوک کرتے ہم نے
کسی دوسرے کے ساتھ نہیں دیکھا آنحضرتؐ نے فرمایا کہ یہ میرا ریحان ہے اور تحقیق کہ یہ بیٹا میرا سید ہے ؏

پھر اس کے متعلق اور حالات دیکھے جاویں تو معلوم ہو جائے گا کہ جناب یحییٰ علی نبینا وعلیہ السلام جس وقت صحرا میں نکل جاتے تھے تو جناب زکریا کے دلی اضطراب اور قلبی التہاب کی کیا کیفیت ہوتی تھی یہاں تک تو نوبت ہوتی تھی کہ آپ اپنے پیارے اور اکلوتے بیٹے کے غیر متحمل فراق میں گھر سے نکل جاتے تھے اور تمام صحرا میں یاولدای ویا قرۃ عینو کی صدائیں دیتے پھرتے تھے اور جبتک کہ اپنے گم گشتہ کو ڈھونڈھ کر گھر نہ پہنچا لیتے تھے خانۂ الٰہی یا بیت المقدس کی تمام خدمتیں معطل رہتی تھیں ؛

اگر سب یہ حالات پر ایک ایک کر کے غور کیا جاوے تو اس مقدس طبقے میں کوئی ایسا نہ ملے گا جو ان تعلقات سے خالی پایا جائے اگر ہم بالتخصیص اس مضمون پر اس سے زائد غور کریں اور اس سے زائد ثبوت پہنچانے کی کوشش کریں تو ہم کو اپنے سلسلۂ بیان سے بہت دور ہٹ جانا پڑے جس کو ہم کبھی پسند نہیں کریں گے ؛

جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کے ان واقعات کی نسبت ہمارا یہ دعویٰ اور یہ یقین بھی ضرور ہے کہ اپنے پیارے نواسوں کے ساتھ محبت و اُلفت کے یہ واقعات بھی ہماری ہدایت اور تعلیم کی ضرورتوں سے خالی نہیں تھے اور یہ اصول بھی آنحضرت کی نبوت اور رسالت کی ضروریات میں شامل تھے ان تعلقات اور ان جذبات کے اظہار میں بہت بڑی مصلحت یہ بنی تھی کہ دنیا اور اہل دنیا کے تجرد اور رہبانیت کے جھوٹے اور نرلے اصل عقائد جو انکی کج فہمی اور سوء عقلی کے ہاتھوں ایک مدت سے عموماً ان کے دلوں میں جمے ہوئے تھے پورے طور سے مستاصل کر دیئے جاویں اور لارھبانیۃ فی الاسلام کے ایسے صاف اور واضح سہل اور آسان اصول بتلا کر ان کافر نعمتوں کو ازدیاد نسل حسن معاشرت یکجہتی اتفاق اور موانست باہمانہ کی مفید اور ضروری محاسن دکھلا دکھلا کر تجرد اور تفرید کی قید شدید سے نکال دیا جاوے انکی ان مخصوص تعلیم کی ضرورتوں میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے آپ کو

مثال بنایا اور اپنے بچوں کے ساتھ اپنی محبت اور اُلفت کے تعلقات تمثیلاً دکھلا کر
ان کو بچوں کے ساتھ عام طور سے مسلوک ہونے کے آداب اور طریقے بتلائے اور تجرد اور
رہبانیت کے غیر ضروری اصول کے اخلاف انکو یہ بتلایا کہ خدائے تعالےٰ کی قربت کے
عمل اسکی سچی عبادت اور طاعت کے تمامی مراسم معاشرت اور معاشرت کے تعلقات قائم
رکھے جانے کے ساتھ کامل طور سے ادا ہو سکتے ہیں نفس کشی تجرد اور رہبانیت کی ریاضتیں
جو اخیر میں مریح خود کشی ہیں ہرگز قربت خدا اور اسکی رضا کا کافی ذریعہ نہیں ہو سکتیں
اگر انصاف کی آنکھیں کھلی اور تعصب کی بند ہوں تو وہ دیکھیں کہ قربت خدا کے آسان
اور سہل ذریعہ ڈھونڈھنے والوں کے لئے آنحضرت صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کی یہ ہدایت
بھی اسلام کی اور ہدایتوں کے ساتھ ایک ایسی نعمت ہے جسکی مثال سے انبیائے
ماسلف کی سیر یقینا بالکل خالی پائی جاتی ہیں اپنے طبقہ اور اپنی قوم اور اپنے قبیلہ کے
ساتھ موانست ان کے حقوق کی ادا کاری اپنے عیال کی خبر گیری اور خبرداری اپنے
بچونکی خبرگیری اور خبرداری انکی پرورش اور پرستاری اسلام کے بتائے ہوئے
اصول کے مطابق خدا کی نعمتونکی عین سپاسگذاری اور اصل دینداری ہے اور
بخلاف تجرد اور رہبانیت کے ایسے آسان اور موثر اصول ہیں جن کے قبول کرنے
کے لئے اور جن کے مان لئے جانے کے لئے بنی نوع انسان کے دل اپنی فطرت
انسانی کے تقاضے سے فوراً آمادہ اور مستعد ہو جاتے ہیں اور اصل میں مذہب وہی
مذہب ہے جس کے تمام ارکان کو دنیا اور اہل دنیا کے دل بغیر کسی کراہت کے فوراً
قبول کرلیں بہر حال یہ بحث جس کو ہم نے کسی قدر طول سے لکھا ہے صرف ان خیالوں
کی تردید ہی نہیں کرتی جس کا ذکر ہم نے اوپر کیا ہے بلکہ عام لگاہوں میں آنحضرت
صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کے ایسے تعلقات اور ایسے اخلاق و اشفاق کے واقعات کو
انہیں ہدایت کے اصول پر مبنی بتلاتی ہے جو آپ کی رسالت اور آپ کی نبوت کے

کے فرائض منصبی سمجھے جاتے ہیں اور جس سے کسی اہل اسلام کو انکار نہیں ہو سکتا بہرحال ان واقعات سے تھوڑی سمجھ والا آدمی بھی خود سمجھ سکتا ہے کہ جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے پیارے نواسوں کے ساتھ کیسی محبت اور الفت تھی اور آپ کو اُن کی دلجوئی انکی خاطرداری اور رضامندی کس درجہ تک منظور تھی انکی خواہش پورا کرنے کے لئے اور اُن کو خوشنود رکھنے کے لیئے آپ فرائض طاعات میں بھی طول دیدیا کرتے تھے اور اُن کو اپنے آغوش میں اُٹھا لیا کرتے تھے ذرا سے بیچین ہو جانے پر آپ بھی بیچین ہو جاتے تھے پھر جبتک انکو چین نہ آئے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو چین آنا دشوار ہو جاتا تھا ان کی بچپن کی خواہشیں پوری ہونے کے لئے آپ انکے مرکب بن جاتے تھے اور انکی غایت درجہ کی محبت والفت کے تقاضہ سے کبھی کاندھے پر کبھی پیٹھ اور کبھی شکم مبارک پر بٹھا لیا کرتے تھے اور ان تمام مشاغل میں نہ کبھی آپ کو اپنی رسالت کے مدارج اعلےٰ کا خیال مانع ہوتا تھا اور نہ کبھی نبوت کے مراتب جلیل کا۔ نانا کی آنکھوں سے ایک دم کے لئے بھی پیارے نواسوں کا اوجھل ہو جانا قیامت تھا۔ پھر جبتک کہ وہ خود آکر سینہ سے نہ چمٹ جائیں بتیاب اور بیقرار دل کا سنبھالنا دشوار تھا اتفاق سے بچونکے ناسازی مزاج کی خبر معلوم ہوئی اور آپ کی طبیعت میں وہ اضمحلال آیا جسکی دوا اور جس کا علاج انکی کامل شفایابی کے سوا اور کچھ نہیں کسی بچہ کے رونے کی آواز کانوں میں آئی آنحضرتؐ کو فوراً اپنے پیارے بچونکی ایذا اور زحمت کا خیال آیا پھر جب تک یہ تحقیق نہ ہو لیا کہ حضرات حسنین علیہم السلام کے سوا کسی دوسرے بچہ کی رونے کی صدا ہے جناب رسالتمآب صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اضطراب میں سکون نہ آیا۔

جناب رسالتمآب کی محبت والفت کے سلسلہ واقعات کو اس سے زیادہ نہ لکھیں گے اور یہاں تک اپنے سلسلۂ بیان کو ان ضروری واقعات کی تحریر سے ترتیب دیکر صرف

ایک اور واقعہ کو ذیل میں لکھکر اس مضمون کو تمام کرتے ہیں اگرچہ اس جلسیے اور متعدد واقعات علمائے کرام کی مختلف تالیفات میں موجود ہیں جو اس وقت میری پیش نظر ہیں مگر اُن تمام واقعات کو ضرورت سے زائد اور طوالت کا باعث سمجھکر قلم انداز کر کے اسی ایک کی نقل کو اپنی موجودہ مدعائے تالیف کے تمام کرنیکی غرض سے کافی سمجھتے ہیں :-

عن ابن عباس قال بینما نحن ذات یوم مع النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اذ اقبلت فاطمۃ علیہا السّلام تبکی فقال لہا فداك ابوك ما تبکیك قال ان الحسن علیہ السّلام والحسین علیہ السّلام خرجا ولا ادری این باتا فقال لہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لا تبکین فان خالقہما الطف بہما منّی ومنك ثم رفع یدیہ فقال اللّٰھم احفظہما وسلمہما فاتیٰ جبرئیل علیہ السّلام قال یا محمّد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لا تحزن فہما فی خطیرۃ بنی النجار نائمین وقد وکل اللہ بہما ملکًا یحفظہما فقام النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ومعہ اصحابہ حتیّٰ الی الحظیرۃ بنی نجار فاذا ھما مستغنقین نائمین واذا الملك المؤکّل بہما قد جعل احد جناحیہ تحتہما والآخر فوقہما یظلہما فاکب النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم علیہما یقبلہما حتیّٰ انتبہما من نومہما ثم جعل الحسن علیہ السّلام علی عاتقہ الایمن والحسین علیہ السلام علی عاتقہ الایسر فتلقّاہ ابوبکر فقال یارسول اللہ ناولنی احد الصّبیین احملہ عنك فقال نعم المطی مطیہما ونعم الراکبان ھما وابوھما خیر منہما حتی الی المسجد فقام رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلّم علی قدمیہ وھما علی عاتقہ ثم قال معاشر المسلمین الا ادلکم علی خیر الناس جدًّا وجدۃً قالوا بلیٰ یارسول اللہ قال الحسن والحسین علیہم السلام جدھما رسول اللہ خاتم النبیّین وجدتھما خدیجۃ بنت خویلد سیّدۃ نساء العالمین علیہا السّلام الا ادلکم علی خیر الناس عمًّا وعمۃً قالوا بلیٰ یارسول اللہ قال الحسن والحسین علیہما السلام عمہما جعفر ابن ابیطالبؑ وعمتہا

امّ ھانی بنت ابیطالب الا ادلکم علی خیر الناس خالا وخالۃ قالوا بلیٰ قال الحسن والحسین علیہما السلام خالھما القاسم ابن رسول اللہ وخالتھما زینب بنت رسول اللہ قال اللّھم انّک تعلم ان الحسن والحسین علیہم السّلام فی الجنۃ ومن احبّھما فی الجنۃ ومن ابغضھما فی النّار اخرجہ الملاّ فی سیرتہ ۔

عبداللہ ابن عباسؓ سے منقول ہے کہ ایک دن ہم جناب رسولخدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت بابرکت میں حاضر تھے کہ ناگہاں جناب سیّدہ سلام اللہ علیہا روتی ہوئی تشریف لائیں آنحضرتؐ نے اُن سے فرمایا تیرا باپ تجھ پر فدا ہو تو کیوں روتی ہے جناب سیدۂ نے عرض کی کہ حسنین علیہم السلام گھر سے نکل گئے ہیں نہیں معلوم کہاں سو گئے ہیں آپ نے فرمایا ان کا خالق اُن پر تم سے اور مجھ سے زیادہ مہربان ہے پھر ہاتھ اُٹھا کر خدائے سبحانہٗ تعالےٰ سے دعا کی لے پروردگار عالم اُنکی حفاظت فرما اور اُنکو صحیح وسلامت رکھ پس جبرئیل علیہ السلام نازل ہوئے اور کہا یا محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ غمگین نہوں وہ دونوں حضرات خطیرہ بنی نجار میں سو گئے ہیں خدائے تعالےٰ نے اُن پر ایک مخصوص فرشتے کو موکل کیا ہے کہ ان دونوں کی حفاظت کرے پھر آنحضرتؐ اپنے موجودہ صحابہ کے ساتھ اُٹھ کھڑے ہوئے اور خطیرۂ بنی نجار میں تشریف لائے اور حضرات حسنین علیہم السلام کو ایک دوسرے کی گردنوں میں ہاتھ ڈالے ہوئے سوتا ہوا پایا اور دیکھا کہ وہ فرشتہ جو ان کی حفاظت کرتا ہے اُس نے اپنا ایک بازو اُن کے نیچے بچھایا ہے اور اپنے ایک بازو کا اُن پر سایا کیا ہے پس جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جُھک کر ان کو چُوما اور جگایا پھر جناب امام حسن المجتبیٰ علیہ السلام کو اپنے داہنے کاندھے پر سوار کر لیا اور امام حسین علیہ السلام کو بائیں کاندھے پر۔ ابوبکر ابن ابو قحافہ راستہ میں ملے اُنہوں نے عرض کی یا رسولؐ اللہ مجھے ایک صاحبزادے کو دیدیجئے کہ میں لے چلوں آنحضرتؐ نے

جواب دیا کہ یہ سواری بہت اچھی ہے اور (اُس کے لئے) یہ سوار عمدہ زیبا ہیں، ہیں اور ان کا باپ ان سے بہتر ہے پھر آپ مسجد میں تشریف لائے اور دونوں پاؤں پر کھڑے ہو گئے اور دونوں صاحبزادے آپ کے کاندھوں پر سوار تھے آپ نے ارشاد کیا اے گروہِ مسلمانان میں تم کو آگاہ کرتا ہوں ایسے دو شخصوں سے جو سب آدمیوں میں بہ اعتبار اپنے جد اور جدہ کے بہتر ہیں لوگوں نے عرض کی یا رسُول اللہ آپ ان کو بیان فرمائیں آنحضرت نے فرمایا وہ حسنؑ اور حسینؑ علیہم السلام ہیں کہ اُن کا نانا خدا کا رسُولؐ اور خاتم النبیینؐ ہے اور نانی خدیجہ بنت خویلد جو جنّت کی عورتوں کی سردار ہیں پھر فرمایا کہ میں تم کو آگاہ کر دوں اُن دو شخصوں سے کہ جو اپنے مقدس والدین کے اعتبار سے تمام آدمیوں سے بہتر ہیں لوگوں نے عرض کیا ہاں آپ نے فرمایا وہ امام حسنؑ اور امام حسین علیہم السلام ہیں ان کا باپ علیؑ ابن ابیطالب علیہ السلام اور ان کی ماں فاطمۃ الزہراؑ سیدۃ نساء العالمین ہے پھر ارشاد فرمایا کہ میں تم کو اُن دو شخصوں سے آگاہ کروں جو باعتبار اپنے چچا اور پھوپھی کے تمام آدمیوں سے بہتر ہے لوگوں نے عرض کیا ہاں آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا وہ حسنؑ اور حسین علیہم السلام ہیں کہ انکے عم نامدار جعفرؑ طیار ہیں اور پھوپھی اُمّ ہانی بنت ابی طالب ہیں پھر فرمایا کہ میں تم کو اُن دونوں شخصوں سے آگاہ کروں جو اپنے ماموں اور خالہ کے اعتبار سے سب لوگوں سے بہتر ہیں لوگوں نے عرض کیا ہاں آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا وہ حسنؑ اور حسین علیہم السلام ہیں کہ اُن کے ماموں قاسم ابن رسُول اللہ اور خالہ زینب بنت رسُول اللہ ہیں پھر آنحضرتؐ نے دُعا فرمائی کہ اے میرے پروردگار تو جانتا ہے کہ حسنؑ اور حسین علیہم السلام جنت میں ہونگے جو کوئی اُن سے محبت کرے گا وہ بھی جنت میں ہو گا اور جو کوئی اُن سے بُغض کرے گا وہ دوزخ میں گرے گا؛

یہ واقعہ باعتبار تواتر اور شہرت کے اس قدر مشہور اور کثیر الاسناد ہے کہ ہم کو

اسکی نسبت فریقین میں سے کسی کے سند پہنچانے کی مطلق ضرورت نہیں ہے جن لوگوں کو مطالعۂ کتب سے خاص دلچسپی ہے وہ اس واقعہ کو آنحضرت صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کی وفات کے بعد کے زمانہ سے دورِ عباسیہ کے وقت تک اسکے سلسلہ وار روایت کرنے والے موجود تھے شیخ الاسلام قسطنطنیہ مولانا سلیمان الحنفی القندوزی نے اپنی کتاب ینابیع المودۃ میں اس واقعہ کو متعدد طریقوں سے لکھا ہے اور المودۃ فی القربےٰ میں سید علی ہمدانی نے بھی اسکو مختلف اسناد سے لکھا ہے مولانا نعمت اللہ جزائری رح نے زہرۃ الربیع میں اس واقعہ کو خاص ہارون رشید کی زبانی لکھا ہے اور اسکی نسبت ایک بہت بڑی طویل نقل بھی لکھی ہے ملا مجلسی علیہ الرحمہ نے بھی اس واقعہ کو ہارون رشید کے اسناد سے لکھا ہے۔

بہرحال حضرت امام حسن علیہ السلام کی طفولیت کے مبارک زمانہ کے یہ ایسے واقعات ہیں جن سے جناب رسالتمآب کی ان محبت و الفت کا کامل ثبوت ملتا ہے جو آپ کو اپنے پیارے نواسوں کی طرف سے جاگزین خاطر تھی اب ہم کو جناب رسول اللہ کے اشفاق و عنایات کے واقعات کے بعد وہ واقعات بھی اپنے سلسلۂ بیان میں لکھ دینے مناسب ہیں جو اہلبیت علیہم السلام کی عالی مرتبگی فضایل و مدارج۔ مراتب و مناقب کے ثبوت میں منجانب اللہ نازل ہوئے ہیں اور جن ذوات مقدسہ کے سلسلہ میں جناب امام حسن المجتبیٰ علیہ التحیۃ والثنا کا دوسرا یا تیسرا نمبر قرار پاتا ہے۔

اسلام کی آسمانی بشارتوں پر ایمان لانے والے اور کم سے کم قرآن مجید کو منزل من اللہ جاننے والے ہمارے سلسلۂ واقعات میں ان واقعات کو پڑھکر نہایت آسانی سے خود اندازہ کر سکتے ہیں کہ اس مقدس طبقہ کے بزرگوں پر جس میں امام حسن دوسرے یا تیسرے شمار ہوتے ہیں رسول اللہ کے اشفاق و عنایات کے علاوہ جناب رب العزت کی رحمت شفقت اور محبت کہاں تک وسیع تھی جناب رسالتمآب کو آپ کے ساتھ ایسی مفرط محبت اور الفت قائم رکھنے اور اتنی قدر و منزلت سے پیش آنے کے

بہت بڑی وجہ یہ تھی کہ خود جناب باری عزّ اسمہ کو بھی انکی توقیر و تعظیم ایسی ہی مد نظر تھی جس کا اصلی باعث یہ تھا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کے بعد تمام مخلوق کی ہدایت اور رشادت کے فرائض احکام شریعت کی حفاظت اور خبرگیری اور وہ تمام مخصوص اسرار اور رموز جو انتظام عالم کے متعلق تدبیر الٰہی سے ملحق ہوتے ہیں وہ اسی مبارک سلسلہ کے سپرد ہونے والے تھے؛

جناب امام حسن المجتبیٰ علیہ السلام کا پانچ برس کا سن تھا کہ جناب رسالتمآب صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کو **بنی نجران** کے نصاریٰ کے ساتھ **مباہلہ** کی سخت مجبوری واقع ہوئی کہ یہ ضدی اور ہٹ دہرم جماعت جناب عیسےٰ بن مریم علیٰ نبیّنا و علیہ السلام کو ابن اللہ قرار دینے کے خیالوں میں اس قدر اصرار کرنے لگی کہ جناب رسالتمآب صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کی کوئی موعظت انکی کٹھ حجتی اور جہالت کے مقابلہ میں موثر نہو سکی اور وہ لگاتار اپنی نافہمی اور کج عقلی کی مختوں پر اصرار کرتے رہے نتیجہ یہ ہوا کہ جب وہ خدا کا برحق رسول اچھی طرح سمجھ چکا کہ یہ جاہل ہرگز ہمارے سمجھائے نہیں سمجھتے تو آخرکار اُن سے باہمی مباہلہ کے عہد و پیمان مستحکم فرمائے جاہل ہیں مباہلہ ایک قسم ہے یا یوں سمجھو کہ اپنے متنازع فیہ مسائل کا خدا سے تصفیہ چاہنا بہرحال بنی نجران کے عیسائی مباہلہ کی شرط پر راضی ہو کر اپنے قیام گاہ کو واپس گئے؛ دوسرے دن صلے الصباح وہ جماعت کی جماعت وقت معیّنہ پر اپنے جبّے مقررہ پر آکر کھڑی ہوگئی اور جناب رسالتمآب کی تشریف آوری کا انتظار کرنے لگی ابھی کچھ دیر نہیں ہوئی تھی کہ جناب رسالتمآبؐ سامنے سے نمودار ہوئے آپ کی تشریف آوری کی شان اُس وقت یہ تھی کہ سب سے آگے آپ تشریف فرما تھے آپکی پشت پر جناب سیدہ سلام اللہ علیہا اور اُن کی پشت پر جناب علیؑ مرتضےٰ علیہ التحیۃ والثنا آنحضرتؐ کے داہنے پہلو میں کل چار برس کے جناب امام حسن مجتبیٰ روحنا لہ الفداء اور آپکی آغوش میں ڈھائی تین برس کے جناب خامس آل عبا علیہ السلام؛

ان متبرک اور مقدس بزرگواروں کے تشریف لانے پر جنکی نورانی پیشانیوں سے خدا کی کمال عظمت وجلال کے تمام آثار نمایاں اور آشکار تھے عیسائی گروہ کے دلوں میں منجانب اللہ وہ رعب سمایا کہ آخر اُنہوں نے رسول اللہ کو دعائے مباہلہ کے پڑھنے سے روک دیا اور اپنے تمام مناظرہ اور معارضہ سے ہاتھ اُٹھایا اور جزیہ اسلامی کے سہل اور آسان شرائط کو قبول کر کے بعافیت تمام اپنے اپنے گھروں کو واپس گئے۔

اس واقعہ کو جناب باری عزاسمہ نے بہت بڑی تاکید کے ساتھ اپنے پاک اور برحق کلام کے چوتھے سورہ میں تمام اہل اسلام کو یاد دلایا ہے اور وہ آیۂ وافی ہدایہ یہ ہے:

قل تعالوا ندع ابنائنا وابنائکم ونسائنا ونسائکم وانفسنا وانفسکم ثم نبتھل فنجعل لعنۃ اللہ علی الکاذبین اے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم تم قوم نصاریٰ سے کہدو کہ آؤ ہم بلالیں اپنے بیٹوں اور تمہارے بیٹوں کو اپنی عورتوں اور تمہاری عورتوں کو اپنے نفس اور تمہارے نفس کو پھر دُعا کریں کہ خدا لعنت کرے جھوٹوں پر

اب ہم اپنی عبارت کے بعد اس واقعہ کو علمائے کرام کی اصلی عبارت میں دکھلانا چاہتے ہیں اور اس سلسلہ میں ہم سب سے پہلے امام علی ابن ابراہیم بن احمد ابن علی ابن نورالدین حلبی المتوفی ۱۰۴۴ھ کی مستند کتاب سیرۃ الحلبیہ کی اصلی عبارت لکھتے ہیں:

قال عن ابن عباس ان رھطا من نجران قدموا علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم فقالوا انما شانک تذکر صاحبنا قال من ھو قالوا عیسٰی تزعم انہ عبداللہ قال اجل قالوا فھل رأیت مثل عیسٰی او انبئت بہ ثم خرجوا من عندہ فجاءہ جبرئیل فقال لہ قل لھم اذا اتوک ان مثل عیسٰی عنداللہ کمثل آدم وفی روایۃ ان واحدا منھم قال لہ المسیح ابن اللہ لا ابلہ وقال الآخر المسیح ھواللہ لانہ احیاء الموتی واخبر عن الغیوب ابری الاکمہ والابرص وخلق من طین طیرا وتزعم انہ عبد فقال صلی اللہ علیہ والہ وسلم ھو عبداللہ وکلمۃ القاھا الی مریم فغضبوا فقالوا انما ھواللہ وقالوا ان کنت صادقا فارنا عبداللہ یحی الموتی ویشفی الاکمہ والابرص ویخلق من

الطین فینفخ فیہ فیطیر فسکت عنہم فنزل الوحی یقول لہ تعالی لقد کفر الذین قالوا ان اللہ هو المسیح ابن مریم و قولہ تعالیٰ ان مثل عیسیٰ عند اللہ کمثل آدم و قولہ تعالیٰ فمن حاجک من العلم فقل تعالوا ندع ابنائنا و ابنائکم و نسائنا و نسائکم و انفسنا و انفسکم ثم نبتہل فنجعل لعنۃ اللہ علی الکاذبین ثم قال لہم ان اللہ امرنی لو تنقادوا للاسلام ایا ہلکم ثم انہم وعدوا الی الغد ولما اصبح صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اقبل و معہ حسن و حسین و فاطمۃ و علی علیہم السلام و عند ذالک فقال لہم اسقف انی لاری وجوہا و سالوا اللہ تعالیٰ ان یزیل لہم جبلا لازالہ فلا تباہلوا فتہلکوا و لا یبقی علی وجہ الارض نصرانی فقال لہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لا یناہلک

ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ نجران کا ایک گروہ جناب رسولخدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں آکر کہنے لگا آپ ہمارے صاحب کو کیا کہتے ہیں آپ نے فرمایا وہ کون ہیں وہ بولے کہ عیسیٰ کی نسبت تمہارا یہ گمان ہے کہ وہ خدا کے بندے ہیں آپ نے ارشاد فرمایا کہ یہ گمان صحیح ہے وہ کہنے لگے آپ نے عیسیٰ کی مانند کوئی اور دیکھا ہے یا آپ کو اس جیسے کسی اور کی بھی خبر ہے یہ کہکر وہ آپ کے پاس سے چلے گئے پس جبرئیلؑ آپ کے پاس تشریف لائے اور کہا جب وہ لوگ آئیں تو آپ اُن سے کہدیں کہ خدا کے نزدیک آدمؑ کی مثال حضرت عیسیٰ سی تھے ؛

اور ایک روایت میں یوں وارد ہوا ہے کہ گروہ نجران میں سے ایک شخص نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں عرض کی کہ مسیح خدا کے بیٹے ہیں اُن کا کوئی باپ نہیں ہے اُس کے ساتھ والے دوسرے شخص نے کہا بلکہ وہ خدا تھے کیونکہ وہ مُردوں کو جلاتے تھے غیب کی خبریں دیتے تھے اندھے اور کوڑھی کو اچھا کرتے تھے اور مٹی سے جانور بنا لیتے تھے اور آپ اس پر انکو خدا کا بندہ خیال کرتے ہیں آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا وہ خدا کے پاک بندے اور اُس کا پاک کلمہ تھے جو جناب مریمؑ کی

طرف القا ہوا تھا یہ سُنکر وہ غصہ ہو گئے اور کہنے لگے کہ ہم نہیں راضی ہونگے جب تک کہ آپ یہ کہیں گے وہ خدا تھے اگر آپ صادق ہیں تو آپ ہمیں کوئی ایسا خدا کا بندہ بتادیں جو مُردے کو جلائے اندھے کوڑھی کو اچھا کرے اور مٹی سے جانور بنائے اور ان میں پھونک دے اور وہ اُڑ جائیں یہ سنکر جناب رسولخدا خاموش ہو گئے پس وحی نازل ہوئی کہ اللہ تعالے آپ سے فرماتا ہے تحقیق کافر ہوئے ہیں وہ لوگ جو کہتے ہیں کہ اللہ تبارک و تعالے مسیح ابن مریم ہے بلکہ اللہ تعالے فرماتا ہے کہ اُس کے نزدیک عیسٰی بعینہا آدمؑ کی مثال تھے اور اللہ تعالے نے فرمایا ہے کہ پس جو شخص کہ تجھ سے جھگڑے اسکے بعد کہ تجھے علم ہو گیا ہے پس کہدے اُن سے کہ آؤ ہم بلائیں اپنے بیٹوں کو تم بلاؤ اپنے بیٹوں کو ہم اپنی عورتوں کو تم اپنی عورتوں کو ہم اپنی جان کو تم اپنی جانوں کو پھر دُعا کریں کہ اللہ لعنت کرے جھوٹے پر یہ وحی سنکر آنحضرتؐ نے ان سے فرمایا کہ اگر تم اسلام کے مطیع و منقاد نہ ہو گے تو خدا نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں تم سے مباہلہ کرونگا اُنہوں نے دوسرے دن کا وعدہ کیا جب صبح کو جناب رسولخدا صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم جناب حسنینؑ و علیؑ و فاطمہؑ علیہم السلام کو ساتھ لیکر تشریف لائے اسقف نے کہا میں انکے چہرے دیکھتا ہوں کہ اگر خدا سے یہ دُعا کریں کہ پہاڑ اپنی جگہ سے ٹل جاوے تو ضرور ٹل جائیگا تم ان سے مباہلہ نہ کرو ورنہ ہلاک ہو گے اور روئے زمین پر کوئی نصرانی باقی نہ رہیگا پس اسقف نے آنحضرتؐ سے عرض کی کہ ہم مباہلہ نہیں کرتے۔

سیرۃ الحلبیہ کی مفصل عبارت لکھکر پھر ہم کو کسی دوسری عبارت کے حوالے کی مطلق ضرورت نہیں ہے مگر چونکہ یہ واقعہ متواترات سے ہے اسلئے ہم کو ضرور ہے کہ ہم اسکے بعد اُن علما کے اسناد اور اقوال بھی لکھدیں جنہوں نے اسکو اپنے صحاح اور مسانید میں درج کیا ہے۔

صحیح مسلم میں یہ واقعہ اس عبارت میں مندرج ہے۔ عن سعد ابن ابی وقاص قال انما

نزلت هذه الآیة قل تعالوا ندع ابنآئنا و ابنآئکم و نسآئنا و نسآئکم و انفسنا و انفسکم ثم نبتھل فنجعل لعنۃ اللہ علی الکاذبین دعا رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم علی و فاطمۃ و الحسن والحسین علیہم السلام فقال ۔ سعد ابن ابی وقاص سے مروی ہے کہ جب یہ آیہ نازل ہوئی کہ پکار تو اپنے بیٹے اور انکے بیٹوں کو، اپنی عورت اور انکی عورتوں کو اپنی جان اور انکی جانوں کو اور اُن سے مباہلہ کر کہ خدا کی لعنت ہو جھوٹوں پر تو پکارا جناب رسالتمآب صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جناب علیؑ مرتضےٰ علیہ السلام، جناب سیدہ سلام اللہ علیہا اور جناب حسنؑ مجتبیٰ علیہ التحیۃ والثنا اور جناب حسینؑ شہید کربلا ارواحنا لہ الفدا کو اور فرمایا اے پروردگار یہی لوگ میرے اہلبیت ہیں؛

امام ترمذی اور امام نسائی نے بھی اپنے اپنے صحیح میں یہی عبارت لکھی ہے جو صحیح مسلم ہے اور لکھی گئی؛

امام حاکم نے مستدرک میں اس واقعہ کو جناب جابر ابن عبد اللہ الانصاری سے اسناد سے لکھا ہے جسکی بجنسہ عبارت یہ ہے عن جابر ابن عبد اللہ قال انفسنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم و علی و ابنآئنا الحسن والحسین علیہم السلام و نسآئنا فاطمۃ علیہا السلام ۔ جابر ابن عبد اللہ الانصاری سے مروی ہے کہ انفسنا سے جناب رسالتمآب صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم و علیؑ مرتضیٰ مُراد ہیں اور ابناءنا سے جناب حسنینؑ اور نساءنا سے جناب سیدہ مُراد ہیں؛ ان کے علاوہ اور تمامی آئمہ حدیث نے اس واقعہ کو اپنی اپنی معتبر اور مستند تالیفات اور تصنیفات میں درج کیا ہے صاحب جامع الاصول نے اور حافظ ابو نعیم نے حلیۃ الاولیا میں امام ثعلبی نے اپنی تفسیر میں امام سیوطی نے اپنی تفسیر میں امام بغوی نے معالم التنزیل میں، سید علی ہمدانی نے المودۃ فی القربےٰ میں علامہ شیخ حسین دیار بکری نے تاریخ الخمیس ص ۱۳؎ مطبوعہ مصر میں علامہ ابن اثیر نے اپنی تاریخ کامل جلد دوم ص ۱۲۴ میں اور علامہ جریر طبری نے اپنی تاریخ جلد چہارم میں اس واقعہ کو پوری تصریح کی

سابقہ مندرج کیا ہے اس سے زیادہ اسناد کے لئے ینابیع المودۃ مصنفہ شیخ الاسلام سلیمان القندوزی الحنفی مطبوعہ بمبئی ملاحظہ ہو۔

واقعہ مباہلہ کے بعد شاید کچھ زمانہ نہیں ہوا تھا کہ جناب امام حسنؑ مجتبیٰ کو دربار ایزدی سے بشراکت بقیۃ اہلبیت انما یرید اللہ کا خلعت فاخرہ عطا ہوا۔ جو تمام اسلامی تاریخوں میں **واقعہ عبا یا کسا** کے نام سے مشہور ہے۔

اس واقعہ عظیمہ اور اس رتبہ جلیلہ کی تفصیل میں جہاں تک تحقیق ہوا ہے یہ پایا جاتا ہے کہ واقعہ مباہلہ میں جو ہدایت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کیگئی تھی اُسکی تعمیل کے بعد جناب باری عزّ اسمہٗ کی عدالت کا یہ مقتضیٰ تھا کہ وہ ان ذوات مقدسہ کے اُن اعزاز و اقتدار سے تمام اہل اسلام کو علے الاعلان مطلع فرما دے اور ایسے صفات مخصوصہ ان کیلئے مختص فرمائے جو سوائے اُن کے اوروں میں نہ پائے جاویں اور یہی امتیاز اُن کے ترجیح علے الفضائل قائم کرنے کیلئے کافی ہے اگر ان کے مناقب ومناصب کی وہ شان ایسے پاکیزہ اور صاف الفاظ میں نہ دکھلائی جاتی تو پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مقدس ذرّیات اور عوام الناس کے معمولی اہل وعیال میں فرق ما بہ الامتیاز کیا باقی رہتا ہر شخص اپنے اہل وعیال کی نسبت اپنی محبت واُلفت کے غیر محدود تقاضہ کی سبب ترجیح قائم کرلیتا تو پھر آنحضرتؐ اور آپ کی ذرّیت کی فضیلت، ترجیح اور خصوصیت کا مسئلہ ہمیشہ کے لئے مشتبہ ہوجاتا اس لئے جناب باری تعالےٰ عزّ اسمہٗ نے بہت جلد اس مشکل کو آسان اور اس آیۂ وافی ہدایہ کو اعلان فرمایا۔ اِنَّمَا یُرِیۡدُ اللّٰہُ لِیُذۡهِبَ عَنۡکُمُ الرِّجۡسَ اَهۡلَ الۡبَیۡتِ وَیُطَهِّرَکُمۡ تَطۡهِیۡرًا۝

اس آیۂ وافی ہدایہ کے اسباب نزول اس طرح بیان کئے جاتے ہیں جسکو ہم چند معتمد اور مستند آئمہ حدیث اور معتبر مفسّرین کی اصلی عبارت میں نیچے لکھتے ہیں۔ امام مسلم امام ترمذی اور بیہقی کی عبارت یہ ہے۔ عن ام سلمۃ رض قالت فی ھذہ الآیۃ نزلت

فی بیتی انما یرید اللہ لیذہب عنکم الرجس اہل البیت ویطہرکم تطہیرا وانا جالسۃ عند الباب وفی البیت رسول اللہ ؐ وعلیؑ وفاطمۃؑ وحسنؑ وحسینؑ فجللہم بکساھم وقال اللّٰہم ہؤلاء اہل بیتی وحامتی اذہب عنکم الرجس ویطہرہم تطہیرا قالت ام سلمۃؓ

جناب ام سلمہؓ سے منقول ہے کہ یہ آیت میرے گھر میں اُتری جس کا ترجمہ یہ ہے سوائے اسکے نہیں ہے کہ خدا نے ارادہ فرمایا ہے کہ نکالدے تم میں سے ہر قسم کی ناپاکی کو اور پاک کرے تم کو جو حق پاک کرنے کا ہے، میں دروازہ کے پاس بیٹھی ہوئی تھی اور جناب رسالتمآبؐ و علیؑ مرتضےٰ و فاطمہؑ و حسنؑ و حسینؑ سلام اللہ علیہم اجمعین گھر کے اندر تشریف رکھتے تھے پس آنحضرتؐ نے اُن پر ایک کپڑا اُڑھا دیا اور فرمایا اے پروردگار یہی میرے اہلبیتؑ اور مدد گار ہیں ان سے ناپاکی کو لے جا اور پاک کردے جو حق پاک کرنے کا ہے؛

امام مسلم اور امام ترمذی نے پھر اس واقعہ کو حضرت عائشہ کی اسناد سے بھی لکھا ہے؛ وہ عبارت یہ ہے عن عائشۃ قالت خرج رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم مرط مرحل من شعر اسود فجاء الحسنؑ ابن علیؑ فادخلہ ثم جاء الحسینؑ فدخل معہ ثم جاءت فاطمۃؑ فادخلہا ثم جاء علیؑ فادخلہ ثم قال انما یرید اللہ لیذہب عنکم ۔۔ عائشہ سے منقول ہے کہ ایک دفعہ جناب رسالتمآب صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے اور آپ ایک منقش گلیم سیاہ اوڑھے تھے پس جناب امام حسنؑ تشریف لائے آپ نے انکو اپنی کملی میں لے لیا پھر جناب علیؑ مرتضےٰ تشریف لائے آپ نے انکو بھی لے لیا پھر جناب سیدہؑ تشریف لائیں آپ نے اُن کو لے لیا پھر جناب حسنینؑ تشریف لائے آپ نے اُن کو بھی لے لیا اور فرمایا کہ پروردگار نے ارادہ فرمایا ہے کہ تم اہلبیت علیہم السلام کو تمام آلائش سے نکالدے اور تم کو ایسا پاک و پاکیزہ فرمائے جو حق پاکیزہ فرمانے کا ہے؛

اب اس سے زیادہ اسناد پیش کرنے کی مجھے کوئی ضرورت نہیں ہے آئمہ حدیث کی جامعیت اور صداقت سب کی قطع نظر کرکے اگر رواۃ پر غور کیا جاوے تو جناب رسولخدا

ہ و انا معہم یا رسول اللہ قال انکم علی الخیر

عنکم الرجس اہل البیت ویطہرکم تطہیرا ہ

صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کی زبانی اس ارشاد کو سننے والے اور اس واقعہ کو دیکھنے والے اور کوئی دوسرے لوگ نہیں ازواج سیدالمرسلینؐ اور اُمہات المومنین جنکو عموماً صدیقہ کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے اس واقعہ کی تصدیق اور اس آیۂ وافی ہدایہ کے اسباب نزول کے ثبوت میں ہمارا اتنا لکھنا بھی محض فضول ہے کیونکہ یہ ایسا مشہور اور متواتر واقعہ ہے جس کے لئے ہم کو کسی ثبوت کے پہنچانے کی مطلق ضرورت نہیں تھی مگر چونکہ ہم نے اپنے تالیفات کے مقاصد میں جملہ واقعات کے ثبوت اور انکی تصدیق کو کمال تک پہنچانا ضروری سمجھ لیا ہے اس لئے اس واقعہ کی تصدیق اور اسکی معتبر ثابت کرنے کے لئے ہم اُن علماء اور آئمہ حدیث اور اُن کے مختلف رواۃ کے صرف نام لکھ دیتے ہیں اور اُن کے اقوال کی نقل کو طوالت کا باعث سمجھکر قلم انداز کرتے ہیں۔

اس واقعہ کو امام احمد حنبل امام حاکم آبو حاتم بیہقی اور دیلمی نے واثلہ ابن الاشفع کی اسناد سے لکھا ہے پھر امام احمد حاکم اور بیہقی نے اسکو عمر ابن سلمہ آنحضرتؐ کے ربیب کی زبانی لکھا ہے پھر امام احمد امام ترمذی نے انس بن مالک کی اسناد سے لکھا ہے پھر امام احمد نے تنہا ہو آبی الحمراء کے اسناد سے لکھا ہے تفسیر معالم التنزیل میں امام بغوی نے اسکو آبو سعید خدری کے اسناد سے لکھا ہے علامہ دیلمی نے اسکو تنہا جناب علیؑ مرتضیٰ علیہ السلام کی زبانی لکھا ہے علامہ ابن سعد نے اسکی متواتر ہونے کی ثبوت میں یہ عبارت تصدیقی لکھی ہے اخرجہ احمد فی مسندہ وابن جریر الطبری مرفوعاً والطبرانی والثعلبی فی تفسیرہ وھذا الحدیث حسن علی رای اکثر العلماء وقد صححہ بعضھم۔

بہر حال ہم پھر اپنے سلسلۂ بیان پر آجاتے ہیں جناب امام حسن علیہ السلام کے بچپن کا زمانہ بھی کیا مبارک زمانہ تھا جیسا جیسا آپ کی جسمانی قوتوں میں ترقی اور نمو پیدا ہوتا تھا ویسے ویسے آپ کے ذاتی اقتدار اور اعزاز میں بھی اضافہ ہوتا جاتا تھا اور دربار ایزدی سے آئے دن عظمت و وقعت و جلالت کے گراں مایہ خلعت عطا ہوتے جاتے تھے اور ان تمام ذاتی فضیلتوں کا اظہار دربار رسالتؐ کے ذریعہ سے ہر خاص و عام کے سامنے

کیا جاتا تھا کیوں نہ ہو جنکی تحقیقات کی نظریں وسیع اور جن کے خلوص اور توفیقات کے مدارج رفیع ہیں وہ ان فضائل اور شرافتوں کے اسباب نزول کو خوب سمجھ چکے ہیں ذریت رسول صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم میں شمار ہونا اہلبیتؑ نبیؐ کہلانا آغوش رسولؐ اور دامان بتولؑ سلام اللہ علیہم میں پرورش پانے کے اعتبار سے خدا کی رحمت، خدا کی قربت اور خدا کی تمام بشارت اور مشیت کا مستحق ان کے سوا اور کون ہو سکتا ہے ۵ ال عبا رسول اللہ وابنتہ ؛ والمرتضیٰ ثم سبطاہ اذا جمعوا صاحب مواہب لدنیہ وتمن المعانی آیۂ تطہیر کے نزول کے بعد جب خدا کے فضل سے انکے سن میں کچھ اور ترقی ہوئی تو ایزد متعال کے مصدر عزت واجلال سے انکے عزّ و اقبال میں بھی نمایاں اضافہ فرمایا گیا اب کی بار ان کی فضیلت اور عالی درجاتی کا اظہار ایسے الفاظ میں کیا گیا جس نے جناب رسالتمآب صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت اور نبوت کے تمام مناصب کو انہیں حضرات کی مودت اور محبت کا نعم البدل ٹھہرایا اور دربار ایزدی سے یہ فیصل فرما دیا گیا کہ اسلام کے تمام احکام کی تعمیل اور تصدیق ایمان کی تکمیل قطعی طور پر انہیں حضرات کی محبت و اُلفت اور انہیں ذوات مطہرہ کی قدر و منزلت کی معرفت پر منحصر ہے جناب سرور عالم کی ان تمام پریشانی اور جانفشانیوں کا اجر اور شبانہ روز مصیبتوں اور جگر سوز محنتوں کا صلا یا بدلا جو کچھ ہو انہیں ذوات مقدسہ کی محبت اور مودت قرار دیگئی، جس کا ذکر خدائے تبارک وتعالےٰ نے ان الفاظ میں فرمایا ہے قل لا اسئلکم علیہ اجرا الا المودۃ فی القربیٰ اے محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام اہل اسلام سے عموماً کہدو میں تم سے اسکی اُجرت کچھ بھی نہیں مانگتا ہوں سوائے اس کے کہ تم میرے قریب والوں سے محبت رکھو چنانچہ امام ابوالحسن علی ابن احمد الواحدی اس آیہ وافی ہدایہ کی تفسیر میں ذیل کی عبارت تحریر کرتے ہیں، عن ابن عباس قال نزلت ھذہ الآیۃ قل لا اسئلکم علیہ اجرا الا المودۃ فی القربیٰ قولوا من قرابتك ھؤلاء الذین وجبت علینا مودتھم

قال علیّا و فاطمۃ و ابناھما۔

ابن عباسؓ سے منقول ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی جس کا ترجمہ یہ ہے کہ کہدو اے رسول اللہ صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کہ میں تم سے اسکی اُجرت سوائے اسکے اور نہیں مانگتا ہوں کہ تم ہمارے قریب والوں سے محبت رکھو لوگوں نے عرض کی یا رسولؐ اللہ آپ کے وہ قرابت دار کون ہیں جنکی محبت کو خدا نے ہم پر واجب فرمایا؟ آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا وہ علیؑ مرتضےٰ اور فاطمہؑ اور اُن کے دونوں صاحبزادے ہیں سلام اللہ علیہم۔

امام احمد نے مسند و مناقب میں اور امام طبرانی نے معجم میں اور ابو حاتم اور بغوی نے ثعالبی نے اسناد سے اور امام حاکم اور امام دیلمی اور علامہ طبری نے اپنے اپنے مختلف تصانیف میں یہی عبارت لکھی ہے جسکو میں ابھی درج کر چکا ہوں علامہ ابوالشیخ نے اس آیہ ودانی ہدایہ کی شان نزول میں یہ عبارت مندرج کی ہے۔ عن ذاذان عن علی علیہ السلام قال فینا اھل البیت فی حٰمٓ آیت لا یحفظ مودتنا الا کل مومن ثم قرأ قل لا اسئلکم اجرا الخ

ذاذان جناب علیؑ مرتضیٰ علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں کہ ایک دفعہ آپ نے فرمایا ہم اہلبیت کی شان کے متعلق سورۂ حٰمٓ میں ایک آیت ہے نہیں نگاہ رکھے گا ہماری دوستی کو مگر وہی جو مومن ہوگا پھر آپ نے اس آیۂ ودانی ہدایہ کی تلاوت فرمائی۔

ازالۃ الخفا میں شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی نے بھی اس آیہ کے شان نزول کے اسناد میں جناب امام حسن علیہ السلام کا وہ خاص خطبہ لکھا ہے جو آپ نے جناب امیر المومنین علیہ السلام کی شہادت کے بعد کوفہ کی مسجد جامع میں پڑھا تھا۔

تفسیر کبیر جلد ہفتم ص ۴۰۶ امام فخر الدین رازی نے نہایت متانت سے محبت اہلبیت کی نسبت اپنی رائے ظاہر کی ہے جسکو ہم انکی اصل عبارت میں لکھتے ہیں۔

لاشک ان فاطمۃ و علیّا والحسن والحسین کان تعلق بینھم و بین رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اشد التعلقات وھذا کالمعلوم بالنقل المتواتر فوجب ان یکونوا ھم الاوّل و روی صاحب الکشاف

انہ لما نزلت ھٰذہ الآیۃ قیل یارسول اللہ من قرابتک ھٰؤلآء الذین وجبت علینا مودتھم فقال علیؑ وفاطمۃؑ وحسنؑ وحسینؑ وابناھما فثبت ان ھٰؤلآء الاربعۃ اقارب النبیؐ واذا ثبت ھٰذا وجب ان یکونوا مخصوصین بمزید التعظیم ویدل علیہ وجوہ الاول قولہ تعالیٰ الا المودۃ فی القربیٰ وجہ الاستدلال بہ ما سبق الثانی لا شک ان کان یحب فاطمۃؑ قال صلعم فاطمۃ بضعۃ منی یوذینی مایوذیہا وثبت بالنقل المتواتر ان محمدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انہ کان یحب علیاً والحسنؑ والحسینؑ واذا ثبت ذٰلک وجب علی کل الامۃ مثلہ بقولہ واتبعوہ لعلکم تھتدون وبقولہ تعالیٰ فلیحذر الذین یخالفون عن امرہ وبقولہ تعالیٰ قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ وبقولہ سبحانہ لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ الثالث ان الدعاء للآل منصب عظیم ولذٰلک جعل ھٰذا الدعاء خاتمۃ التشھد فی الصلوات و ھو قولہ اللھم صل علیٰ محمد وآل محمد وارحم محمد وآل محمد وھٰذا التعظیم لا یوجد فی حق غیر الآل وکل ذٰلک یدل علی ان حب آل محمد واجب وقال الشافعی رہ ان کان رفضا حب آل محمد ۔ فلیشھد الثقلان انی رافضی ؛

اس میں شک نہیں کہ جناب رسالتمآب صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم وجناب فاطمہؑ وجناب علیؑ مرتضیٰ وجناب حسنین علیہم السلام کا باہمی تعلق بہت ہی وابستہ اور متصل تعلق تھا اور چونکہ یہ بات احادیث سے متواتر ثابت ہے اس سے واجب ہوتا ہے کہ یہی لوگ آلؑ ہیں صاحب تفسیر کشاف نے روایت کی ہے کہ جب یہ آیہ نازل ہوا اصحاب نے عرض کی کہ یا حضرت آپکے قرابتدار وہ کون لوگ ہیں جنکی محبت ہمارے اوپر واجب ہوئی ہے آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا کہ وہ قرابتمند ہمارے علیؑ وفاطمہؑ اور انکے دونو صاحبزادے ہیں سلام اللہ علیہم اسسے ثابت ہوا کہ یہی چاروں بزرگوار آپکے قرابتدار ہیں اور جب یہ ثابت ہوگیا تو اسکے یہ امر بھی واجب ہوگیا کہ یہی چاروں بزرگوار تعظیم وتکریم کے لئے مخصوص ہیں علاوہ اسکے اور بھی دلیلیں ہیں اول حکم باریتعالیٰ المودۃ فی القربےٰ اس آیہ کی وجہ استدلال اوپر بیان ہوچکی دوم اس میں مطلق شک نہیں کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم جناب سیدہؑ کو

پیار کرتے تھے آپ کا ارشاد ہے فاطمۃ بضعۃ منی فاطمہؑ میری بضاعت ہے جس نے اسکو ایذا
دی اُس نے مجھکو ایذا دی اور یہ بات بھی جناب رسولخدا سے متواتر ثابت ہے کہ آپ حضرات
علیؑ و فاطمہؑ و حسنؑ و حسینؑ علیہم السلام کو محبوب رکھتے تھے جب یہ بات ثابت ہوگئی تو انکی
ساری اُمت پر واجب ہے کہ مثل آنحضرتؐ کے ان حضرات سے محبت رکھیں جیسا کہ پروردگار
عالم نے فرمایا ہے کہ تابعداری کرو آنحضرتؐ کی کہ تم ہدایت پاؤ اور پھر فرمایا خدا نے اے محمدؐ
پرہیز کرو اُن سے جو حکم الہیٰ کی نافرمانی کرتے ہیں اور یہ بھی خدا نے فرمایا ہے جو محبت رکھتا
ہے خدا کی اور یہ پیروی کرتا ہے خدا کی وہ دوست رکھے آنحضرتؐ صلعم کو سوم دلیل آل
کے لئے آنحضرتؐ کا دُعا کرنا ایک بہت بڑا منصب ہے اسی واسطے حسب فرمان جناب باری
عزّ اسمہٗ اخیر تشہد میں ہر نماز کے یہ دُعا کہ اللھم صل علےٰ محمدؐ و آل محمدؐ وارحم علےٰ محمدؐ و آل محمدؐ
مقرر کیگئی ہے اور یہ تعظیم آل کے سوا کسی دوسری کے واسطے نہیں پائی جاتی اور یہ سب
وجوہ دلیل میں اسکی کہ آل محمدؐ کی محبّت واجبات سے ہے اور اسی بنا پر امام شافعی کا قول
ہے کہ اگر محبت آلؑ محمدؐ رفض کا نام ہے تو دونو جہان گواہ رہیں کہ میں رافضی ہوں۔

امام فخرالدین رازی کے علاوہ امام نظام الدین اعرج نے تفسیر نیشا پوری میں بھی
ایسے ہی مضامین لکھے ہیں جن سے اس آیہ وافی ہدایہ کے تمام مقاصد و مطالب کی
پوری توضیح اور تشریح ہوجاتی ہے انکی اصلی عبارت یہ ہے:

عن سعید ابن جبیر لما نزلت ھذہ الآیۃ قالوا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ھولاء الذین
وجبت علینا مودتھم لقرابتک فقال علیؑ وفاطمۃؑ وابناھما ولاریب ان ھذا فخر عظیم وشرف تام و
یزیدہ ما روی انہ عنہ حرمت الجنۃ علی من ظلم اھلبیتی واذانی فی عترتی وکان یقول فاطمۃ
بضعۃ منی یوذینی مایوذیھا وثبت بالنقل المتواتر انہ کان لحب علیاً والحسن والحسین واذا
کان ذٰلک وجبت علینا محبتھم لقولہ وکفی شرفا لآل محمدؐ وفخر اختم التشھد بذکرھم وا
الصلوات علیھم فی کل صلوٰۃ قال بعض المذکورین ان النبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم قال

مثل اهلبیتی کمثل سفینۃ نوح من رکب فیہا نجیٰ ومن تخلف عنہا غرق۔

سعید ابن جبیرؓ سے مروی ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو صحابہ نے عرض کی یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ کے وہ قرابت والے کون لوگ ہیں جنکی محبت ہم لوگوں پر واجب ہوئی ہے آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا وہ قرابت مند میرے جناب علیؑ مرتضےٰ و فاطمہؑ زہرا وحسنؑ وحسینؑ سلام اللہ علیہم ہیں اس میں شک نہیں کہ یہ بڑے فخر اور شرف کی بات ہے اور اسکی تائید اس روایت سے ہوتی ہے جو سعیدؒ ابن جبیر سے مروی ہے کہ جنت حرام ہے اُس شخص پر کہ جس نے میرے اہلبیت پر ظلم کیا اور میری عترت کے بارمیں مجھکو ایذا دی اور آپ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ فاطمہؑ میری بضعۃ منی ہے جو چیز اسکو ایذا دیتی ہے وہی مجھکو ایذا دیتی ہے اور احادیث سے یہ متواتر ثابت ہوا ہے کہ آپ جناب علیؑ و فاطمہؑ اور حسنینؑ علیہم السلام کو سب سے زیادہ محبوب رکھتے تھے اور جب یہ امر ثابت ہے تو ہم پر بھی انکی محبت واجب ہے اور آل رسول صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے یہ فخر اور یہ شرف کافی ہے کہ ہر نماز میں تشہد کے خاتمہ پر ان کا ذکر داخل نماز کیا گیا ہے اور ہر نماز میں اُن پر درود بھیجنے کا حکم ہوا ہے اور بعض راویوں نے کہا ہے کہ فرمایا آنحضرتؐ نے کہ میرے اہلبیت کی مثال سفینۂ نوحؑ کی ہے جو اس میں سوار ہوا وہ بچ گیا اور جو اُس پر نہ سوار ہوا وہ غرق ہوا۔

محبت اہلبیت کے قطعی جواز اور وجوب کی نسبت ہم دو معتبر مفسّروں کے قابل اعتبار استفتے لکھکر اپنے سلسلۂ بیان کو آگے بڑھاتے ہیں کہ ہم نے جناب امام حسنؑ کی طفولیت کے زمانہ کے واقعات میں طوالت سے ضرور کام لیا ہے مگر اتنے طول ہو جانے پر بھی ہم کو کامل یقین ہے کہ باعتبار اُن کثیر واقعات کے جو اس وقت میری پیش نظر ہیں اُن میں سے ہم نے صرف چیدہ چیدہ واقعات کی تحریر پر اکتفا کی ہے اور اپنی تالیف کے تاریخی مضامین کو حتی الامکان فضائل اور خصائل کے مقاصد تک پہنچ جانے کی افراط سے روکا ہے اور

خاص کر اُنہیں واقعات کی تصریح کی جس سے ان حضرات کی نسبت آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اشفاق و اخلاص کے پورے حالات معلوم ہوں۔

ابھی انہیں کے ایسے متعدد واقعات میری پیش نظر ہیں جن سے ان حضرات پر خدا و رسول کے الطاف و عنایات کا مبذول اور انکی عطا و نعمت کا نزول ہونا واضح طور سے ظاہر ہوتا ہے جیسے حلۂ عید کا نازل ہونا بچۂ آہو کا آنا۔ حضرت جبریل علیہ السلام کا بصورت دحیہ کلبی رض تشنہ لیف لانا اور سیب و رمان جنت کا حسنین علیہما السلام کو تحفہ دینا وغیرہ وغیرہ عام طور سے فضائل و خصائص کی کتابوں میں مندرج ہے ملاحظہ ہو شواہد النبوۃ ملا جامی اور روضۃ الشہداء ملا حسین واعظ۔ مگر ہم اپنے تاریخی مضامین کی خصوصیت کی وجہ سے ان کے نقل کرنے کیلئے مجبور ہیں مگر ہاں انہیں کے ذیل میں نزول ہل اتیٰ کا واقعہ جو بالکل آیات مباہلہ و تطہیر وغیرہ کے نزول کی حیثیت میں مطابق اور مشابہ ہے اپنے موجودہ سلسلۂ بیان میں خصوصیت کے ساتھ مندرج کرتے ہیں جس سے خدائے سبحانہٗ تعالیٰ کی اُن عنایات اور نعمات کا پورے طور سے نشان لگتا ہے جو اُس کی درگاہ میں اُن ذوات مقدسہ کے لئے مخصوص ذخیرہ کیے گئے ہیں۔

اس واقعہ سے اُن انفاس مطہرات کی صرف عالی درجاتی اور علو شانی تنہا معلوم نہیں ہوتی بلکہ اُن اوصاف کے ساتھ اُن کے اخلاق کریمانہ کا بھی کامل ثبوت ہوتا ہے جو ان ذوات مقدسہ کی خلقت نورانی کے اصلی جوہر تھے اور پھر انہیں اخلاقی خوبیوں کے ساتھ عبادت اور طاعت خدا اور ادائے فرائض میں انکی محویت کے بھی پورے ثبوت پہنچتے ہیں یہ تنہا واقعہ اگر غور کی نظر سے دیکھا جائے تو اہلبیت رسالت اور خاندان نبوت کے اخلاق اور انکی مقدس معاشرت کا تیار دفتر ہے جن اخلاق کے اظہار، جن حقوق کی تعمیل اور جن محاسن کی تحصیل میں اُن کا جوان اپنے بوڑھوں کے ہمسر ہو جانے کے لئے کوشاں ہے اور اُن کا نادان بچہ اپنے گھر کے جوانوں اور بوڑھوں سے مساوی ہو جانے کے لئے ساعی

پایا جاتا ہے وھذا فضل اللہ یؤتیہ من یشآء واللہ ذوالفضل العظیم

اس واقعہ کے وقت جناب امام حسن علیہ السلام کا سن چھ برس سے زائد نہیں تبایا جاتا اور یہ زمانہ محض طفولیت اور ناشعوری کا ہوتا ہے جس میں کسی قسم کے امتیاز اور شعور کا مشکل سے اعتبار کیا جا سکتا ہے ایسے وقت میں ایسے محاسن ورایسے محامد و مکارم کا اظہار سوائے تائید پروردگار کے کچھ اور نہیں سمجھا جا سکتا ہم نزول ہل اتٰی کے عظیم الشان واقعہ کو علامہ زمخشری کی اصل عبارت میں لکھتے ہیں:

عن ابن عباس رض ان الحسن والحسین علیہما السلام مریضا فعادھما رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ومعہ ابوبکر وعمر فقالوا یا ابوالحسن علیہ السلام لو نذرت علی ولدک فنذر علی وفاطمہ وفضۃ جاریۃ لھما ان برأ مما ان یصوموا ثلثۃ ایام فشفیا وما معھم شئ فاستقرض علی علیہ السلام من شمعون الیہودی الخیبری ثلثۃ اصوع من الشعیر فطحنت فاطمۃ علیہا السلام صاعا واخبزت خمسۃ اقراص علی عددھم ووضعتہا بین ایدیہم لیفطروا واقوقف علیہم سائل فقال السلام علیکم اھل بیت محمد علیہم السلام مسکین من مساکین المسلمین اطعمونی اطعمکم اللہ من موائد الجنۃ فاثروہ وباتوا لم یذوقوا الا الماء واصبحوا صیاما فلما امسوا وضعوا الطعام بین ایدیہم ووقف علیہم یتیم واثروہ ووقف علیہم اسیر فی الثالثۃ ففعلوا مثل ذلک فلما اصبحوا اخذ علی علیہ السلام بید الحسن والحسین علیہم السلام واقبلوا علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فلما ابصرھم وھم یرتعشون کالفراخ من شدۃ الجوع قال ما اشد نی ما اری بکم فقام فانطلق منہم فرای فاطمۃ علیہا السلام فی محرابہا قد التصق ظہرھا ببطنہا وغارت عینہا فساءہ ذلک فنزل جبرئیل علیہ السلام فقال خذھا یا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ھناک اللہ تعالی فی اھل بیتک فاقرء الآیۃ ویطعمون الطعام علی حبہ مسکینا ویتیما واسیرا

ابن عباس رض سے مروی ہے کہ ایک دفعہ جناب حسنین علیہم السلام بیمار ہوئے جناب رسالتمآب

صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ابوبکر اور عمر کے ہمراہ اُن کی عیادت کے لئے تشریف لائے صحابہ نے
عرض کی یا ابوالحسنؑ آپ اپنے بیٹوں کے لئے نذر مانیں تو بہتر ہو پس جناب علیؑ مرتضیٰ اور
جناب سیدہؑ اور حضرت فضہؓ نے انکی تندرستی کے لئے تین روزے رکھنے کے لئے نذر مانی جب
ان دونوں صاحبزادوں نے شفا پائی سب نے ملکر نذر کے روزے رکھے اہلبیتؑ کے پاس
اس وقت کچھ بھی نہیں تھا جناب علیؑ مرتضیٰ نے شمعون یہودی خیبری سے تین صاع جو
قرض لئے اس میں ایک صاع جو جناب سیدہؑ نے پیسے اور اپنے لوگوں کی تعداد کے مطابق اُن
کی پانچ روٹیاں پکائیں جب افطار صوم کے لئے یہ لوگ بیٹھے ایک سائل نے دروازے سے
صدا دی السلام علیکم یا اہل البیت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، میں مسلمان مسکینوں میں سے
ایک مسکین ہوں مجھے کچھ کھلاؤ خدا تمہیں جنت کے میوے کھلائیگا سب نے اپنا کھانا اُسے دے
دیا اور پانی سے افطار فرما کر اُن میں ہر شخص سو رہا اور پھر دن بھر روزہ رکھا جب رات
ہوئی اور افطار کے لئے کھانا پکایا گیا ایک سایل نے آکر آواز دی کہ میں یتیم ہوں سب نے
اپنا کھانا اُسکو اُٹھا دیا اور پانی سے افطار فرماکے سو رہے اسی طرح تیسرے روز کا افطار
ایک قیدی کو بخش دیا صبح کو جناب امیرالمومنینؑ علیہ السلام حضرات حسنین علیہم السلام کا
ہاتھ پکڑکر جناب رسالتمآب صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے وہ دونوں
صاحبزادے مُرغ کے چوزوں کی طرح سے شدت بھوک سے کانپ رہے تھے آنحضرتؐ
نے انکو دیکھکر ارشاد فرمایا کہ ان کی کیا حالت ہے جس سے مجھے رنج پیدا ہو رہا ہے پھر آپ
جناب علیؑ مرتضیٰ کے گھر تشریف لے گئے جناب سیدہ سلام اللہ کو دیکھا کہ محراب عبادت
میں استادہ ہیں دیکھا کہ اُن کا پیٹ پیٹھ سے لگا ہوا ہے اور آنکھوں میں ضعف کی وجہ سے
گڑھے پڑگئے ہیں یہ دیکھکر آنحضرتؐ کو سخت ملال ہوا جبریل علیہ السلام نازل ہوئے اور
کہنے لگے یا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لیجئے آپ کو مبارک ہو خدائے سبحانہ آپ کو آپ کے
اہلبیتؑ کی نسبت تہنیت دیتا ہے اور یہ آیہ کریمہ تلاوت فرمایا کہ یہ خاصان خدا کھلاتے

ہیں کھانا خدا کی محبت پر فقیروں یتیموں اور قیدیوں کو؂

امام واحدی نے بھی اس واقعہ کو حضرت عبداللہ ابن عباس رضؓ کے اسناد سے لکھا ہے انکی اصلی عبارت یہ ہے؛

عن ابن عباس قال اجر علی نفسہ لیقی غذاء بشعیر لیلۃ حتی اصبح فلما قبض الشعیر فطحن منہ فجعلوا منہا شیاً لیاکلوا یقال لہ الحریرہ رقیق بلا دھن فلما تم انضاجہ اتا مسکین فسال فاطعموہ ایاہ ثم صنعوا ثلث الباقی فلما انضاجہ اتا یتیم فسال فاطعموہ ایاہ ثم صنعوا الثلث الباقی فلما تم انضاجہ اتا اسیر المشرکین فاطعموہ ایاہ فنزلت ھذہ الایۃ۔ ھذا قول الحسن و القتادہ وقال سعید بن جبیر محبوس من اھل القبلۃ

ابن عباس رضؓ سے مروی ہے کہ جناب امیرالمومنین علی علیہ السلام نے ایک دفعہ رات بھر اپنے قوت کی تحصیل کے لئے محنت کی جب صبح ہوئی تو انکو اُجرت میں جو دستیاب ہوئے آپ نے اسکو لے کر پیسا اور اُسکے ایک تہائی کا پتلا سا حریرہ بغیر گھی کے پکوایا جب پک چکا تو ایک مسکین نے آکر سوال کیا آپ نے وہ کھانا اُسکو دے دیا پھر دوسری تہائی پکوائی جب وہ تیار ہوئی تو ایک یتیم نے سوال کیا آپ نے وہ کھانا اُسکو کھلا دیا پھر تیسری تہائی پکوائی اُسکے پختہ ہونے پر مشرکوں کے ایک قیدی نے سوال کیا آپ نے وہ سارا بھی اُسکو بخشدیا پس یہ آیۂ وافی ہدایہ نازل ہوا یہ قول حسن اور قتادہ کا ہے سعید ابن جبیر فرماتے ہیں کہ وہ قیدی اہل قبلہ میں سے تھا؛

حقیقت میں یہ واقعہ اہلبیت علیہم السلام کے محاسن اخلاق اور مکارم اشفاق کا مفصل دفتر ہے جس سے اُنکے مخصوصہ اوصاف و محامد کا پورا ثبوت ہوتا ہے اہلبیتؑ میں صرف اُنہیں لوگوں نے نذر کے روزے رکھے تھے جو باعتبار اپنے سن کے تکالیف شرعیہ کی برداشت کرنے کی قابلیت اور صلاحیت حاصل کر چکے تھے مگر غور کرو اُنکے محاسن اعمال اور مکارم افعال کی پوری تقلید انکے خرد سال بچوں نے بھی کی جن میں کسی کی عمر چھ برس کی تھی اور کسی کی چار سال کی جن میں طفولیت کے باعث ابھی گفتار و رفتار کی بھی پوری طاقت نہیں آئی تھی۔ اُن

پر واجبات لازمی تھے اور نہ احکام زوائف میں سے کوئی فرض نافذ؛ پھر دیکھو تو تقلید اور متابعت بھی تو کیسی کہ صرف ایک دن نہیں دو دو اور تین تین دن؛ انکی ہمت پر آفریں کرکے ان کے بزرگوں کے استقامت اور استقلال پر غور کرو کہ انکے دیدہ ہائے حق بیں نے اپنے بچوں کے مصائب ایسے شدید مشاہدہ فرمائے کہ انکے پھول سے رخسار نقاہت اور ضعف کی وجہ سے زرد ہوگئے تھے آنکھوں میں حلقے پڑگئے تھے پیٹ اور پیٹھ ایک ہوگیا تھا رفتار کی طاقت تو کجا گفتار کی قوت بھی نہیں رہی تھی اُٹھنے بیٹھنے میں تیورانے لگے یہ سب ہوتا گیا مگر اُن بچوں کو کبھی اپنے محاسن کی تعمیل اور اُن سعادتوں کی تحصیل سے روکنا تو کہاں اُن سے کبھی اتنا بھی نہ کہا کہ اچھا کل سے تم روزہ نہ رکھنا؛ اب ان سے قطع نظر کرکے ان بچوں کی ہمت و استقلال پر نگاہ کرو تو معلوم ہوتا ہے کہ اُنہوں نے اپنے شبانہ روز کی غیر متحمل ریاضتوں میں اپنے مقدس اور مطہر والدین کی تقلید اطاعت اور پیروی سے ایک دم کے لیئے بھی ہمت نہ ہاری اور خدائے تبارک و تعالیٰ کے تقرب اسکی رضا تسلیم اور خوشنودی حاصل کرنے کے تمام دشوار گذار مرحلوں کو با وجود کمسن غیر مکلف اور معصوم ہونے کے بھی کس کشادہ پیشانی خندہ روی اور اطمینان اور سہولیت کے ساتھ تین شبانہ روز تک برابر ادا فرمایا نہ کبھی بھوک کی شکایت کی نہ پیاس کا گلا نہ کسی وقت نقاہت کا عذر ہوا اور نہ کسی دم ضعف کا شکوہ اپنی کمسنی طفولیت کے تمام خیالوں سے درگذر کرکے اپنے پروردگار عالم کے ادائے اطاعت میں ہمہ تن سجود اور اپنے والدین کی تعمیل اطاعت میں موجود رہے؛

ان واقعات کو دیکھکر ہم بخوبی فیصلہ کر سکتے ہیں کہ ان ذوات مقدس کو طاعت و عبادت الٰہی کے مشاغل میں ہر دم ہر لحظہ محو رہنا کس درجہ تک پسند تھا اور اُن کے ساتھ اُن کے گھر کے غیر مکلف اور کمسن بچے تک بھی انکی تقلید اور انکی تاسّی میں ان حسنات کی تحصیل و تعمیل کے لئے کتنی مستعدی اور کتنے استقلال سے کام لے رہے تھے اور یہ ایسے محاسن تھے جو پروردگار عالم کی طرف سے ان ذوات مطہرہ کی مقدس فطرت کے ساتھ مخصوص

ودیعت فرمائے گئے تھے اور انہیں کو اپنے برحق نبی کے بعد اپنے اسرار اور علوم کی امانت
اور اپنے دین حقہ کی حفاظت اور عامۃ الخلائق کے تمام ہدایت کیلئے منتخب کر لیا تھا اُن کے
مقدس بزرگواروں نے اپنے غیر مکلف اور خوردسال بچوں کو ایسی شدید حالتوں میں مبتلا دیکھکر اسی
سبب سے خاصکر منع نہیں فرمایا کہ وہ قربت طاعت اور عبادت خدا کی تعمیل میں خاصکر ان محاسن
اور محامد کی تحصیل میں انکی ہمتوں کو وسیع کریں انکے حوصلوں کو بڑھائیں اور اپنی مثال دکھلا دکھلا کر
اُنکو اسکے ارکان اسکے اصول اسکے احکام اور اسکے آداب بتائیں اور اسکے تمام طریقے سکھلائیں
کہ وہ پختہ شعور اور پوری تمیز کے زمانے میں خدا کی عام مخلوق کو اپنی امامت اور ہدایت کے
فرائض کی ادا کاریوں میں خدا کی عبادت اور طاعت کے تمامی ضروریات صرف اپنی مثال اور
اپنی عادات و اخلاق سے تعلیم فرمائیں دیکھو صرف روزہ کا فرض ادا کر کے اہلبیت علیہم السلام نے
کیسے محاسن کی تعلیم و ہدایت کے دروازے کھول دیئے ہیں بلکہ اسکے ساتھ ہی توکل تسلیم و رضا
جود و سخا اور زہد و اتقا قریب قریب تمام اخلاقی اور روحانی محاسن بتلا دیئے ہیں بچے بھی
اہلبیت کے بچے ہیں جن پر ہمیشہ خدا کی مخصوص رحمت کی چادر اور رسول کی خاص شفقت کا
دامن سایہ کئے رہتا تھا خدائے تبارک و تعالیٰ نے انکو اس گھر کی زینت رونق اور آبادی کا
باعث بنایا ہے جس گھر میں اُسنے اپنا قرآن اور اپنی شریعت آخری کے سارے فرمان اُتارے
ہیں یہ اُسی کاشانہ کے چشم و چراغ ہیں جس میں وحی الہٰی کے احکام خدائے سبحانہ تعالےٰ کا
مقدس امین اور راز دار جبرئیل علیہ السلام بارگاہ ایزدی سے دربار نبوی تک پہنچایا کیا جس
گھر سے دنیا کے تمام حصوں میں ہدایت اور رشادت کے احکام پہنچے ہوں اور جس گھر سے
شریعت کے اصول قائم ہوئے ہوں اور جس گھر سے تمام اخلاقی اور روحانی تعلیم جاری ہوئی
ہو پھر اُس گھر کی تعلیم کیسی ہوگی اور خاصکر ایسے گھر کے بچوں کی تربیت تہذیب شائستگی کے کیسے
خوشنما اسلوب ہونگے جناب علی مرتضےٰ علیہ السلام سا باپ اور جناب سیدہ سلام اللہ علیہا سی ماں
پھر ان دونوں حضرات پر جناب رسالتمآب صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم جیسا مہربان اور شفیق محافظ

نورٌ علیٰ نور ہے پھر جس گھر میں ایسے عدیم المثال اور نایاب جوہروں کا مجموعہ موجود ہو اور جس خیر و برکت کے چمن میں اتنے خوشنما پھولوں کا گلدستہ طیار ہو پھر اُسکے سعادتمند نونہالوں اور ہونہار غنچوں سے دُنیا اپنے مقاصد کی شگفتگی اور کامیابی کی کیوں اُمید نہ رکھے ؛

تعلیم کا زمانہ

الحمدللہ ہمارے صاحب کتاب علیہ من اللہ سلام و صلوات الی یوم الحساب کو اسکی مطلق ضرورت نہیں کہ وہ ظاہری طور پر عام بچوں کی طرح علمی تحصیل کے لئے مجبور سمجھی جائیں یہ تو ظاہر ہے کہ جناب امام حسن علیہ السلام اس گھر کے چشم و چراغ اور اُس گلشن اقبال کے سعادتمند نونہال تھے جو دنیا میں اپنی عظمت اور قدر و منزلت کے اعتبار سے مدینۃ العلم ؛ دار النبوۃ معدن الحکمت اور بیت الشرف کے مختلف القاب سے آجتک یاد کیا جاتا ہے ہم پہلے لکھ چکے ہیں کہ انکی تعلیم و تربیت جناب رسالت مآب صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم سے نانا جناب علی مرتضیٰ سے باپ اور جناب سیدہ سی ماں کے متعلق رہی ایسے گرانقدر اور عظیم الشان والدین کی دامن تربیت میں رہکر جن خوش قسمت اور ذی سعادت بچوں نے اپنی تعلیم پانے کا اور اپنی تحصیل کو تکمیل تک پہنچانے کا شرف پایا ہو انکی جوہر ذاتی اور قابلیت و جامعیت کا کیا پوچھنا پھر خدا کے فضل سے وہ خوش قسمت بچے بھی کیسے اور کون جنکے عادات و اطوار کو دنیا کی معمولی طبیعتوں سے کوئی واسطہ نہیں دنیا کے عام بچوں کے خلاف انکے قلوب روشن اُنکے دل نورانی انکے نفوس پاکیزہ انکی زبان صادق اُنکے ذہن سالم انکی عقول کامل انکے شعور درست اُن کی طبیعتیں حاضر انکی نظریں غائر اُن کے اطوار آراستہ اور ان کی عادات شائستہ اور انکے اخلاق وسیع تھے اور یہ تمام یکتا اور بے نظیر صفات مخصوص اہلبیت علیہم السلام کی مقدس سیرت اور مبارک فطرت تک محدود تھے جو ان سے پہلے سوائے انبیا علیہم السلام کے کسی اور دنیا وی قوم و قبیلہ کے

حصّہ نہ ٹھیرے :

جناب امام حسن علیہ السلام کا سن اگرچہ آنحضرتؐ کی وفات کے وقت آٹھ برس سے زیادہ کا ثابت نہیں ہوتا مگر باین ہمہ آئمہ حدیث نے بہت سی حدیثوں کے اسناد کو ان سے لیا ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ طفولیت کے زمانے میں آپکے قوائے ذہنی عموماً بوڑھے اور جوانکے برابر تھے۔ جناب رسالتمآب صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد امام حسنؑ سے آپکے حلیہ کی نسبت سوال کیا گیا تو آپ نے عموماً سر مبارک سے پائے اقدس تک کی سچی تصویر اپنے الفاظ میں بیان فرما دی جو آج تک اسلامی کتابوں میں مندرج پائی جاتی ہے اور شمایل نبوی کے لکھنے والے اُسے آجتک خصوصیت کے ساتھ مستفیض و مستفاد پائے جاتے ہیں۔

دیکھو ینابیع المودت شیخ الاسلام السلیمان الحنفی القندوزی۔

آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد ان حضرات کی تعلیم اُس **عالم علم الاولین والآخرین** کی قابلیت اور جامعیت سے وابستہ ہوئی جو تمام اُمت اسلامیہ میں انا مدینۃ العلم وعلیؑ بابہا کا مفہوم سمجھا جاتا تھا اور اقضٰکم علیّاً جسکی ذاتی لیاقتوں کے جوہروں میں سے ایک چمکتا ہوا جوہر تھا ظاہری طور پر ان حضرات کی تعلیم اس طرح جس طرح دنیا کے معمولی بچے تعلیم پاتے ہیں نہیں معلوم ہو سکتی اور چونکہ اُن خاندان خدا نے اپنی عین سعادتمندی اور خوش قسمتی سے علم لدنی میں مخصوص حصّہ لیا تھا اس لئے انکی تعلیم و تدریس کے معمولی حالات پر بالکل پردہ ہے اسی لئے ہم کو اسلام کی ان تمام کتابوں میں جو اسوقت ہمارے پیش نظر ہیں کہیں ان واقعات کا نشان نہیں معلوم ہوتا کہ حضرات حسنین علیہما السلام نے کس سے اخذ علم کیا اور کون شخص آپ حضرات کی تعلیم و تدریس کی خدمات پر مامور تھا شے یہ امر قطعی طور پر ثابت ہوتا ہے کہ انحضرات کو معمولی تعلیم و تدریس کی مطلق ضرورت نہیں تھی اور جس مخصوص تعلیم کی ضرورت تھی وہ انسانی قوائے فہم و ادراک سے باہر تھی اور وہ بالکل تائید ایزدی اور مشیت سبحانی سے متعلق تھی اور یہ تعلیم و

تلقین علم لدنی کی وہ وجہ واعظم ہے اور اسرار محکم ہیں جو خاصان خدا اور مقربان رب الاعلیٰ کے مقدس طبقہ میں سینہ بسینہ چلے آتے ہیں جو اسکو نہیں سیکھ سکتا مگر وہی جو خدا کا خاصہ اور مقرب ہو اور جب تو نہیں سکھا سکتا یا بتا سکتا مگر وہی جو برگزیدۂ خدا یا اسکی بارگاہ عالی کا مقرب ہو۔

اس وجہ سے ان حضرات کی تعلیم کے واقعات تلاش کرنے میں ہم کو کوئی واقعہ جیسا ہم نے اوپر اعتراف کیا ہے سوائے اس ایک واقعہ کے جسکو ہم عنقریب ذیل میں لکھیں گے نہیں ملا یہ واقعہ بھی اگرچہ انکی تعلیم سے متعلق ہے مگر تحقیقی نظر سے دیکھا جائے تو ان حضرات کی قدر و منزلت اور عظمت وجلالت کو اور خدا اور رسول کی ان رحمت و نعمت و شفقت کو جو اس ذات ستودہ آیات پر ہمیشہ مبذول رہتی ہیں نہایت وضاحت سے ظاہر کرتا ہے اور اسی ایک واقعہ سے اس امر کا پورا پورا نشان معلوم ہوتا ہے کہ انکی تعلیم و تدریس کے تمامی تعلقات خصوصیت خدا و رسول صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے تعلق رکھتے تھے۔

یہ واقعہ تمام اسلامی کتابوں میں عام طور سے مندرج ہے اور مستند بین الفریقین ہے چنانچہ ہم اسکو علامہ سید علی ہمدانی الشافعی کی اصلی عبارت سے ذیل میں لکھتے ہیں۔ وھو ہذا

عن ابن عباسؓ قال ان الحسن والحسین علیہما السّلام کانا کتبنا فقال الحسین خطّی احسن من خطک فقالا لفاطمة علیہا السلام احکمی بیننا من احسن منّا خطّا فکرھت فاطمۃ علیہا السّلام ان توذی احدھما بتفضیل احدھما علی الاٰخر فقالت منہما سئلا اباکما علیًّا فسئلاہ عن ذٰلک فقال علی علیہ السلام سئلا جدکما رسول اللہ صلّی اللہ علیہ والہ وسلّم فسئلاہ فقال لا احکم بینہما حتّٰی اسئل جبرئیلؑ فلمّا جاء جبریلؑ وقال لا احکم بینہما ولکن یحکم بینہما میکائیل فقال لا احکم بینہما ولکن یحکم بینہما اسرافیل فقال لا احکم بینہما حتی اسئل اللہ تعالیٰ ان یحکم بینہما فقال اللہ تبارک وتعالیٰ لا احکم بینہما ولکن امّھا یحکم بینہما فقالت فاطمۃ احکم بینہما فکانت لھا قلادۃ من الجواھر فقالت لھما

انتثر جواهر هذہ القلادۃ فمن اخذ منہما اکثر فخطہ احسن فنثرتہا وکان جبرائیل واقفا عند قائمۃ العرش فامرہ اللہ تعالیٰ اھبط الی الارض وانصف الجواھر بینہما حتی لا یتاذیٰ احدھما ففعل ذالک احتراما وتعظیما لھما علیہما السلام

جناب ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ ایک دفعہ جناب حسنین علیہما السلام نے مشق کے طور پر کچھ لکھا تھا امام حسینؑ نے امام حسنؑ سے فرمایا کہ میرا خط تم سے اچھا ہے اور وہ فرماتے تھے کہ میرا خط تم سے اچھا ہے آخر اپنی مادر گرامی جناب سیدہ سے عرض کی کہ تم ہمارا فیصلہ کردو کہ ہم میں سے کس کا خط اچھا ہے حضرت فاطمہؑ نے اس خیال سے کہا کہ اگر میں ایک کو دوسرے پر فضیلت دیتی ہوں تو انہیں سے ایک کو ضرور ایذا ہوگی فیصلہ کرنا پسند نہیں فرمایا اور دونوں صاحبزادوں سے ارشاد فرمایا کہ اپنے والد ماجد جناب امیر المومنین علیؑ مرتضیٰ علیہ التحیۃ والثنا سے دریافت کرو تب انہوں نے حضرت علیؑ سے پوچھا حضرت نے جواب دیا کہ اے فرزندو اپنے نانا رسول مقبول صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھو انہوں نے آنحضرتؐ سے دریافت کیا آنحضرتؐ نے فرمایا میں حکم نہیں کرسکتا جبتک کہ جبرئیلؑ سے نہ پوچھ لوں جب جبرئیلؑ حاضر ہوئے تو عرض کی کہ میں آپ کے درمیان حکم نہیں کرسکتا جبتک کہ میکائیلؑ آپ کے درمیان نہ حکم کرینگے میکائیلؑ نے کہا کہ میں انکے درمیان حکم نہیں کرسکتا بلکہ اسرافیلؑ حکم کرینگے اسرافیلؑ نے عرض کی کہ میں حکم نہیں کرسکتا بلکہ حق سبحانہ تعالےٰ سے درخواست کرونگا کہ وہ اسکا فیصلہ فرمادے آخر کار اللہ تعالےٰ نے ارشاد فرمایا کہ میں انکے درمیان حکم نہیں کرسکتا پر انکی ماں فاطمہ سلام اللہ علیہا انکے درمیان حکم فرمائینگی۔ الغرض جناب سیدۃ العالمین حضرت فاطمہ زہرا علیہا السلام نے فرمایا کہ میں انکے درمیان فیصلہ کرتی ہوں معصومہ کے پاس موتیوں کا ایک ہار تھا دونو صاحبزادوں کو مخاطب فرماکے ارشاد کیا کہ میں اس ہار کو توڑ کر اس کے موتیوں کو زمین پر پھینکے دیتی ہوں تم میں سے جو کوئی زیادہ موتی چُنے گا اُسی کے خط کو میں اچھا سمجھونگی یہ فرماکر وہ موتی پھینک دیئے اس وقت جناب جبرئیل علیہ السلام عرش الٰہی کے نزدیک موجود

تھے خدائے سبحانہ تعالےٰ نے حکم فرمایا کہ زمین پر اُترو اور موتیوں کو ان دونو صاحبزادوں
میں آدھوں آدھ تقسیم کردو تاکہ کوئی ان میں سے رنجیدہ خاطر نہو جناب جبرئیل نے ان دونوں
حضرات کی عظمت و حرمت کے سبب موتی کے دانوں کو نصف نصف تقسیم کردیا؛
ہم نے یہ عبارت علامہ سید علی ہمدانی کی اصل کتاب المودت فی القربےٰ کی مودت چہارد ہم رابعہ
عشر سے نقل کی ہے جنکے فضائل و مناقب تمام اسلامی کتابوں میں مندرج ہیں: مُلّا
عبدالرحمن جامی نے نفحات الانس میں انکے فضائل اور انکے علوم ظاہری اور باطنی کی جامعیت
کی تفصیل و تشریح کو خصوصیت کے ساتھ لکھا ہے ومن شاء فلیرجع الیہ علمائے اہلبیت نے
بھی مختلف عبارتوں میں اس واقعہ کو لکھا ہے چونکہ فریقین کے مفہوم ایک ہیں اسلئے ہم تکرار کو بیجا
اور نازیبا خیال کرکے قلم انداز کرلیتے ہیں؛
جناب حسنین علیہم السلام اپنے ذاتی منصب کے اعتبار سے اسیوقت سے بندگان خدا کی ہدایت
کی طرف مامور تھے چنانچہ ذیل کا واقعہ ہم مُلّا مجلسی علیہ الرحمہ کی دو کتابوں یعنی حیات القلوب
اور جلاء العیون کے ترجمہ سے لکھتے ہیں جسکو جناب مرحوم نے ان حضرات کے بچپن کے حالات
میں خصوصیت کے ساتھ مندرج فرمایا ہے؛
ایک دفعہ حضرات حسنین علیہما السلام اپنی طفولیت کے زمانے میں مدینہ کی آبادی سے باہر
تشریف لے گئے تو ایک مرد اعرابی کو وضو کرتے ہوئے دیکھا جس کے ارکان صحیح نہ تھے اور
باعتبار ترتیب کے اُس نقص حائل اور وضو باطل تھا ان دونوں صاحبزادوں نے اُس کو
وضو کی ترکیب سے جاہل سمجھکر اُسکو متنبہ کرنا چاہا مگر اس خیال کے ساتھ اُسکے یکایک ٹوک دینے کو
اُسکی دلشکنی کا باعث اور اپنی کج خلقی کا اظہار سمجھکر سوچنے لگے کہ کوئی ایسی تدبیر ہونی
چاہیئے کہ مرد اعرابی کی ہدایت بھی ہوجائے اور اُسکو ہماری طرف سے کوئی شکایت بھی نہ ہو یہ
سوچکر اُن حضرات نے اُس مرد اعرابی سے جس نے وضو تو کرلیا تھا مگر نماز کا تحرمیہ نہیں باندھا
تھا فرمایا کہ بھائی ہمارا پہلے تصفیہ کرلو تو نماز پڑھو ہم دونوں آدمیوں میں وضو کے مسئلہ

پر تنازع ہے اس لئے ہم دونوں نے اس امر پر باخود ہا اقرار کرلیا ہے کہ تم بوجہ کبیر السنی کے وضو
کی ترکیب کو ہم سے اچھا جانتے ہوگے ہم دونوں وضو کرتے ہیں ہم میں سے جس کے ارکان
صحیح ادا اپنی ترکیب کے ساتھ درست ہوں تم اسکو بتلا دو یہ کہکر دونوں حضرات چشمہ کے
کنارے بیٹھ گئے اور وضو کرنے میں مصروف ہوئے اور اسکے صحیح طور سے تمامی ارکان بجا
لانے لگے وہ مرد بیچارہ جو خود جاہل مسئلہ تھا مگر حکم ہونے کی موجودہ حیثیت سے ان دونوں
حضرات کے وضو کو نہایت غور اور تامل کی گہری نگاہوں سے دیکھنے لگا چونکہ اسکے ارکان
اور ترکیب آپ ہی ناقص و الٹے پلٹے تھے انکے وضو کی عملی ترکیبوں کو دیکھکر وہ سوائے اسکے
کہ اپنے وضو کے ناقص اور باطل ہونے کا خود اعتراف کرے اور کچھ نہ کرسکا جب حضرات
حسنین علیہما السلام اس سے فیصلہ کے خواہاں ہوئے تو اس پیر مرد نے صاف صاف لفظوں
میں اقرار کرلیا کہ آپ دونوں حضرات کی وضو کی ترکیبیں میری دانست میں میرے ارکان وضو
اور میری ترکیبوں سے بدرجہا صحیح درست اور بہتر ہیں اور آپ دونوں صاحبوں کی
ترکیبوں میں سر مو فرق نہیں ہے اسے تو معلوم ہوتا ہے کہ میں آجتک خود غلط وضو کیا
کرتا تھا اب آپکے وضو کرنے کے طریقہ کو دیکھکر مجھکو ہدایت ہوئی اور میں اپنی غفلت پر اس
وقت سے متنبہ ہوا اس کا ایسا معذرت آمیز جواب سنکر جناب حسنین علیہما السلام نے فرمایا کہ
اصل ہم دونوں کی غرض بھی صرف تیری ہدایت اور تیری غلطی کی تصحیح ہی تھی اور کچھ نہیں
اب اس پیر مرد نے دو ایسے صغیر السن صاحبزادوں میں اتنی صلاحیت اور محاسن کے
اوصاف پاکر عرض کی کہ آپ حضرات اپنے حسب و نسب نام و نشان سے مطلع فرمائیں یہ سنکر
دونوں حضرات نے کہا کہ ہماری معرفت کیلئے اتنی واقفیت کافی ہے کہ ہم دونوں آدمی
جناب سید المرسلین ختم النبیین صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نواسے ہیں اور انکی اہلبیت
میں داخل ہیں ؛

اس واقعہ سے یہ امر پوری صداقت تک پہنچ گیا کہ ان حضرات علیہما السلام کو اپنے ذاتی

منصب کے لحاظ سے بچپن ہی کے ابتدائی زمانہ سے امور ہدایت اور تعلیم شریعت کیطرف کس قدر توجہ و مستعدی منظور تھی اور اسکے ارکان کو کس رغبت اور کس اہتمام سے ادا فرماتے تھے اور اس شخص کی جسکی نسبت ہدایت کیطرف توجہ منظور ہوتی تھی اپنے اخلاق و اشفاق کی رعایت سے موعظت و نصیحت کے ساتھ کتنی دلجوئی اور خاطرداری کے اصول برتنے جانتے تھے جو ہدایت اور اخلاق دونوں کی خوبیوں کو قائم رکھے اور مخاطب کو بھی۔ سو طبعی خشونت اور کج خلقی کا اعتراض اور شکایت کا مطلق موقع نہ دے سکے ؛

یہاں تک میں نے خاصکر وہ واقعات لکھے تھے جو جناب امام حسن علیہ السلام کی تحصیل علمی کے متعلق آپ کی طفولیت کے حالات سے علاقہ رکھتے تھے اگرچہ اور ایسے ابھی کثرت سے واقعات ہمارے پیش نظر ہیں جنکو ہم آسانی سے لکھ سکتے تھے مگر چونکہ ہم کو اپنے سلسلہ بیان میں ابھی تالیف کے دوسرے ضروری مضامین کو اس سے زیادہ وسعت کے ساتھ لکھنا منظور ہے اسلئے انکی تطویل کو انکی تفصیل کے مقابل میں غیر ضروری سمجھکر قلم انداز کرتے ہیں اور اپنے سلسلہ بیان کو آگے بڑھاتے ہیں ؛

وفات رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وقت سے تیسری خلافت کے زمانے تک جناب امام حسنؑ کے مشاغل وہی تھے جو جناب امیرالمومنین علیؑ ابن ابی طالب علیہ السلام کے جنکی تفصیل صرف تحصیل علمی تجمیع قرآن اور ترتیب حدیث اور دیگر روحانی تعلیمات کی تحصیل پر ختم ہوتی ہے وفات رسول اللہ سے جناب امیرؑ کی ظاہری خلافت تک انکا زمانہ ایسے سکوت اور خاموشی کے عالم میں گذرا ہے جس میں سوائے ان مشاغل کے اور کسی دوسرے امور کا مشکل سے سراغ لگ سکتا ہے جناب امیرؑ کو جیسا ہم اس سلسلہ کے جلد اوّل میں بیان کر آئے ہیں عبادت و ریاضت کے بعد اگر کوئی دوسرے فرائض روزانہ ادا کرنے ہوتے تھے وہ بھی قرآن کی تجمیع احادیث کی ترتیب اور جناب حسنین علیہم السلام کی تعلیم ایسی ہی ان حضرات کو بھی اپنے فرائض خدا کی ادا کاریوں کے بعد کوئی مشاغل رہتے تھے تو یہی ؛

خلافت ثانیہ میں **محاصرۂ روم** کی نسبت امام حسنؑ کی شرکت بعض تاریخوں میں پائی جاتی ہے یہ ایسا تنہا واقعہ ہے جو چیدہ چیدہ تاریخوں میں لکھا ہے اور تمام تاریخوں کا اسپر اتفاق ثابت نہیں اسلئے یہ واقعہ صرف روایت ہونے کی حیثیت رکھتا ہے مگر روایت مشہور اور تواتر کا اعتبار نہیں رکھتا علمائے اہلبیت علیہم السلام نے تو کہیں بھی اسکا ذکر نہیں کیا اسلئے ہم ایسے تنہا واقعات کے لکھنے سے ضرور احتیاط کرتے ہیں سوائے اس ایک واقعہ کے کوئی دوسرا واقعہ ہم کو تاریخوں میں نہیں معلوم ہوتا جس سے خلافت کے کاروبار میں امام حسنؑ کی شرکت ثابت ہوتی ہو۔

ایسے ہی خلافت ثالثہ میں **محاصرہ فارس** میں بھی انکی شرکت بتلائی جاتی ہے مگر اس کی بھی حالت ویسی ہی ہے جیسی اوپر کے واقعہ کی خلیفۂ ثالث کے **محاصرہ** میں حضرت امام حسن علیہ السلام کی تائید کا واقعہ تمام تاریخوں میں درج پایا جاتا ہے اور یہ کہا جاتا ہے کہ جناب امیرالمومنین علیہ السلام کے حکم سے آپ خلیفہ کی اعانت کیلئے بھیجے گئے تھے اس واقعہ کو ہم جناب امیرالمومنینؑ کے محاسن اخلاق کریم النفسی در رفق و مدارا کا مقتضی اور انکی اعانت وشفقت کا پورا معیار سمجھتے ہیں خلیفہ محصور کی اعانت فرمانے سے آپ کے اخلاق ہی کا ثبوت نہیں ہوتا بلکہ اسکے ساتھ ہی انکی شورش اور برآشوبی کے زمانے میں انکے واقعہ کے متعلق جناب امیرؑ کی پوری بےلوثی صفائی اور سازش کے غلط شبہوں کو نہایت آسانی سے رفع کرتا ہے چنانچہ اسکا فیصلہ ہم سے پہلے **روضۃ الصفا** کے ذیقدر مولف کر چکے ہیں چنانچہ وہ لکھتے ہیں کہ حضرت امام حسنؑ کا بھیجنا جناب امیرؑ کے خلوص پر مبنی تھا اور طلحہ نے جو اپنے بیٹے کو بھیجا تھا وہ اپنے آپ کو سازش باغیاں کے الزام سے بچانے اور دشمنی کو دوستی کی آڑ میں دکھلانے کی غرض سے تھا۔

بہر حال جو کچھ اس واقعہ کے متعلق ہے وہ یہ ہے کہ جناب امام حسنؑ امیرالمومنین علیہ السلام کی ہدایت کے مطابق خلیفۂ ثالث کی تائید میں محاصرہ کی عین شدت اور انکی سخت مصیبت کے

وقت میں موجود تھے بعض تاریخوں کا بیان ہے کہ اسی اعانت اور حفاظت کے اظہار میں حضرت امام حسن علیہ السلام کے جسم مبارک پر کچھ تھوڑے سے خفیف زخم بھی پہنچے تھے جسکی وجہ باغیوں کی ممانعت اور مدافعت کے سوا کچھ اور نہیں قائم کی جا سکتی ملاحظہ ہو تاریخ المختصر تاریخ ابوالفدا ذکر خلافت ثالثہ؛

بہرحال یہی دو ایک واقعات تھے جو خلافت ثانیہ سے لیکر ثالثہ تک امام حسنؑ کے متعلق تھے ہر چند کہ ان واقعات کو ہمارے تالیفی مقاصد سے کوئی ایسی مناسبت نہیں تھی مگر ہم نے صرف خلافت کے ترتیبی سلسلہ کے التزام قائم رکھنے کے باعث ان واقعات کو بھی اپنے سلسلۂ بیان میں جگہ دے دی؛

جناب امیرالمومنین علیہ السلام کی تخت نشینی کے وقت جناب امام حسن علیہ السلام کا سن مبارک بتیس یا تینتیس برس کا ثابت ہوتا ہے گو تاہم خلافت کے پولٹیکل اُمور میں آپ کی کوئی مداخلت ثابت نہیں ہوتی جنگ جمل اور صفین میں انکی شرکت تو ضرور تھی بلکہ جمل کے واقعات میں کوفہ اور اہل کوفہ کی متابعت کے انتظام آپ ہی کے متعلق پائے جاتے ہیں اس کی کیفیت یہ ہے؛

کہ کوفہ کے باشندے ابوموسیٰ اشعری کی تحریک و اغوا کی وجہ سے جناب امیرالمومنین علیہ السلام کے امر بیعت میں رکے ہوئے تھے ابتدائے جنگ جمل میں خلافت کی طرف سے ایکبار نہیں کئی بار انکی طلبی کیگئی تھی مگر انہوں نے ان تمام کوششوں پر کچھ لحاظ نہیں کیا آخرکار دربار خلافت سے حضرت امام حسن علیہ السلام اور حضرت عمار یاسرؓ کے بھیجنے کی تجویز منظور ہوئی اور یہ دونوں حضرات بصرہ سے کوفہ میں تشریف لائے اور وہاں کے لوگوں کو خلافت کا مطیع و منقاد بنا کر انکو امیرالمومنین علیہ السلام کی اعانت پر پورے طور سے آمادہ فرمایا چنانچہ ہم یہ واقعہ صحیح بخاری کی اصل عبارت سے ذیل میں مندرج کرتے ہیں۔ وھو ہذا

لما سار طلحہ و زبیر و عائشۃ الی البصرۃ بعث علی علیہ السلام عمارؓ و حسنؑ فقدما علینا

الکوفۃ فصعدا المنبر وکان الحسنؑ فوق المنبر واعلاہ وقام عمارؓ اسفل من الحسنؑ فاجتمعنا الیہ فسمعت عمارؓ یقول ان عائشۃ قد سارت الی البصرۃ واللہ انہا لزوجۃ نبیکم فی الدنیا والاٰخرۃ ولکن اللہ ابتلاکم لیعلم ایاہ تطیعون

جب طلحہ زبیر اور عائشہ بصرہ کو روانہ ہوئیں تو جناب امیر المومنین علیہ السلام نے حضرت امام حسنؑ اور حضرت عمارؓ یاسر کو کوفہ میں بھیجا یہ دونوں حضرات کوفہ میں تشریف لائے اور منبر پر تشریف لے گئے امام حسنؑ منبر کے بالائی حصّہ پر اور حضرت عمارؓ یاسر منبر کے پائیں حصہ پر تشریف رکھتے تھے حضرت عمارؓ نے فرمایا کہ عائشہ بصرہ میں آئی ہیں وہ دُنیا و آخرت میں تمہارے پیغمبرؐ کی بی بی ہیں مگر خدائے سبحانہٗ تعالیٰ کو تمہاری آزمائش منظور ہے تاکہ معلوم ہو تم ان دونوں میں سے کس کی اطاعت کرتے ہو۔

علامہ طبری نے اس واقعہ کے متعلق یہ عبارت تحریر فرمائی ہے کہ امام حسن علیہ السلام اہل کوفہ را جمع نمودہ ایں چنیں خطبہ فرمود کہ ایہا الناس علیؑ ابن ابی طالب امام شما است و در میان مردماں فتنہ انگیزاند و خلافت را خواہند و سخن گرد آمدہ را می پراگنند و ایں معنی کہ اندر گردن ایشاں آمدہ نقص کنند واز خدائے عزّ وجل عاصی بشوند و امام شما را می خوانند۔ بیعت او در گردن شما است اعانت کنید و امیر المومنین علیہ السلام را بجوئید و بہ مدت و تاخیر مکنید و یک دیگر را گیرید کہ ہر کس بگناہ خویش می آید پس اعانت کردند و گفتند سمعنا واطعنا فرماں برداریم و پیش امیر المومنین علیہ السلام برویم و تن وجان پیش امیر المومنینؑ می نمائیم وفداکنیم (طبری جلد چہارم ص ۵۶۰)

اسکے بعد جب اسیرانِ جنگ جمل کی فہرست امیر المومنین علیہ السلام کی خدمت میں پیش کیگئی تو مروان الحکم کی رہائی کے لئے اہل اسلام میں سے کوئی ساعی نہ نکلا تو حضرت امام حسن علیہ السلام نے انکی سفارش اور ضمانت فرما کر انکی رہائی دلوائی بعد مرور ایام امام حسنؑ کے ان محاسن اخلاق کے معاوضہ میں مروان نے جو کچھ کیا وہ امام حسنؑ کی عالی ظرفی تھی اور وہ

مروان الحکم کی خباثت فطری کا تقاضہ ہے اور کچھ نہیں جیسا عنقریب معلوم ہوگا؛

جنگ جمل کی تمام ضروریات سے فارغ ہو کر جناب امیر المومنینؑ نے سب سے پہلے حضرت عبداللہ ابن عباسؓ کو عائشہ کے پاس اس غرض سے بھیجا کہ تمہارا ادھر اُدھر زیادہ رہنا نہایت نازیبا معلوم ہوتا ہے اسلئے تمہیں مدینہ میں واپس جانا مناسب ہے حسب الحکم عبداللہ ابن عباسؓ اُم المومنین کے پاس گئے اور امیر المومنین کا پیام سنایا مگر وہ راضی نہ ہوئیں تو پھر جناب امام حسنؑ بھیجے گئے تب وہ مدینہ کی مراجعت پر تیار ہوئیں (طبری ۵۶۹)

ان جزوی واقعات کے علاوہ ہم کو اس خلافت کے زمانہ میں بھی امام حسنؑ کی مداخلت کسی کاروبار ملکی میں ثابت نہیں ہوتی نہ کہیں کی ولایت آپ کے متعلق تھی اور نہ فوج اور نہ کسی خاص صیغہ کی ذمہ داری ہاں اگر واقعات سے آپ کے موجودہ مشاغل کا تھوڑا بہت نشان ملتا ہے تو اس قدر کہ جناب امیر المومنینؑ نے اپنے ایام خلافت میں کثرت مشاغل اور علائق کی وجہ سے اپنی ذات ستودہ صفات کو بالکل عدیم الفرصت پاکر خانہ داری کی تمام ضرورتوں کو امام حسنؑ کے سپرد فرمایا تھا چنانچہ مختلف کتابوں کے مطالعہ سے اکثر ایسے واقعات معلوم ہوتے ہیں کہ کوئی مہمان کوئی ابن السبیل یا کوئی مستحقین میں سے امیر المومنینؑ کی خدمت میں حاضر ہوا تو اُس کی تواضع ضیافت اور مہمانداری کی تمام خدمات کے لئے امام حسنؑ ہی یاد فرمائے جاتے تھے اور انہیں سے اسکی تمام خاطر داری اور آرام رسانی کے لئے تاکید فرمائی جاتی تھی اور اگر اتفاق سے کسی ایسے مستحق کے آجانے پر امام حسن علیہ السلام حاضر نہ ہوتے تھے تو اُس شخص سے یہ کہدیا جاتا تھا کہ فلاں محلہ میں امام حسنؑ کا گھر پوچھ لو اور وہیں چلے جاؤ؛

جناب امیر المومنین علیہ السلام کی خلافت کے آخر زمانے میں جو معرکے پیش آئے ان میں اگرچہ آپ کی شرکت ثابت ہوتی ہے مگر کوئی خاص واقعہ نہ جنگ صفین ہی میں آپ سے متعلق معلوم ہوتا ہے اور نہ نہروان ہی میں اس سے ہم اب جناب امیر المومنین علیہ السلام کے

حالات خلافت کو ختم کرکے امام حسن علیہ السلام کی شش ماہہ حکومت کے خاص واقعات کی تفصیل کی ابتدا کرتے ہیں :۔

حضرت امام حسن علیہ السلام کی خلافت کے واقعات

جناب امیرالمومنین علیہ السلام کی وفات کے بعد اکیسویں رمضان المبارک سنہ ۴۰ھ کو اپنے پدر عالیمقدار کے سریر سلطنت پر متمکن ہوئے تمام اہل اسلام کے موجودہ مجمع میں جنکی تعداد بعض کتابوں میں چالیس ہزار اور بعض کتابوں میں کم وبیش بتائی جاتی ہے جناب امام حسنؑ نے ذیل کا مفصل ومشرح خطبہ نہایت فصاحت وبلاغت سے ادا فرمایا جسکو ملّا علیہ الرحمہ کی مستند تالیف جلا العیون کے ترجمہ سے ذیل میں لکھتے ہیں، وہو ہذا

جناب امام حسن علیہ السلام نے معارف ربانی اور محامد سبحانی ادا فرماکر یوں ارشاد کیا کہ ہم ہی حزب اللہ ہیں کہ سب پر غالب ہیں ہم ہی عترت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں کہ آنحضرتؐ سے نزدیک تر ہیں اور ہم ہی اہلبیت طاہرین ہیں کہ بدی اور گناہوں سے معصوم اور مطہر ہیں اور ہم ہی اُن دو بزرگ چیزوں میں سے ہیں کہ آنحضرتؐ ہم کو اپنی جگہ چھوڑ گئے اور تاکید فرما گئے اِنِّی تَارِکٌ فِیْکُمُ الثَّقَلَیْنِ کِتَابَ اللّٰہِ وَعِتْرَتِیْ اَھْلَبَیْتِیْ اور ہم ہی ہیں کہ آنحضرتؐ نے ہم کو کتاب خدا وقرآن شریف کا ردیف قرار دیا ہے اور ہم ہی کو تاویل وتنزیل قرآن کا پورا علم دیا ہم قرآن میں بہ یقین سخن کرتے ہیں اور ظن وگمان تاویل آیات نہیں کرتے پس ہماری اطاعت کرو کہ ہماری اطاعت تم پر خدا کی طرف سے واجب ہوئی ہے اور خدائے سبحانہ تعالےٰ نے ہماری اطاعت اور اپنے رسول صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت کو اپنی اطاعت سے مقرون کیا ہے اور فرمایا ہے اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ پس حضرت نے فرمایا اس شب کو وہ شخص دنیا سے گیا ہے کہ عمل خیر میں سابقین نے جس پر سبقت نہیں کی اور نہ اُن تک آئندہ کوئی

سعیدہ پہنچ سکے تحقیق کہ انہوں نے آنحضرتؐ کے ساتھ جہاد کیا اور اپنی جان رسولؐ پر قربان
فرمائی اور آنحضرتؐ اپنا علم دے کر اُن کو جس طرف بھیجتے تھے جبرئیلؑ اُسکے داہنے طرف اور
میکائیلؑ اُسکے بائیں طرف رہتے تھے اور پھر کر نہ آتے تھے جب تک کہ خدا اُن کے ہاتھ سے
فتح نہ کراتا تھا اس رات کو اُنہوں نے عالم بقا کی طرف رحلت فرمائی اسی رات کو حضرت عیسےٰؑ
علےٰ نبینا وعلیہ السلام آسمان پر تشریف لے گئے اور یوشعؑ ابن نون وحضرت موسےٰ علےٰ
نبینا وعلیہ السلام نے بھی اسی رات کو انتقال فرمایا اور کچھ طلاء ونقرہ وغیرہ اُنہوں نے نہیں
چھوڑا صرف سات سو درہم کہ انکے عطا وجود سے بچ رہے تھے اور یہ چاہتے تھے کہ اس قیمت
سے ایک خادم اپنے اہل کیلئے خریدیں اتنا فرما کر جناب امام حسن علیہ السلام پر گریہ اور رقت
طاری ہوئی پھر تھوڑی دیر خاموش رہکر آپ نے اپنے سلسلۂ بیان کو آغاز فرمایا اور ارشاد
کیا کہ میں فرزند بشیر ونذیر ہوں میں ہوں فرزند دعوت کنندہ بجانب خدا میں ہوں
فرزند سراج منیر میں اُس خانوادہ سے ہوں جنکو خدا نے رجس وعیب سے دُور کیا ہے
اور ان کو معصوم ومطہر کیا ہے میں بھی اُنہیں اہلبیتؑ سے ہوں کہ خدا نے انکی محبت کو
واجب کیا ہے اور فرمایا ہے قُلْ لَّا اَسْئَلُکُمْ عَلَیْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِی الْقُرْبٰی
وَمَنْ یَّقْتَرِفْ حَسَنَةً نَّزِدْ لَهٗ فِیْهَا حُسْنًا خدائے سبحانہٗ تعالےٰ نے حسنا جو اس
آیت میں بیان فرمایا ہے مُراد اُس سے ہماری ہی محبت ہے۔ ترجمہ جلاء العیون ص۲۶۶
اس خطبہ کو شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی نے بھی ازالۃ الخفا میں تحریر کیا ہے ان کی
اصل عبارت یہ ہے:

قال خطب الحسن ابن علی علیہما السلام علی النّاس حین قتل علیؑ فحمد اللہ واثنی علیہ
ثم قال لقد قبض فی ہذہ اللیلۃ رجل لا یسبقہ الاوّلون بعمل ولا یدرکہ الاخرون
وقد کان رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم یعطیہ رایتہ فیقاتل وجبرئیل عن
یمینہ ومیکائیل عن یسارہ فما یرجع حتی یفتح اللہ علیہ ما ترک علی الارض صفراء ولا

بیضاء الا سبعمائۃ دراھم فضلت من عطاہ اراد ان یبتاع بھا خادماً لاھلہ ثم قال ایھا
الناس من عرفنی فقد عرفنی ومن لم یعرفنی فانا الحسنؑ وانا ابن الوصی وانا ابن البشیر
وانا ابن النذیر وانا ابن الداعی الی اللہ باذنہ وانا ابن السراج المنیر وانا من اھلبیت
الذی کان جبرئیل ینزل الینا ویصعد من عندنا وانا من اھلبیت الذی اذھب
اللہ عنھم الرجس ویطھرھم تطھیرا وانا من اھلبیت الذی افترض اللہ مودتھم علی کل مسلم
فقال تبارک اللہ وتعالیٰ ومن یقترف حسنۃ نزد لہ فیھا حسناہ فاقتراف الحسنۃ
چونکہ یہی عبارت ہم اوپر نقل کر چکے ہیں اسلئے اسکی تکرار میں لطف نہیں صرف طوالت کا
باعث ہوگا اسی خطبہ کو شیخ الاسلام قسطنطنیہ السلیمان الحنفی القندوزی نے بھی اپنی
کتاب ینابیع المودت فی القربےٰ مطبوعہ بمبئی کے مختلف مقامات میں بتکرار لکھی ہے
فمن شاء فلیرجع الیہ؎

بہرحال جناب امام حسن علیہ السلام اپنے خطبہ کو یہاں تک پہنچا چکے تو حاضرین سے جنکی
تعداد عموماً چالیس ہزار بتلائی جاتی ہے پہلے عبداللہ ابن عباسؓ کھڑے ہوگئے اور
عامۃ المسلمین کو مخاطب کرکے ارشاد کرنے لگے کہ اے گروہ مردماں: یہ تمہارے پیغمبر صلے
اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرزند اور تمہارے امام کا وصی ہے اسکی بیعت اختیار کرو تمام لوگوں
نے قبول کیا اور یہ کہکر جناب امام حسن المجتبیٰ علیہ التحیۃ والثنا کس درجہ ہم کو محبوب ہیں
اور آپ کے کتنے استحقاق ہیں برضا ورغبت آپ سے بیعت کی مگر جناب امام حسنؑ نے اپنی
موجودہ ضرورت اور حاضرین کی آزمودہ طبیعتوں کو اپنی کامل عاقبت بینی اور مآل اندیشی
کی نگاہ ہو نسے موازنہ کرکے اُن سے بیعت لینے کے وقت یہ شرط لے لی کہ جس سے میں
جنگ کروں تم بھی جنگ کرو اور جس سے میں صلح کروں تم بھی صلح کرو؎ ترجمہ
جلاء العیون صفحہ ۲۶۶ ؎

؎ یہی خطبہ فصول المہمہ اور نزہتہ المجالس میں بھی منقول ہے ۱۲

اس بیان سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جناب امام حسنؑ نے تمام مسلمانوں کو معمولی طور سے اپنی خلافت کا مطیع و منقاد نہیں بنایا تھا بلکہ انکو اپنی اطاعت و فرمانبرداری کے معاہدہ پر قائم رہنے کے لیئے ایسے شرائط قائم کیئے تھے جس سے وہ تا وقتیکہ وہ اپنے دین سے علیحدہ نہو جائیں جدا نہیں ہو سکتے تھے اور حقیقت میں آپ کی وہ زرّین تجویز بالکل ویسی ہی تھی جیسی آپ کے پدر عالیمقدار کی رائے اپنی خلافت کے وقت اس سے قبل ہو چکی تھی چنانچہ ہم اسکی پوری تفصیل اس سلسلہ کی جلد اوّل میں لکھ چکے ہیں۔

علامہ طبری کا بیان ہے کہ جس شخص نے جناب امام حسنؑ سے پہلے بیعت کی وہ سعدؓ ابن عبادۃ الانصاری تھے۔ طبری چہارم ص ۶۰۱

سریر خلافت پر متمکن ہو کر جناب امام حسن علیہ السلام نے ضرورت کے مطابق اور نیز اس غرض سے کہ آپ کی خلافت و حکومت کا تمام اعلان ہو جائے عمالان اور والیان کو مقرر فرمایا اور بعض عاملوں کا تغیر و تبدل بھی عمل میں آیا اور عبداللہ ابن عباسؓ کو جو اُس وقت حاضر رکاب تھے بصرہ کی ولایت پر مامور فرما کر رخصت کیا ٭ ٭ ٭

معاویہ سے معاملات کی ابتداء

امیر شام معاویہ ابن ابوسفیان جو دربار کوفہ کی کل کارروائیوں کو نہایت تعمق اور تحقیق کی نظروں سے دیکھا کرتا تھا اسی وقت سے امام حسن علیہ السلام کے امور کی برہم زنی اور بیخ کنی پر دل و جان سے مستعد ہوئے سب سے پہلے جو اُس نے اپنی مخالفانہ تدبیر کی وہ یہ تھی کہ اپنے دربار سے دو معتبر اور خیر خواہ آدمیوں کو جن کی دیانت اور امانت پر اُسکو کامل یقین تھا عراق کی طرف روانہ کیا اور انکو سخت تاکیدوں کے ساتھ یہ ہدایت کردی کہ تم وہاں اہل عراق سے بظاہر ملکر اُنکے روزانہ اخبار و حالات ہم کو لکھا کرو تاکہ ہم کو اُن کے تمام ضروری احوال پر روزانہ اطلاع ہوا کرے مگر حسن اتفاق سے معاویہ کا یہ جوڑ نہ چلا اور یہ انکا رازنہ

سربستہ لعنت از بام ہوگیا وہ دونوں جاسوس خاص دار الخلافت کوفہ میں پکڑے گئے اور جناب امام حسن علیہ السلام کے حکم سے قتل کیئے گئے! جلاء العیون صفحہ ۲۶۶

ان دونو جاسوسوں کے واقعہ کے بعد جناب امام حسنؑ نے معاویہ کو ایک خط لکھا جسکو ہم جلاء العیون کے ترجمہ سے ذیل میں لکھتے ہیں: و ہو ہذا

اے معاویہ تجھ کو لازم ہے کہ تو مجھ سے بیعت کرلے اور اپنے فضل وکرامت و استحقاق خلافت کو بہ تجت ہائے شانی درج کیا اور لکھا کہ تو نے جاسوس بھیجے اور حیلہ سازی اور مکاری کی میرا گمان یہ ہے کہ تیرا ارادہ مجھ سے جنگ کرنے کا ہے اگر حقیقت میں تیرا ایسا ہی ارادہ ہے تو میں بھی موجود ہوں و بس؛

زمانہ کے بعض کوتہ اندیش جنکو اسلامی واقعات پر کم عبور حاصل ہے وہ بغیر کسی تحقیق کے یہ کہنے کو موجود ہوجاتے ہیں کہ امام حسنؑ شجاع اور دلیر نہیں تھے اسلئے آپ نے اپنی خلافت کے معاملات میں معاویہ کے مقابلے میں ابتدا ہی سے نرمی اور ملائمت کا اظہار کیا ہم خاصکر اس موقعہ پر انہیں حضرات کو مخاطب کرتے ہیں کہ وہ اپنی بصیرت کی آنکھوں سے جناب امام حسن علیہ السلام کی اس مختصر مگر پرزور تحریر کو پڑھکر معاویہ کے معاملات میں آپ کی مردانہ آمادگی اور دلیرانہ مستعدی کو دیکھ لیں کہ آپ نے پہلے ہی خط وکتابت کے سلسلہ میں اپنی طرف سے کس قدر جرأت و استقلال سے کام لیکر معاویہ سے مقابل ہونے کا پورا پورا ارادہ ظاہر فرمایا ہے مگر اب جو موانع اسکے بعد یکے بادیگرے آپ کے معاملات میں پیش آتے گئے وہ صرف قلت اعوان وانصار اور انکی طماع اور حریص طبیعتوں کی بدولت واقع ہوئے اور اسوقت امام حسن علیہ السلام کی پیچیدگیوں کی بھی وہی صورت تھی جو معرکۂ صفین کے آخر میں امیر المومنین علیہ السلام کے امور میں مشکلیں ظاہر ہوئی تھیں اگر جناب امام حسن کو پورے طور سے وفادار جان نثار ملتے تو آپکی نرمی کی شکایت بھی باقی نہیں رہتی؛

بہرحال معاویہ نے امام حسنؑ کے جواب میں وہی ثقیل الفاظ اور وہی بے دلیل مضامین

لادو بھیجے جو وہ ہمیشہ دار الخلافت کوفہ کی خاص خط و کتابت کے لئے لکھا کرتے تھے اس جواب کے بھیجنے کے بعد وہ فوراً ایک گرانبار لشکر کے ساتھ شام سے کوفہ کی طرف متوجہ ہوا مگر اپنے چلنے سے پہلے اُسنے وہی جوڑ توڑ کی ترکیبیں جاری کردیں ہرچند کہ اُسکے دو جاسوس گرفتار ہو کر اپنے نتیجہ کو پہنچ چکے تھے مگر تاہم اُسنے اپنی تدبیروں کو اپنے حصول مطلب کے لئے پورے طور سے مفید سمجھکر پھر جاسوسوں کو کوفہ روانہ کیا اور عمرو ابن حریث و اشعث ابن قیس و شبیث ابن ربعی وغیرہ کو جو اپنی خود غرضی اور طمع دنیاوی کی وجہ سے امام حسنؑ سے بظاہر بیعت کر چکے تھے ان دونوں جاسوسوں کی نسبت لکھا اور اُنکو اپنے مواعید مختلفہ کا منتظر بنایا بلکہ ان وعدوں کی تفصیل میں یہ کھُل کھُلکر لکھدیا کہ تم میں سے جو بدبخت امام حسنؑ کو قتل کرے گا اُسکو ہم دو لاکھ دینار دینگے اور اپنی بیٹیوں میں سے ایک بیٹی کا عقد بھی کر دینگے اور ایک لشکر ہائے شام سے اُسکے تابع کر دینگے (جلاء العیون ص ۲۶۶)

امیر معاویہ تو ان جوڑ بندیوں میں ہمیشہ سے طاق تھے اور اُسوقت تک اُنکو حصول خلافت و امارت کی کوششوں میں جس قدر کامیابیاں ہوئی تھیں وہ انہیں ریشہ دوانیوں کی بدولت ابھی کے دن ہوئے تھے معاملات صفین میں عمرو عاص ایسے زیرک کو بوعدہ ہائے طول وطویل فلسطین کی دور دراز مسافت سے کھینچ بلانا۔ شرحبیل کو باوجود اتنے انکاروں کے اپنا بنا لینا مالک اشتر کے بیگناہ قتل میں مہمان کش دہقان کو اپنے دام فریب میں لانا پھر معاملات مصر میں سعد ابن عبادہ کی شکایتوں میں اہل مصر کیطرف سے جعلی خط بنوانا اور اہل عراق میں اُس کا اعلان کرانا۔ بہ تلبیس کتاب اللہ اینٹ اور پتھروں کا جزدانوں میں بھر کر نیزوں پر اُٹھوانا وغیرہ وغیرہ۔ اسکی فتنہ پردازی اور جعلسازی کے ایسے کھُلے واقعات ہیں جو دنیا کے پیش نظر ہیں پھر ایسے ناقص اور بودے و بے عقل سے اپنے دوسرے مقابل کے خلاف کیا جو جو تدبیریں نہ ظاہر ہوئیں اور جو جو تجویزیں نہ واقع کی جائیں وہ امکان سے خارج نہیں سمجھی جاسکتی ہیں ۔

بہر حال امام حسن علیہ السلام معاویہ کو آمادۂ پیکار پاکر کامل طور پر مستعد اور طیار ہو گئے اور اُمور خلافت کے ضروری اُمور سے فراغت فرماکر معاویہ کے معاملات کی طرف متوجہ ہوئے کیونکہ امام حسن علیہ السلام کو عام اس سے کہ معاویہ کی کسی فوجکشی کی خبر پہنچے یا نہیں یا اسکی طرف سے اعلان جنگ کیا جاوے یا نہیں یہ امر کامل طور سے متیقن تھا کہ ہم کو اپنے اس لاگو دشمن سے ایک نہ ایک دن ضرور دست بہ شمشیر ہونا ہے۔

امام حسن علیہ السلام کی تخت نشینی کے تھوڑے ہی دنوں کے بعد عراق کی طرف معاویہ کے لشکر کی حرکت محسوس ہوئی تو جناب امام حسنؑ نے انہیں لوگوں کی موجودہ جماعت کو جو ظاہر میں تو موافق تھی اور باطن میں مخالف، ایک دن جمع فرماکر ارشاد کیا کہ میں تم کو معاویہ سے جہاد کرنے کا حکم دیتا ہوں اس تمام مجمع میں آپ کی یہ تقریر سنکر ایسی سرد نفسی پھیل گئی کہ کسی شخص نے زبان تشمشیر کیا لب تقریر تک نہ کھولے اور جو جہاں بیٹھا تھا وہ چپ چاپ گردن جھکائے بیٹھا تھا اس میں تو شک نہیں کہ یہ مجمع کا مجمع معاویہ کے دام تزویر کے نیچے آچکا تھا مگر ابھی ان میں دو چار ایسے خالص الایمان سرفروش بھی باقی تھے جو اپنی وفاداری اور جان نثاری کے اظہار سے اس موقع پر انکار نہ کرسکے اور یکبار اُن میں سے موجودہ سکوت کے عالم کو عدیؓ ابن حاتم الطائی کی پُر جوش تقریر نے توڑ دیا یہ اپنے مقام سے اُٹھ کھڑے ہوئے اور مجمع کو مخاطب کرکے کہا سبحان اللہ و بحمدہ تم لوگ کیسے نالائق ہو کہ فرزند رسول اللہ صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم جہاد کا حکم کرتا ہے اور تم قبول نہیں کرتے کیا ہوئے تمہارے شجاع آبا تم لوگ قہر خدا سے نہیں ڈرتے اور ننگ و عار سے پرہیز نہیں کرتے یہ سنکر ایک گروہ نے عدی کا ساتھ دیا امام حسنؑ نے اُس گروہ سے مخاطب ہوکر ارشاد فرمایا کہ اگر تم سچ کہتے ہو تو میرے لشکر گاہ میں جمع ہو حالانکہ مجھے معلوم ہے کہ تم اپنے قول پر وفا نہ کروگے جس طرح سے تم نے اس سے وفا نہ کی جو مجھ سے بہتر تھا اور میں اس وقت تم پر کیسے اعتماد کروں حالانکہ میں نے خود دیکھا ہے جو کچھ تم نے میرے پدر بزرگوار کے ہمراہ سلوک کیا

یہ کہکر منبر سے نیچے اُترے اور سوار ہوکر لشکرگاہ کی طرف تشریف لے گئے جب وہاں پہنچے تو دیکھا کہ جن لوگوں نے اظہار اطاعت کیا تھا اُن میں سے اکثر موقع پر حاضر نہیں تھے۔ جلاالعیون صفحہ ۲۶۶۔

وفاداری اور جاں نثاری تو یہیں سے ثابت ہو گئی ایسے جانباز اور سرفروش سپاہیوں کی بھرتی جس فوج میں ہوگی ایسی نامعتبر اور عہد شکن فوج جس فرمانروا کی ماتحتی میں ہو گی تو اُسکی کامیابی کی کیا اُمید ہو سکتی ہے۔

جناب امام حسن علیہ السلام نے اُنہیں کی ذلت اور اتمام حجت کے لحاظ سے اور اپنی برأت اور استقلال وہمت ثابت کرنے کے لیئے تو جنگجوئی کا پورا سامان کیا اور اپنی طرف سے معاویہ کے مقابلے میں پوری مستعدی اور استقلال ظاہر فرمایا اور نہایت اطمینان سے اس عہد شکن قوم کو بے اعتبار اور نامعتبر قرار دیکر انکو آیۂ وافی ہدایہ یقولون السنتهم ولیس فی قلوبهم کا مصداق ثابت کیا۔

بہرحال امام حسنؑ علیہ السلام کے لشکر کی تعداد عموماً بارہ ہزار بتلائی جاتی ہے مگر یہ خیال رکھنا چاہیئے کہ یہ بارہ ہزار کی جمعیت اُنہیں لوگوں کی تھی جنکے نام فرزندا میرالمومنین علیہ السلام کے لشکر میں درج تھے مگر انکے قلوب اور ان کی آنکھیں ہردم ہر لحظ معاویہ کے خوان نعمت اور الوان مرحمت کیطرف لگی ہوئی تھیں مگر جناب امام حسنؑ نے اُسی اصول کی بنا پر جس کو ہم ابھی ابھی اوپر لکھ آئے ہیں ان ظاہر نما اعوان وانصار پر فی الحال اعتبار کیا اور انہیں سے معاویہ کے مقابلہ کا قصد فرمایا اور اپنی موجودہ فوج کی اس طرح ترتیب دی کہ قبیلہ کندہ میں سے ایک شخص کو چار ہزار آدمیوں کی جمعیت کے ہمراہ معاویہ کے مقابلہ میں بھیجا اور یہ حکم دیا کہ تم مقام انبار تک پہنچ کر میرے حکم کا انتظار کرنا میں بھی انشا اللہ تعالے بہت جلد اپنا حکمنامہ تمہاری آئندہ کارروائیوں کیلئے بھیجتا ہوں۔

جب اہل عراق کی یہ جماعت شہر انبار میں پہنچی اور ان کے آنے کی خبر معاویہ کو معلوم

ہوئی تو اُس نے اپنا ایک معتمد قاصد پانچ سو درہم کے ہمراہ اُس فوج کے افسر کے پاس بھیجا جو قبیلہ کندہ سے تھا اور اپنے خط میں یہ مندرج کیا کہ اگر تو ہم سے ملجائے گا تو ہم شہر شام کی مختلف ولائتوں میں سے کسی شہر کی ولایت تیرے نام لکھدیں گے اس ضعیف الایمان نے جب معاویہ کے اشتفاق کو اپنے حالات پر ایسا متوجہ پایا تو اُسنے معاویہ کی درخواست کو قبول کرلیا اور شہر انبار سے اُٹھکر شہر شام میں جا لگا اور اپنے ساتھ عزیز و اقارب کو جو تعداد میں دو سو نفر سے زاید تھے لیتا گیا۔

جب اس کے انحراف کی خبر دربار خلافت میں پہنچی تو جناب امام حسن علیہ السلام نے اسی وقت اپنے ہمراہیوں کو جمع فرمایا اور ایک طولانی خطبہ میں اُس مرد کندی کی منافقانہ حرکات اور مخالفانہ حالات کی پوری تفصیل فرماکر ارشاد کیا کہ میں نے چندبار تمہارے ہی عہد شکن طبیعتوں کی شکایت تمہارے سامنے کی ہے اور تمہارے منہ پر صاف صاف کہہ چکا ہوں کہ تمہارے وعدوں کے لئے وفا کی ضرورت اور تمہارے افعال و اقوال کے لئے حیا کی حاجت نہیں ہے تم سب محض دنیا کے بندے ہو دیکھو اب پھر میں تمہارے ہی سامنے تمہیں لوگوں میں سے وفاداری اور جاں نثاری کے ویسے ہی عہد و پیمان لیکر پھر ایک دوسرے شخص کو مخالف کے مقابل میں بھیجتا ہوں اور اس کے ساتھ بھی مجھکو کامل یقین ہے کہ یہ بھی ویسا ہی کرے گا جیسا اس سے پہلے اسکے بھائی کندی نے کیا یہ فرماکر جناب امام حسن علیہ السلام نے اپنا خطبہ ختم کیا اور منبر سے نیچے تشریف لائے۔

اہل عراق باوجودیکہ اپنے حرکات کو اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے تھے اور جناب امام حسنؑ کے کلام صداقت التیام کو بھی سنتے تھے مگر ان کی طبیعتوں کے نقص ایسے کیا تھے کہ اتنی تنبیہ اور ہدایت انکے مخالفانہ حرکات اور منافقانہ خیالات کی درستی کے لئے تازیانہ کا کام کرتی وہ چپ چاپ سنتے تھے جو فرمایا گیا سنتے گئے امام حسنؑ نے پھر قبیلۂ مراد میں سے ایک شخص کو جسپر تمام اہل عراق کو پورا اعتبار تھا ویسی ہی چار ہزار جمعیّت کے

ہمراہ روانہ کیا جب یہ شہر انبار میں پہنچے جہاں تک امیر شام کا لشکر پہنچ چکا تھا اور فی الحال جانبین کا لشکر گاہ تھا؛ معاویہ نے انکے پہنچنے پر بھی انکے ساتھ وہی جانبین چلیں ان پر کیا منحصر ہے یا ان سے جو پہلے تھے اُن پر کیا موقوف تھا فطرت نے اہل عراق کی طبیعتوں کو تمام طور سے ایک ہی سانچہ میں ڈھالا تھا یہ حضرت بھی پہنچتے ہی معاویہ کی سازش میں آگئے اور پانچ ہزار کے توڑے قبول کر کے اور تفویض امارت اور ولایت کی آئندہ اُمیدیں لگا کر امیر شام کی خدمت میں جا پہنچے؛

دو ہی ایک روز میں ان کی خبر بھی لشکر عراق میں مشہور ہو گئی امام حسنؑ نے پھر اسیطرح اہل عراق کے حاضرین کو جمع فرمایا اور ایک طولانی خطبہ میں خدائے تبارک و تعالےٰ کی حمد اور جناب رسالت مآب صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نعت کے بعد ارشاد فرمایا کہ میں نے چند بار تکرار و باصرار تمام تم سے کہدیا ہے کہ تم لوگوں میں وفاداری مطلق نہیں دیکھو آخر کار اُس مرد مرادی نے بھی وہی کیا جو اُس مرد کندی نے کیا تھا اور میں نے دونوں کی نسبت تم سے پہلے ہی کہدیا تھا اور ویسا ہی معرض ظہور میں بھی آیا؛

بہرحال امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام کو اہل عراق کی طرف سے روز بروز کیا آئندہ فانیا یاس ہوتی چلی جاتی تھی لشکر کی موجودہ جمعیت میں جیسے بزدل غیر مستقل بے وفا اور پیمان شکن لوگوں کی بھرتی تھی وہ ظاہر تھی اُنسے جیسی جیسی مخالفانہ حرکتیں ظاہر ہو رہی تھیں وہ بھی پوشیدہ نہیں تھیں اگرچہ امام حسن علیہ السلام ان اُمور کو پے در پے براء العین مشاہدہ فرماتے جاتے تھے مگر تاہم اپنے استقلال اور پاداری کی وجہ سے انکے معاملات میں ابتک خاموشی اور چشم پوشی سے کام لیتے تھے اور اسی طرح اہل عراق کی ہمراہی جماعت میں ایک کے بعد دوسرے کی امانت و دیانت ارادت و عقیدت کا امتحان فرماتے جاتے تھے اور انکے نتائج کو یکے بعد دیگرے عام نگاہوں میں دکھلاتے جاتے تھے؛

بہرحال جب اس نامراد مرادی کے ارتداد کی کیفیت سُنی گئی اور علے التواتر دو تین واقعات

ایسے ظہور میں آلئے گئے تو اس مرتبہ بھی جناب امام حسنؑ نے ویسی ہی تقریر فرمائی اور ان کی مخالفانہ حرکات پر انکو متنبہ فرمایا اور اب کی بار اپنی تمام ہمراہی جمعیت کو جو تعداد میں بارہ ہزار آدمی تھے قیسؓ بن سعد ابن عبادہ اور عبداللہ ابن عباسؓ کی ماتحتی میں دیگر دیر عبدالرحمن کے مقام سے معاویہ کے مقابلے میں بھیجا ان دونوں حضرات سے بھی اپنے فرائض منصبی کی تعمیل کے لئے ویسی ہی ہدایت فرمائی۔ یہ حضرات تمام اہل عراق کیا تمام بلاد عرب اور تمام سوادِ اسلام میں ایسے معزز معتبر اور موقر تھے جن پر عموماً کسی مظنۂ شک اور خدشہ کا خیال کرنا گستاخی تھا خصوصاً حضرت عبداللہ ابن عباسؓ کے فضل و مراتب میں کس مسلمان کو عذر ہوگا۔ امام حسن علیہ السلام کی مقدس صحبت میں بھی معدودے چند حضرات اپنے محاسن کے اعتبار سے اعتبار و یقین کے قابل سمجھے جاتے تھے اسلئے امام حسنؑ نے اپنی اخیر کوششوں میں اپنے سارے مطالب و مقاصد کو انکی دیانت اور امانت کے سپرد فرمایا جناب عبداللہ ابن عباسؓ سے چلتے وقت یہ کہدیا تھا کہ اگر اتفاق سے قیسؓ بن سعد بیمار ہو جاوے اور کسی باعث سے اپنے کار منصبی کو انجام نہ دے سکے تو اسکی جگہ اس کا لڑکا سعیدؒ ابن قیسؓ اسکے عہدے کا کام کرے اور عبداللہ ابن عباسؓ سے یہ بھی تاکید فرمادی گئی تھی کہ وہ اپنی تمام ضرورتوں میں قیسؓ ابن سعد اور سعیدؒ ابن قیس کے صلاح و مشورہ پر عمل کریں اور ان دونوں افسروں کو ہر وقت اپنا ہمدرد بہی خواہ اور مستشار مؤتمن سمجھیں۔

عبداللہ ابن عباسؓ کو روانہ فرما کر جناب امام حسن المجتبیٰ علیہ التحیۃ والثنا نے بھی اپنی باقماندہ جمعیت کے ساتھ مدائن کی طرف کوچ فرمایا ہمراہی وہی سپاہی ہیں جن کی مخالفت کی مثالیں ہمارے سلسلۂ بیان میں برابر بیان ہو رہی ہیں نہ ان میں سے کسی کے قول و اقرار کا اعتبار ہے نہ عہد و پیمان کا اعتماد۔ وہ دین و دنیا میں کسی کنارے نہیں لگتے۔ حرص خودغرضی اور نفسانیت کے ناپیداکنار دریا میں غوطہ کھا رہے ہیں۔ بہرحال امام حسن علیہ السلام کا باقاعدہ لشکر جو عبداللہ ابن عباسؓ اور قیسؓ ابن سعد ابن عبادہ کی ماتحتی میں پہلے روانہ

ہوا تھا جب اہل شام کی فرودگاہ سے قریب پہنچ گیا تو امیر شام نے حضرت عبداللہ ابن عباسؓ کے پاس ایک قاصد دو ہزار دینار کے ہمراہ روانہ کیا اور یہ کہلا بھیجا کہ نصف رقم تو اس وقت حاضر ہے نصف جب آپ آئیں گے پیش کش کی جاسے گی یہ لیجئے قاصد کے پہنچتے ہی ان کے پائے ارادت میں بھی لغزش آگئی اور یہ اُسی دن رات کور و پوش ہو کر معاویہ کے پاس چلے گئے جب صبح ہوئی اور سعد ابن عبادہ کو اس واقعہ کی پوری اطلاع ہوئی تو اُسنے صبح کی نماز اپنے بیٹے قیس ابن سعد بن عبادہ کے ساتھ پڑھکر لشکر کے تمام لوگوں کو جمع کیا اور کہا کہ اگر عبداللہ ابن عباس سے خیانت ظاہر ہوئی تو یہ ضرور نہیں ہے کہ تم بھی خیانت کرو خدا و رسول صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے غضب سے ڈرو اور دشمنان خدا سے جنگ کرو اس وقت تو اُن لوگوں نے ظاہری طور پر ہاں میں ہاں ملا دی مگر پھر یہ دستور رہا کہ روز دو چار چھپ چھپ کر اہل شام کے لشکر سے جا ملتے تھے۔ جلا العیون ص ٢٦٨

تاریخ طبری میں بھی عبداللہ ابن عباسؓ کے اختلاف کی کیفیت لکھی ہے مگر ایک دوسرے طریق پر انکی عبارت یہ ہے "وعبداللہ ابن عباسؓ نامہ کرد نزد معاویہ تا آں کہ زود تر نزد او بہ شود بر آں شرط کہ شما از بیت المال بصرہ از او نخواہید معاویہ اجابت کرد عبداللہ بشام رفت آں خواستہ کہ داشت واز آں جا بمکہ رفت" تاریخ طبری جلد چہارم ص ٩٠٢۔

بہرحال عجب زمانہ تھا اور زمانہ کے عجیب لوگ جس طرح زمانہ آناً فاناً رنگ بدلتا جاتا ہے اسی طرح یہ عہد شکن اور بے وفا طبیعت کے لوگ۔ عبداللہ ابن عباسؓ کے واقعہ کی نسبت سوائے اس کے کہ دوست پھر جائیں تو دشمن کی شکایت کیا ہے اور کیا لکھا جا سکتا ہے فاعتبروا یا اولی الابصار۔

اب ہم اپنے سلسلہ بیان میں حضرت امام حسن علیہ السلام کے ہمراہیوں کے حالات اور ان کی شدت مخالفت کے واقعات لکھتے ہیں ان معاملات کو آنکھوں سے ملاحظہ فرما کر

امام حسن علیہ السلام کو اگر کچھ اُمید ابھی تک اہل عراق سے تھی وہ بھی اب جاتی رہی خصوصًا حضرت عبداللہ ابن عباسؓ کے معاملات کو دیکھکر اپنے ہمراہیوں کی ضعیف الاعتقادی اور خیانت کی طرف سے خدشہ تو لگا ہی ہوا تھا اب اس کے ساتھ ہی آپ کو اپنی عزیز جان کی حفاظت بھی ضروری ہوگئی مگر چونکہ سفر درپیش تھا اس وجہ سے شہر مدائن کے پہنچنے تک اس امر کو پوشیدہ رکھا اور مصلحت خاص کی وجہ سے ان تمام غیر اطمینانی اور پریشانیوں پر تحمل فرمایا مگر اتنے تحمل، اور اتنے صبر اور ضبط سے کام لئے جانے کے بعد بھی اہل عراق کی سرکشی اور مخالفت میں کوئی فرق آیا ہو ہرگز نہیں بلکہ بالعوض اسکے جب شہر مدائن میں امام حسن علیہ السلام پہنچ لئے تو انکی منافقانہ اور مخالفانہ حرکات و سکنات میں اور ترقی ہوگئی اخیر جناب امام حسنؑ نے انکے معاملات کو بالکلیہ ہاتھوں سے جاتا ہوا دیکھکر اور اپنی عزیز جان کو شبانہ روز ان دشمنوں میں گرفتار دیکھکر یہ انکو ایک مجمع میں اکٹھا فرمایا اور ذیل کا خطبہ پڑھا:

بعد حمد و نعت کے ارشاد کیا ایھا الناس میں اُمید رکھتا ہوں کہ خلق خدا پر میں خیرخواہ ترین مردم ہوں اور کسی مرد مسلمان کی طرف سے میرے دل میں کینہ نہیں ہے اور کسی کی طرف سے میرے دل میں بدی کا ارادہ نہیں ہے اور میں مسلمانوں کی جمعیت انکے پراگندہ ہونے سے کہیں بہتر سمجھتا ہوں اور جو صلاح تم اپنے حق میں بہتر جانتے ہو اُس سے زیادہ میں بہتر جانتا ہوں پس تم کو لازم ہے کہ میرے حکم کی مخالفت نہ کرو اور میری رائے کو اپنے حق میں رد نہ کرو اُمید ہے کہ حق سبحانہٗ تعالےٰ نے مجھے اور تمہیں بخش دے اور نہ مجھے اور تمہیں جس میں اسکی محبت اور خوشنودی ہے ہدایت فرمائے: جلا العیون ص ۲۶۸

اس کلام صداقت التیام کے سنتے ہی انکے باغیانہ خیالوں پر اور تازیانہ ہوا اور وہ تمام مجمع کا مجمع ایک دوسرے پر اپنی غائر نظر ڈالنے لگا وہ پست ہمت اور بزدل اس تاک میں تو لگے ہی تھے کہ کوئی موقع ہمیں ایسا ہاتھ لگے کہ ہم جھوٹا سچا الزام آپ پر لگا کر اور اپنی برأت دکھلا کر لشکر گاہ شام کا چلتا رستہ لیں ان میں سے ہر شخص یہ کہنے لگا کہ آپ کے اس کلام سے یہ معلوم

ہوتا ہے کہ آپ کو معاویہ سے صلح منظور ہے اور آپ چاہتے ہیں کہ منصب خلافت معاویہ کو دے دیں یہ خیال کر کے ہر شخص اپنی جگہ سے اُٹھا اور عیاذاً باللہ کہنے لگا: کفر الحسن علیہ السلام کما کفر ابیہ من قبلہ۔

یہ کہنا تھا وہ دائرۂ اسلام سے خارج اور ربقۂ ایمان سے باہر ہو کر مفسدان نہروان کی طرح کھلے کھلے خارجی ہو گئے تمام لشکرگاہ میں ایک بلوۂ عظیم اور شورش شدید پیدا ہو گئی انکے پوشیدہ فتنہ و فساد کی شورش یہاں تک پہنچی کہ اُن میں سے بعض گمراہوں نے آپ کے ذاتی اسباب کو غارت کر دیا اور ردا دوش مبارک سے اُتار لی اور وہ مصلّے جس پر آپ نماز پڑھ رہے تھے کھینچ لیا اُن کی ایسی گستاخیوں اور ایسی ایذا رسانیوں کے اظہار پر بھی امام حسن علیہ السلام کے محاسن اخلاق اور صبر و تحمل نے سوائے کلمہ لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم کے انکے جواب میں اور کچھ بھی نہ کہا: جلا العیون ص ۲۶۸ روضۃ الصفا جلد چہارم ص ۵

بہرحال جب اہل عراق کے تمام منافقانہ احوال انکے اخیر نتائج تک پہنچ گئے اور جو جو مفسدے بُرائیاں اور بغاوت ان کے دلوں میں پوشیدہ تھیں ظاہر ہو کر تمام خلائق کے پیش نظر ہو گئیں تو جناب امام حسن علیہ السلام نے اپنے مخصوص اصحاب کے ہمراہ جنکی تعداد اکثر تاریخوں میں نو سو آدمیوں کی پائی جاتی ہے اور جس میں بروایت فریقین زیادہ تر قبیلہ ربیعہ و قبیلہ ہمدان کے لوگ تھے کوشک سفید کی طرف مراجعت فرمائی کوشک سفید مدائن کی اس عمارت کا نام ہے جسکی بنا اکاسرہ فارس میں سلسلہ ساسانیہ نے ڈالی تھی اور شاید وہی نوشیروان کے رہنے کا محل تھا خارجیوں کی شورش اس درجہ تک پہنچی تھی کہ صرف لشکرگاہ مدائن سے کوشک سفید تک جانے میں جس کو اکثر عربی مورخین ساباط مدائن کہتے ہیں ایک خارجی نے جس کا نام جراح ابن قبیصہ اسدی تھا عین راہ پر سواری کی حالت میں جناب امام حسن علیہ السلام کی ران پر خنجر کا کاری زخم لگایا: جلا العیون ص ۲۶۸ طبری جلد چہارم ص ۵

جناب امام حسن علیہ السلام کے شیعیان اور موالیان نے جو اس وقت رکاب میں حاضر تھے یہ

دیکھکر اُس موذی کا فوراً تعاقب کیا اور اُسکو پکڑ کر قتل کر ڈالا جراح کی گرفتاری کی نسبت صاحب روضتہ الصفا نے لکھا ہے کہ عبداللہؓ ابن حنظل اور عبداللہؓ ابن طیان نے اُسکو گرفتار کیا اور اُنہیں دونوں نے اُسکو قتل بھی کیا مگر مورخین اہلسنت نے اسکی گرفتاری اور اُس کے قتل کو حضرت ابی الفضل عباسؑ ابن علیؑ ابن ابیطالب علیہما السلام کے محاسن خدمات کے متعلق تبلایا ہے۔

بہرحال جناب امام حسن علیہ السلام شدت زخم کی وجہ سے کچھ ایسے مضمحل ہو گئے تھے کہ اپنی فرودگاہ کی مسافت کو طے نہ کر سکے یہ دیکھکر ہمراہیوں نے گھوڑے سے اُتار کر عماری میں بٹھلایا اور وہاں سے لاکر سعدؓ ابن ابی عبیدہ ثقفی کے گھر اُتار دیا سعدؓ ابن ابی عبیدہ مختارؒ کے چچا تھے اور علاقہ مدائن پر خلافت کی طرف سے عہدۂ ولایت پر ممتاز تھے سعد اپنی لئیے مقتدا اور اپنے امام زماں کی خدمت کو اپنے لئے دینی اور دُنیاوی سعادت کا ذخیرہ سمجھکر نہایت جاں نثاری اور وفا شعاری سے آپکی خدمتگذاری کرنے لگا ہوشیار خیر خواہوں سے زخم کا معالجہ شروع ہوا اور اُس کے اندمال پانے اور جلد اچھے ہو جانے کے لیے عملی ترکیبیں عمل میں لائی جانے لگیں۔

موجودہ زمانے میں جناب امام حسنؑ کو خلافت کے متعلق کسی قسم کی اطلاع نہیں ہوتی تھی اور تاوقتیکہ شفائے کامل نہ ہولے اب خود بھی ان اُمور کی طرف متوجہ ہونا نہیں چاہتے تھے بہرحال امام حسن علیہ السلام اپنے مخصوصین اقارب و انصار کے ہمراہ سعد کے گھر میں مقیم رہے اور وہ وفادار اور جان نثار اصحاب کی جماعت بھی جو گروہ خارجی کے نکل جانے کے بعد بچ رہے تھے مدائن میں مقیم رہے اور عیادت اور دیگر ضرورتوں کے وقت برابر خدمت میں حاضر ہوتے تھے انہیں ایام کے واقعات میں ایک واقعہ امیر مختارؒ کی نسبت قریب قریب تمام تاریخوں میں درج ہے اور وہ یہ ہے کہ ایک دن مختارؒ اپنے چچا سعدؓ کے پاس آئے اور کہنے لگے کہ چچا چلو ہم تم امام حسنؑ کو لے کر معاویہ کو دے دیں اور اُس سے اپنے اس کام کے صلے میں معاویہ سے ولایت عراق کا عہدہ لے لیں سعدؓ نے جواب دیا تیرا بُرا ہو یہ کیسی بُری تجویز ہے امام حسن علیہ السلام اور ان کے پدر عالی مقدار کی طرف سے میں مدائن کا والی ہوں اُن کا حق نعمت

فراموش کردن اور فرزند رسول خدا کو بدست معاویہ گرفتار کرادوں جب شیعیان امام حسن علیہ السلام نے مختار کی ایسی رائے سنی تو ان کا قصد ہوا کہ مختار کو قتل کردیں مگر بسبب سعد کے خیال اور انکی سفارش کی وجہ سے اس کی تقصیر سے درگذرے تاریخ طبری ص ۲۰۹ تاریخ روضۃ الصفا جلد سوم جلاء العیون صفحہ ۲۶۸ ؛

اس میں شک نہیں کہ ایسا ارادہ اور کھلے کھلے بغاوت کا قصد جس سے پورا پورا اختلاف و انحراف مختار کی نسبت پایۂ ثبوت تک پہنچتا ہے مگر جب مختارؒ کے دیگر خلوص اور عقیدت کی دوسرے واقعات پر جوان کو اہلبیت علیہم السلام اور انکے حقوق کے ساتھ حاصل تھے نظر ڈالتے ہیں تو سخت اضطراب و استعجاب کا باعث ہوتا ہے اگرچہ ملا مجلسی علیہ الرحمہ نے جلاء العیون میں اس واقعہ کو لکھکر اس کی کوئی تردید و تنقید نہیں فرمائی ہے مگر جلد عاشر بحار الانوار میں جہاں مختارؒ کا پورا حال تحریر فرمایا ہے وہاں نہیں اس واقعہ کا ذکر نہیں فرمایا اور جو کچھ مختار کی نسبت اپنے تمام اخبار و آثار نقل فرمائے ہیں وہ مختارؒ کے محاسن کا اظہار کرتے ہیں نہ معائب و مناقص کا ؛

کتاب نور الابصار فی اخذ الثار مطبوعہ لکھنؤ صفحہ ۹ میں جناب مرحوم مجتہد العصر والزمان جناب سید ابراہیم صاحب اعلی اللہ مقامہ نے اس واقعہ کی تردید و تنقید فرمائی ہے جناب مرحوم کی اصل عبارت ذیل میں بجنسہ نقل ہوتی ہے وہو ہذا :

گفتہ اند ہر گاہ کہ ہرگاہ امام حسن علیہ السلام را در نواحی مدائن زخم زدند و او در قصر الابیض فرود آمد مختار کہ بعد از قتل پدر ملازمت عم خویش سعد ابن مسعود می نمود باوے گفت کہ صلاح در آنست کہ امام حسنؑ را گرفتہ بمعاویہ بسپاری عمشؑ او گفت لعنت بر تو باد کہ مرا ترغیب میکنی کہ فرزند پیغمبر آخر الزمان صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم را بدست دشمناں سپارم و چون شیعہ زخم امیر المومنین حسن علیہ السلام را نیز بہ انگیز مختار می دانستند خواستند کہ او را بکشند مختار از بیم جان گریختہ بکوفہ رفت و شیعہ عقب ہر نماز بر وے لعنت می کردند و چون مسلم ابن عقیل علیہ السلام را بجہت اخذ بیعت امیر المومنین حسین علیہ السلام بکوفہ آمد مختار نزد او در منزل

خود فرود آورده بوظائف خدمتگاری قیام می نمود تا آں بدنامی بروے نماند و شیعه ازیں معنی
وقوف یافته بعذر خواهی او مشغول گشته که ظن ما در بارهٔ تو خطا بود پس شیخ جلیل عبد الجلیل
رازی قزوینی در کتاب نقض الفضائح مجیباً عن ذالک فرموده که آں سخن را که صاحب
روضة الصفا در باب مختار بالانقل کرده ناقلان آثار خوب فهمیده اند نسبت چنیں امرے
بمختار کشید که امیر المومنین علیه السلام در روزگار طفولیت او را دعا کرده باشد و ثنا گفته و بنصرت
وعده داده و بصحت قول آں معصوم صد هزار خارجی و باغی را از اعدائے آل مصطفیٰ سلام
الله علیهم کشته باشد و رخت سعادت به جنت برده بلکه مختصه قصه او با عم خود در باب حضرت امام
حسن علیه السلام چنیں بود که چوں امام معصوم بنزدیک سعد که عم مختار و از قبل معاویه والئے
موصل بود بموصل درآمد مختار از صفائی عقیده خود و نور مودت بر حضرت امام حسن ترصد
که مبادا عمم جهت خاطر معاویه آسیبے باو رساند تا جرم گریاں و غمناک پیش تمه یکیا عور
حارثے شیعی آمد و گفت می ترسم که عمم بدیں ایام بزرگوار که قبله متقیان و امام مومنان
و وارث علم انبیا و اوصیا است آسیبے رساند رائے تو دریں اندیشه چیست تمه یکیا عور
رحمة الله علیه که از عقلائے روزگار و زیرکان دنیا و کارشناسان جهاں بود گفت اے
فرزند رائے من دریں کار آنست که تنها در خلوت پیش عمت روی و گوئی که امام حسن علیه
السلام را اگر بلاک کنیم ما را پیش معاویه سبب قدر و جاه خواهد بود و در بسط ملک ما خواهد
افزود اگر عمت با او عذرے در دل دارد و از بیم آنکه اعتقاد ترا در حق آل علی علیه السلام
میداند اظهار نمی تواند کرد ظاهر خواهد ساخت آنگاه چوں خیانت او ما را معلوم مے شود چاره
بسازیم آنحضرت علیه السلام را بطرفے بیروں بریم مختار بیامد و آں سخن را در میاں با عمش
گفت عمش نیز چوں معتقد خاندان نبوت بوده جواب چناں داد که مورخاں نقل کرده اند
مختار امین گشت و مطمئن القلب شد و ازیں معنی بر مختار عیبے و عارے نبود بلکه آنچه در آں
باب با عم خود گفت از غایت محبت و فرط اخلاص و صفائی اعتقاد بود ؛

نقص الفضائح کی تنقیدانہ عبارت دیکھکر ہم اس موقعہ پر کہہ سکتے ہیں کہ مُلّا مجلسی علیہ الرحمۃ نے
جلاء العیون میں اس واقعہ کو روایت عامہ کے اعتبار سے لکھدیا ہے کیونکہ بحارالانوار میں جو جلاء العیون
کے بعد کی تالیف ہے اور بہت بڑی کامل اور بسیط کتاب اٹھارہ جلدوں پر تمام ہے اس واقعہ
کا نہونا اسکے ضعف اور غیر معتبر ہونے کی کافی دلیل ہے جلد عاشر بحارالانوار میں علامہ علیہ الرحمہ
نے امیر مختار رح کے معاملات میں جو رائے ظاہر فرمائی ہے اُسکے علاوہ اپنے اُستاد اعلے اللہ مقامہ
کا ایک خاص رسالہ جو انہوں نے مختار کے حالات میں لکھا ہے پورا پورا نقل فرمادیا ہے چنانچہ
بحارالانوار کی دسویں جلد کے ترجمہ کے ساتھ اُس رسالہ کا بھی اُردو میں ترجمہ ہوکر لکھنؤ کے مطبع
اثنا عشری میں چھپ گیا ہے؛

چونکہ مجھکو مختار رح ابن ابوعبیدہ ثقفی کے حالات کی تحقیق سے اسوقت کوئی خاص ضرورت نہیں
ہے اسلئے میں انکے بارے میں اس مقام پر اس سے زیادہ نہیں کہہ سکتا کہ مختار رح کے نتائج کے
اچھے ہونے میں کوئی کلام نہیں ہے جناب سید الشہداء علیہ التحیۃ کے طلب انتقام کی صورتوں
میں جو جو کارنمایاں اُنسے معرض ظہور میں آئے اور انکے شقی ترین قاتلوں اور ظالموں کے سزا کے
معاملات میں جو کوششیں اور زحمتیں اُنھوں نے اُٹھائیں وہ بقیہ خاندان رسالتؐ کی
دلی فرحت اور قلبی مسرت کی بہت کچھ باعث ہوئیں اور یہی ایک امر انکے سعید دارین ثابت
کرنے کے لئے پورے طور سے کافی ہے؛

بہر حال ہم پھر اپنے قدیم سلسلہ بیان پر آجاتے ہیں اہل عراق کی جمعیت جو دارالخلافۃ کوفہ
سے یہاں تک امام حسن علیہ السلام کے ہمراہ آئی تھی جیسا ہم اوپر لکھ چکے ہیں منتشر ہو گئی
اور اُن میں سے صرف نوسو آدمی جناب امام حسن علیہ السلام کی متابعت میں مستقل اور مستحکم ہوئے
باقی لوگ دو جماعتوں میں تقسیم ہو گئے ایک تو وہ جو علانیہ خارجی ہوکر ادھر اُدھر منتشر ہو گئے
دوسرے وہ لوگ جو لشکر عراق سے علیحدہ ہوکر معاویہ سے ملگئے اس میں شک نہیں کہ اس
تقسیم اور تفریق کے باعث حضرت عبداللہ ابن عباسؓ کی امام حسنؑ سے علیحدگی اور معاویہ سے

موافقت تھی امام حسن علیہ السلام نے زخمی ہو کر خانہ نشینی اختیار فرمائی اُدھر اُن بزدل و پست ہمتوں نے کھلے خزانے اپنی مخالفت دکھالی شروع کر دی علانیہ معاویہ کے پاس خط لکھے اور اپنی طرف سے اُسکو منت و سماجت لکھ بھیجی ان کارروائیوں نے معاویہ کو امام حسن علیہ السلام کے معاملات کی برہم زنی اور بیخکنی میں اس قدر قوی اور جری بنا دیا کہ اُسنے ان تمام کارروائیوں کی اطلاع علانیہ کردی جنکو وہ آج تک چھپائے ہوئے تھا صاحب جلاء العیون کا بیان ہے کہ ان واقعات کو معلوم کر کے معاویہ نے ایک نامہ حضرت امام حسن علیہ السلام کی خدمت میں لکھا اور اُس میں اُن لوگوں کے نام بھی لکھدیئے اور انکی فہرست بھیج دی جن لوگوں نے اُسکو لکھا تھا اور اپنی طرف سے اظہار اطاعت کیا تھا اور خط کے آخری حصے میں مشورتاً یہ بھی لکھدیا کہ تمہارے ان اصحاب نے تمہارے باپ کے ساتھ موافقت نہیں کی تو تم سے کیا موافقت کرینگے جلاء العیون ص ۲۶۹

معاویہ نے شہر انبار میں پہنچ کر عبداللہ ابن عامر کو خاص مدائن کی طرف بھیجا اور وہ خود انبار میں قیس ابن سعد و ابن عباد وہ امام حسنؑ کے فرستادہ کو روکے رہا عبداللہ ابن عامر نے مدائن میں پہنچ کر شہر کا محاصرہ کیا اور علے الاعلان یہ کہا کہ میں معاویہ کے لشکر کا مقدمہ ہوں اور معاویہ ایک لشکر گراں بار کے ساتھ عقب سے آرہا ہے وہ اس جمعیت کثیر کے ساتھ شہر انبار میں مقیم ہے اب تم لوگ میرا سلام اپنے امام ابو محمد حسن المجتبیٰ علیہ السلام کی خدمت میں پہنچاؤ اور میری طرف سے یہ پیام دو کہ اب آپ محاربہ و مقاتلہ کے خیال سے باز آئیں اور اپنے نفس نفیس اور ان معدودے چند اصحاب خالصین کے عزیز جانوں کے ضائع جانے میں آیندہ کوئی سعی نہ فرمائیں:

روضۃ الصفا جلد چہارم ص ۶۰:

عبداللہ ابن عامر کی اس تقریر نے باقیماندہ اہل عراق کی رہی سہی ہمتوں اور جراتوں کو بالکل پست کر دیا اول تو اس جمعیت میں آدمی ہی کتنے تھے ہم اوپر لکھ چکے ہیں کہ خوارج تو اُس وقت لشکر سے نکل گئے تھے اور جو باقی تھے وہ اپنے اُمور میں مذبذب تھے وہ بھی بتدریجاً اپنا اپنا ٹھکانا کرتے ہی جاتے تھے اور معاویہ کو بعض اپنی معذرت بعض اپنی منت و سماجت

کے خطوط لکھ لکھ کر اہل شام سے ملتے جاتے تھے اور معاویہ کی خدمت میں برابر پہنچتے جاتے تھے عبداللہ
ابن عامر کی اس تقریر نے ان مذبذبین کی جماعت پر زیادہ اثر ڈالا اور وہ جلد جلد اپنے اُمور کا
تصفیہ کرنے لگے اور مدائن سے اُٹھکر اہل شام کے خیمہ گاہوں میں ٹھہرنے لگے تو روضۃ الصفا
اور تاریخ طبری وغیرہ نے تو اس ہی واقعہ سے صلح اور صلحنامہ کے تحریری معاملات لکھنے شروع
کر دیئے ہیں مگر ملا مجلسی علیہ الرحمہ کی تحریر سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ معاویہ کے آخر خط اور مخالفین کی
نام بنام فہرست اسکے بعد تھی امام حسن علیہ السلام نے باوجود ان مجبوریوں کے معاویہ کے مقابلے
میں اپنے استقلال اور استحکام کو ہاتھ سے نہ دیا اور اُس کا خط اور مخالفین کی فہرست ملاحظہ فرماکر
اس کا فوراً جواب لکھا اُس خط کی عبارت یہ ہے اور اپنے ہمراہیوں کو جمع فرماکر یہ ارشاد فرمایا کہ میں
جانتا ہوں کہ تم لوگ مکار ہو لیکن میں اب حجت خدا تم پر تمام کرتا ہوں لازم ہے کہ کل فلاں
موضع میں جمع ہو اور نقض بیعت نہ کرو عقوبت الٰہی سے ڈرو [illegible] آپ نے
ایک عشرہ تک انکی جمعیت کا انتظار کیا مگر اُسی قدر جس قدر اول [illegible] نکلے تھے نہ اس سے زیادہ
لوگ زیادہ نکلے نہ کم اور یہ خاصکر وہی تھے جو آپ کی عقیدت اور اطاعت میں خالص [illegible]
تھے جیسا ہم اوپر لکھ آئے ہیں آپ نے باوجود طبیعت کی ناسازی اور زخم کی شدت کے اپنے
اتمام حجت کے موعودہ مضامین کو ذیل کے الفاظ میں اُس جماعت کے سامنے ظاہر فرمایا۔
ایہا الناس! مجھے اُس گروہ سے تعجب ہے کہ جو نہ حیا رکھتے ہیں اور نہ ایمان۔ تم پر وائے ہو خدا
کی قسم معاویہ جس بات کا میرے قتل پر تمہارا ضامن ہوا ہے اُس پر ہرگز وفا نہیں کرے گا اور میں
تمہیں چاہتا تھا کہ دین حق پر قائم رکھوں مگر تم نے میری مطلق مدد نہ کی میں تنہا بھی خدا کی
عبادت کر سکتا ہوں لیکن خدا کی قسم اگر میں اس امر کو (خلافت کو) معاویہ کے سپرد کر دوں تو تم
لوگ دولت بنی اُمیہ میں خوشحال نہ ہوگے بلکہ وہ تم پر انواع عذاب کرینگے اور گویا میں اس
وقت تمہارے فرزندوں کو دیکھ رہا ہوں کہ انکے فرزند (بنی اُمیہ) کے گھروں کے دروازوں
پر کھڑے کھانا اور پینا مانگ رہے ہیں اور وہ (بنی اُمیہ) ان کو نہیں دیتے خدا اور خدا کے

رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قسم کھا کر میں تم سے کہتا ہوں کہ میں ہرگز یہ حکومت معاویہ کیلئے نہ چھوڑتا کیونکہ خلافت بنی اُمیہ کے لئے حرام ہے پس اے بندگان دنیا تم پر نفرین ہو اور تم بہت جلد اپنے اعمال کے وبال میں گرفتار ہو گے ؛

ملا مجلسی علیہ الرحمہ نے اس واقعہ کے بعد سے صلح کے حالات مندرج فرمائے ہیں ہم اپنے سلسلہ بیان کو یہیں سے شروع کرتے ہیں اور عبداللہ ابن عامر کے پیام اور جناب امام حسن علیہ السلام کے اس خطبہ کو جس کو ہم نے جلاء العیون سے لکھا ہے معاملات صلح کے ابتدائی واقعات میں شمار کرتے ہیں۔ جلاء العیون کے معتبر مولف عطر اللہ ضریحہٗ تحریر فرماتے ہیں کہ اہل عراق کے اتمام حجت فرمانے کے بعد جناب امام حسن المجتبیٰ علیہ التحیۃ والثنا نے معاویہ کو ایک خط لکھا جسکی عبارت یہ تھی :

اے معاویہ میں چاہتا تھا کہ کتاب خدا اور سنت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جاری کروں لوگوں نے مجھ سے موافقت نہیں کی اب مجھکو منظور ہے کہ میں چند شرطوں پر تیرے ساتھ صلح کر لوں ہر چند کہ مجھکو یہ معلوم ہے کہ تو ان شرطوں پر بھی کبھی وفا نہیں کرے گا اس بادشاہی پر جو تجھے نصیب ہے خوش نہو کہ تو بہت پشیمان ہوگا جسطرح اوروں نے بادشاہی کی اور پشیمانی اُٹھائی اور انکی پشیمانی انکو کوئی نفع نہ پہنچا سکی ؛ جلاء العیون ص ۲۶۹

معاویہ کو اس خط کے ماننے میں کب عذر ہو سکتا تھا فوراً اُسی وقت نہایت نرمی سے منظوری کا جواب گیا اُس کا جواب پاکر امام حسن علیہ السلام نے عبداللہ ابن الحارث ابن عبیداللہ ابن عبدالمطلب اپنے پسر عم کو معاویہ کے پاس شرائط صلح کے طے کرنے کے لئے بھیجا علامہ طبری نے واقعہ کی تو یہی صورت لکھی ہے مگر عبداللہ ابن الحارث یا کسی شخص کا نام نہیں لکھا ہے :

طبری جلد چہارم ص ۲۰۳ روضۃ الصفا اور دیگر مورخین نے عبداللہ ابن عامر کو جانبین میں پیام و سلام کی خدمت انجام دیتے ہوئے بتایا ہے ان تاریخوں میں اور جلاء العیون کے بیان میں جو اختلاف ہے تو اسکی نسبت ہم کہہ سکتے ہیں کہ شرائط صلح اور اُس کے متعلق دیگر معاملات میں یہ ممکن ہے کہ عبداللہ ابن عامر معاویہ کی طرف سے اور عبداللہ ابن الحارث امام حسنؑ کی طرف سے مقرر

ہوئے ہیں۔ اس قرینوں سے دونو مورخین کا لکھنا صحیح ہو سکتا ہے:

معاملات صلح

بہرحال عبداللہ ابن الحارث نے امام حسن علیہ السلام کے زمان کے مطابق ذیل کے شرائط پر معاویہ سے صلح منظور کرلی ملا مجلسی علیہ الرحمہ نے صلحنامہ کا یہ مضمون لکھا ہے:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جناب امام حسنؑ بن علیؑ ابن طالب علیہ السلام نے معاویہ ابن ابو سفیان سے اس شرط پر صلح کرلی کہ درمیان مردم بکتاب خدا و سنت رسول صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم شائستہ عمل کرے (۲) اپنے بعد کسیکو اس کام پر معین نہ کرے (۳) تمام و عراق حجاز و یمن اور ہر جگہ کے لوگ اُسکے شر اور غدر سے امین رہیں (۴) اصحاب علیؑ علیہ السلام اور انکے تمام شیعہ اپنی جان و مال زنان و فرزند کے ساتھ بیخوف مطمئن رہیں (۵) جناب امام حسن اور امام حسین علیہما السلام اور جمیع اہلبیت و خویشان رسولخدا صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم سے معاویہ کوئی مکر اور کوئی غدر نہ کرے اور پنہان و آشکار کوئی ضرر نہ پہنچائے اور ان میں سے کسی کو کسی کے مقام پر نہ ڈرائے اور ہر ذی حق کا حق پہنچائے (۶) ہر سال خراج ملک سے پچاس ہزار درہم آنحضرت علیہ السلام کو بھیجتا رہے (۷) جناب امیر المومنین علی علیہ السلام کو بُرا نہ کہے اور قنوت نماز میں جیسا انکا قاعدہ ہے جناب امیر علیہ السلام اور اُن کے شیعوں کو بُرا نہ کہے:

یہ صلحنامہ لکھکر تیار ہوگیا اور عبداللہ ابن حارث عمر ابن ابی سلمہ اور عبداللہ ابن ابی ثمرہ وغیرہم نے اس صلحنامہ پر اپنے دستخط کر لئے (جلا العیون ص ۲۶۹ جلد دوم)

تاریخ طبری نے صلحنامہ کا مضمون اس عبارت میں لکھا ہے:

امام حسن علیہ السلام خواست کہ با در معاویہ صلح کند باآن شرطہا کہ او گوید (۱) علی علیہ السلام را لعنت نکند (۲) امام حسن علیہ السلام را باز بمدینہ فرستد (۳) ہر خواستہ کہ در بیت

المال است بعراق وکوفہ بہ حسن علیہ السلام رہا کنند تا میان او ومیان برادرانش وخواہرانش باشد وآن خواستہ پنج ہزار درہم بود (۳) وہم خراج داراب ہرسال بحسن علیہ السلام دہد وآن شہریست از شہرہائے فارس نزدیک بصرہ وحسن علیہ السلام این را برئے آن می خواست کہ از علی علیہ السلام چیزے نماندہ بود وفرزندان بسیار بودش خواست تا درویش نباشند زیراکہ چون علی علیہ السلام بر دششصد درہم نماند پس معاویہ عبدالرحمان بن عمر وعبدالرحمن بن سمرہ بن جندب را فرستادہ وبا این ہمہ شرطہا وفاکرد مگر بیحرمتی کردن علی علیہ السلام کہ این بر نگیرم ولیکن چون تو حاضر باشی بہ فرمائیم تا بے حرمتی او نکنند۔ تاریخ طبری جلد چہارم ص ۶۰۲

روضۃ الصفا کے ذی قدر مصنف نے اس صلح کے مضامین کو ذیل کی عبارت میں مندرج فرمایا ہے: "چون امام علیہ السلام جبن وضعف اصحاب خود مشاہدہ فرمود بعبد اللہ ابن عامر پیغام فرستاد کہ من ترک خلافت گفتہ زمام اختیار را درکف معاویہ می نہم اما آن بشروط بچند شرط است ابوحنیفہ دنیوری می گوید کہ شروط این بود (۱) کہ معاویہ اگر کینہ از اہل عراق ومتابعان وشیعیان امیرالمومنین علیہ السلام داشتہ باشد انتقام نکشد (۲) وسر اسود واحمر از وے درامان بودہ ہیچکس را مواخذہ نکند (۳) خراج اہواز را ہرسالہ بآن حضرت مسلم دارد (۴) ومبلغ دو ہزار درہم سال بسال بمدینہ بفرستد تا حسن علیہ السلام درجہات خود صرف نماید (۵) دیگر امیرالمومنین علیہ السلام را سب نکند گویند کہ معاویہ مجموع شروط را قبول کرد الا سب امیرالمومنین علیہ السلام را۔ اما گفت کہ در مجلسے امام حسن علیہ السلام باشد امیرالمومنین علیہ السلام را سب نکنند۔ روضۃ الصفا جلد سوم ص

ابوالفدا اپنی مستند اور معتبر تاریخ المختصر میں اس صلحنامہ کی نسبت یہ عبارت درج فرماتے ہیں:

(۱) جو مال اس وقت تک بیت المال کوفہ میں موجود ہے وہ میرے اور میرے ہمراہیوں کے لئے چھوڑ دیا جائے (۲) دارالجرد متعلقہ ملک فارس کا محاصل ہمیشہ کے لئے اہلبیت طاہرین علیہم السلام کے مصارف اور گذران کے واسطے چھوڑ دیا جائے (۳) اس وقت تک جو سب امیرالمومنین علیہ السلام کی جاتی ہے اور ان کی شان میں لاطائل کلمات کہے جاتے ہیں وہ

سب موقوف کر دیئے جائیں:

محقق ابو الفداء کامل تاریخ طبری آعثم کوفی روضۃ الاحباب روضۃ الصفا وغیرہم کے بیان سے کہ معاویہ نے امام حسن علیہ السلام کی طرف سے ان شرائط کو قبول کر لیا مگر سب علی علیہ السلام کی نسبت کہلا بھیجا کہ اسے منظور نہیں کے آخر کار بعد اصرار بسیار یہ تجویز ہوا کہ جس مجلس میں امام حسن علیہ السلام موجود ہوں امیر المومنین علی علیہ السلام پر زبان طعن و تشنیع دراز نہ کی جائے لیکن اس شرط کو بھی پورا نہیں کیا بیت المال کوفہ میں لاکھ درم تھے وہ امام حسن علیہ السلام کے رفقا کے ہاتھ لگے باقی رہا داب جرد کا خراج کبھی اہلبیت طاہرین یا امام حسن علیہ السلام کو نہیں دیا دیکھو ترجمہ تاریخ ابو الفداء ص ۴۴۳ مطبوعہ مطبع انصاری دہلی:

صواعق محرقہ میں علامہ ابن حجر صلحنامہ کی یہ عبارت لکھتے ہیں:-

ولما صالح الحسن ؑ معویہ کتب الصلح وصورتہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ھذا ما صالح علیہ حسن ابن علی علیہما السلام ومعاویہ ابن ابو سفیان صالحہ علی ان یسلم ولایۃ المسلمین علی ان یعمل فیہم بکتاب اللہ وسنۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وسیرۃ الخلفاء الراشدین (۲) ولیس لمعویہ ان یعھد الی احد من بعدہ عھدا بل یکون الامر من بعدہ شوری بین المسلمین (۳) علی ان الناس آمنون حیث کانوا من ارض اللہ تعالی فی شامھم وعراقھم وحجازھم ویمنھم (۴) علی ان اصحاب علی ؑ وشیعتہ آمنون علی انفسھم واموالھم ونسائھم واولادھم حیث کانوا (۵) علی معویہ بذالک عھد اللہ ومیثاقہ لا ینبغی للحسن ابن علی ولا لاخیہ الحسین علیہ السلام ولا لاحد من اھلبیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غائلہ سرا ولا جھرا ولا یخاف احد منھم فی افق من الآفاق۔ شھد علیہ فلان وفلان وکفی باللہ شھیدا۔

جناب امام حسن علیہ السلام نے معاویہ ابن ابی سفیان سے ان شرائط پر صلح کر لی کہ وہ تمام مسلمین کی حکومت مطابق کتاب خدا وسنت رسولخدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم وسیرت خلفائے کے کرے گا

(۲) اپنے بعد معاویہ امر خلافت کسی دوسرے کو سپرد نہ کرے بلکہ مسلمین کے شورے پر چھوڑ دے (۳) تمام بلاد خدا میں بنی انسان عام اس سے کہ شام میں ہوں کہ عراق میں حجاز میں کہ یمن میں امن وامان میں رہیں (۴) اصحاب علی علیہ السلام اور آپ کے شیعہ اپنی جان ومال اور اہل وعیال کے ساتھ امن وامان میں رہیں (۵) معاویہ خدا کے سامنے یہ اقرار کرتا ہے کہ وہ کبھی ظاہر یا باطن کسی طرح جناب امام حسن علیہ السلام یا آپ کے برادر عالیمقدار جناب امام حسین علیہ السلام یا اہلبیت علیہم السلام میں سے کسی حضرت کو کوئی آزار نہ پہنچائے اور نہ انکو ڈرائے یا دھمکائے فلاں فلاں نے اسپر گواہی دی اور آیۂ کفی باللہ شہیدًا اپنی شہادت کی عبارت میں تحریر کیا۔

اسلامی تالیفات کے علاوہ موجودہ زمانہ کی انگریزی تاریخوں میں بھی جو آخر کار انہیں عربی اور فارسی کے مستند اور معتبر ماخذوں سے تیار کیگئی ہیں بالکل یہی واقعات مندرج ہیں جو ابھی ابھی اسلام کی متعدد اور مختلف تاریخوں سے نقل کرچکے ہیں انگریزی تاریخوں میں سب سے پہلی انگریزی تاریخ جو اسلام کے حالات کی تفصیل میں لکھی گئی ہے وہ مسٹر سائمن وی کلی کی ہسٹری آف سارا سائینس جسکو ذیقدر مصنف نے ۱۷۱۸ء میں عربی کی اصلی ماخذوں سے جمع کرکے تالیف کیا مسٹر کلی نے تاریخ ابن اثیر ور المکین وغیرہ کے اسناد سے لکھا ہے کہ جناب امام حسن علیہ السلام نے معاویہ امیر شام کے مقابلے میں ذیل کے شرائط پر صلح فرمائی (۱) جس قدر بیت المال کوفہ میں موجودہ رقم ہے وہ جناب امام حسنؑ کے لئے چھوڑ دیا جائے (۲) خراج متعلقہ ملک فارس آپ کے اور آپ کی اہلبیت طاہرین علیہم السلام کے مصارف کے لئے ذیوگذاشت کردیا جائے (۳) معاویہ جناب امیرالمومنین علیہ السلام کی نسبت برے کلمات کا استعمال نہ کرے معاویہ اس آخر والی شرط قبول کرنے پر راضی نہوا تب آخرکار جناب امام حسن علیہ السلام نے فرمایا کہ جس مجلس میں ہم موجود ہوں وہ کلمات نہ استعمال کئے جاویں۔ معاویہ نے اس وقت اقرار کیا لیکن اپنے اقرار کو کبھی پورا نہ کیا۔ ہسٹری آف

سارا سائنیس لندن ص ۳۲۷ :

ہم نے مختلف تاریخوں سے امام حسن علیہ السلام کا ایک صلح نامہ معہ انکی تمام شرطوں کے تحریر کردیا اس میں شک نہیں کہ تاریخون میں باخود با اختلاف واقع ہے مگر سوائے عبارت صواعق محرقہ کے جسکو ہم نے کتاب ینابیع المودة شیخ سلیمان القندوزی الحنفی النقشبندی شیخ الاسلام قسطنطنیہ ص ۲۴۴ مطبوعہ مبئی سے لکھا ہے اور کسی تاریخ میں ایسا اختلاف واقع ہنیں ہے لیکن علامہ ابن حجر کا اختلاف ایسا بین اور خلاف واقع اختلاف ہے جس کی نسبت ہم کو تھوڑی سی تنقید کی شدید ضرورت ہے :-

شیخ ابن حجر نے اپنی کتاب میں ایک شرط مسلم چھوڑ دی ہے اور اس کا صلحنامہ میں کہیں اشارةً بھی ذکر نہیں کیا حالانکہ وہ شرط ایسی معتبر اور متواتر مستند بین الفریقین ہے کہ بلا اختلاف تمام تاریخوں میں درج ہے جس زمانے اور جس طبقے کے علمائے کرام کی تالیفات و تصنیفات اسکی تحقیق میں دیکھی جاوینگی اُن میں سب علی علیہ السلام کی شرط ایسی واضح طور سے درج ہے کہ پھر اُس میں کسیکو شک کرنے کی سر مو گنجائش نہیں ہے مگر علامہ ابن حجر نے اسکو اپنی کتاب میں قطعی طور سے چھوڑ دیا اسلئے ہم کو ضرور ہے کہ ہم انکی تصحیح و تنقید کردیں :

ہم تاریخ طبری تاریخ ابو الفدا تاریخ روضة الصفا تاریخ اعثم کوفی روضة الاحباب وغیرہ کے اسناد سے سب علی علیہ السلام کی شرط کو اس صلح نامہ میں مندرج ہونا کافی طور سے ثابت کرآنے میں اور پھر اس خصوصیت کے ساتھ کہ معاویہ کو صلحنامہ کی کسی شرط کے قبول کرنے میں کوئی عذر نہ ہوا مگر اس شرط کی اجابت اور قبولیت پر وہ کسی طرح راضی نہیں ہوتے تھے آخر کار باصرار بسیار یہ قبول کیا کہ جس مجلس میں جناب امام حسن علیہ السلام تشریف لائینگے اُس مجلس میں احتیاط کی جائے گی جلا العیون ص ۲۷۰ طبری جلد چہارم ص ۶۰۲ ابو الفدا ص ۳۴۴ روضة الصفا مطبوعہ بمبئی جلد سوم ص ۶ مورخ ابو الفدا ور کی عبارت تحریر فرماکر پھر لکھتے ہیں کہ باوجود اس شرط کے کہ جس مجلس میں جناب امام حسن علیہ السلام ہونگے وہاں نہیں

کہیں گے اس شرط پر بھی وفا نہیں کی دیکھو تاریخ ابو الفدا ص ۴۴۳

اتنی کثیر اور متواتر اسناد کے مقابلے میں صواعق محرقہ کی تنہا عبارت کیسے اعتبار کے لائق سمجھی جاوے گی ایک اُن کے انکار کر دینے سے ایک ایسا امر مسلمہ جس پر دونوں فرقوں کے محدثین اور متکلمین اتفاق کر چکے ہیں کیسے انکار کیا جا سکتا ہے اگرچہ سب علی علیہ السلام کے ثبوت کے متعلق ہم کافی طور سے اس سلسلہ کی جلد اول میں لکھ چکے ہیں مگر پھر اس مقام کو مناسب سمجھکر دو ایک واقعات اُس کے ثبوت میں معتبر ماخذوں سے انتخاب کرکے ذیل میں لکھے دیتے ہیں؛

معاویہ کے دل میں عداوت علیؑ علیہ السلام کی تو تلاش ہی بیکار ہے تاریخیں پکار رہی ہیں کہ اُنسے بڑھکر کوئی دوسرا اُنکا دشمن نہیں تھا اور جب تک کہ کسی کے دل میں کسی کی طرف سے عداوت اور دشمنی کے خیال نہیں ہوتے ایسے لغویات اور حشویات کا علے الاعلان اظہار نہیں ہوتا معاویہ جیسا کچھ ان خیالوں کی طرف شدت سے مجھے تھا وہ ذیل کے واقعہ

متعلقہ معاملات مصالحت

روضۃ المناظر ابن شحنہ بر حاشیہ تاریخ ابن اثیر یہ عبارت درج ہے؛

لما توفی علی رضی اللہ عنہ بویع بالخلافۃ ولدہ الحسن رضی اللہ عنہ ثم بعد ستۃ اشہر صالح معاویہ و ترک الخلافۃ علی ان لا یسب علیا و یعطیہ ما بیت المال بالکوفہ وخراج دار بجرد ولم یف لہ معاویۃ بشیٔ مما عاھد علیہ ۔

جب علی مرتضٰے علیہ السلام سے نے وفات پائی تو بیعت خلافت ان کے فرزند حسن ابن علی علیہ السلام کے دست حق پرست پر ہوگئی پھر بعد چھ مہینے کے حضرت امام حسن علیہ السلام نے معاویہ سے صلح کر لی اور اس عہد پر خلافت کو چھوڑ دیا کہ معاویہ امیر المومنین علی علیہ السلام کو دشنام نہ دے اور جو کچھ مال بیت المال کوفہ میں ہے اور خراج داراب گرد اس جناب کو ملے مگر معاویہ نے کسی شے کے ساتھ وفا نہ کی جس پر خود عہد کیا تھا؛

سے ظاہر ہے: علامہ ابن مردویہ فردوس الاخیار میں لکھتے ہیں:

عن عبداللہ الکندی قال حج معاویۃ والی المدینۃ واصحاب النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم متوافرون فجلس فی حلقۃ بین عبداللہ ابن عباس وعبداللہ ابن عمر الخلیفۃ المقتول فضرب بیدہ علی فخذ ابن عباس ثم قال اما کنت احق واولی بالامر من ابن عمک قال وھو قال لانی ابن عم الخلیفۃ المقتول ظلما قال ھذا اذا یعنی ابن عمر اولی بالامر منک لان اباہ قد قتل قبل ابن عمک فاعرض ابن عباس و اقبل علی سعد ابن ابی وقاص وقال وانت یا سعد الذی لم یعرف حقنا من باطل غیرنا فیکون معنا او علینا قال سعد انی لما رایت الظلم قد غشیت الارض قلت لبعیری نخ فانخت حتی اذا استقرت مصیبۃ قال واللہ لقد قرایت المصحف بوما بین الدفتین وما وجدت فیہ ھذ فقال اما اذا ثبت فانی سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم یقول لعلی علیہ السلام یقول لعلی انت مع الحق وعلی مع الحق والحق معک قال لتجتنی بمن سمعہ معک اولا فعلن قال ام سلمہ علیہا السلام قال

پھر اسی روضۃ المناظر میں ہے وکان معاویہ وعمالہ یسبون علیا علی المنابر معاویہ اور اُسکے عمال منبروں پر حضرت علی علیہ السلام کو گالیاں دیتے تھے:

تاریخ ابن الوردی جلد اوّل میں یہ عبارت درج ہے: والشروط یعطیہ ما فی بیت المال الکوفۃ وخراج دارابجرد من فارس وان لا یسب ھو یسمع فلجا بہ معاوی فی بہ

ابن وردی نے کہا کہ شرطیں یہ تھیں کہ حضرت امام حسن علیہ السلام کو جو کچھ بیت المال کوفہ میں ہے وہ دیں اور خراج داراب گرد کا فارس سے دیں اور علیؑ ابن ابیطالب کو گالیاں نہ دیں مگر معاویہ نے دشنام سے باز رہنے کی شرط قبول نہیں کی آخر امام حسن علیہ السلام نے یہ چاہا کہ ایسے موقعوں پر گالیاں نہ دی جائیں کہ آواز ہمارے کان میں پڑے اس کو معاویہ نے منظور تو کیا مگر اُس پر بھی عہد کو وفا نہ کیا:

تاریخ ابو الفدا تاریخ طبری اور تاریخ ابن اثیر جزری کی عربی عبارت یہ ہے

وکان الذی طلب الحسن من معاویۃ ان یعطیہ ما فی بیت المال الکوفۃ وخراج دارابجرد

نقام فقاموا معہ حتی دخل علی ام سلمۃ قال فبدء المعویہ فی الکلام فقال یا ام المؤمنین ان الکذاب قد کثرت علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فلا یزال قائل یقول قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ما لم یقل وان سعدا روی حدیثا زعم انک سمعتہ منہ قالت ما ھو قال زعم ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قال لعلی علیہ السلام انت مع الحق والحق معک قالت صدق فی بیتی قالہ فاقبل علی سعد فقال الآن الوم ما کنت علیہ واللہ لو سمعت ھذا من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ما زالت خادما لعلی حتی اموت۔

عبداللہ ابن الکندی سے منقول ہے کہ میں ایک دفعہ حج کرکے مدینہ گیا اُس وقت آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ وہاں بکثرت تھے وہ ایک مجلس میں گیا جہاں پر عبداللہ ابن عباس رضی اور عبداللہ ابن عمر رضی بیٹھے ہوئے تھے معاویہ ابن ... رانوں پر ہاتھ مارکر کہنے لگا کہ میں آپکے بن عم یعنی جناب امیر علیہ السلام سے خلافت کیلیے زیادہ حقدار تھا یا نہیں ابن عباس نے

من فارس وان لا یسب علیا فلم یجبہ الی الاخر عن سب علی فطلب الحسن ان لا یشتم علیا وھو یسمع فاجابہ الی ذلک ثم لم یف لہ بہ ایضا اما دار ابجرد فان اھل البصرۃ منعوہ منہ وقالوا ھو فیئنا لا نعطیہ احدا وکان منعھم بامر معاویۃ

اور وہ چیز کہ طلب کی تھی امام حسن علیہ السلام نے معاویہ سے یہ تھی کہ :

اول دیوے اُن کو وہ مال جو بیت المال کوفہ میں ہے۔

دوم خراج داراب گرد کا فارس سے :

سوم یہ کہ گالی نہ دے علی علیہ السلام کو۔

مگر معاویہ نے باز رہنا دشنام امیرالمؤمنین علی علیہ السلام سے قبول نہ کیا :

آخر امام حسن علیہ السلام نے فرمایا :

کہ انکی حاضری میں حضرت امیرالمؤمنین علی علیہ السلام کو گالی نہ دے :

معاویہ نے اس کو قبول کرلیا :

کہا کیسے معاویہ نے کہا میں خلیفۂ مقتول کا ابن عم ہوں ابن عباسؓ نے جواب دیا شاید یہ شخص یعنی عبداللہؓ ابن عمر تجھ سے زیادہ مستحق ہے کیونکہ اسکے باپ تیرے ابن عم سے شہید ہوئے ہیں یہ سنکر اُس نے عبداللہ ابن عباسؓ کی طرف سے منھ پھیر لیا اور سعد ابن ابی وقاص کی طرف متوجہ ہوکر کہنے لگا اے سعد تو وہی شخص ہے کہ جس نے ہمارے حق کو ہمارے غیر کے باطل سے نہ پہچانا اور ہمارا ساتھ نہ دیا سعد رضی اللہ عنہ نے کہا جب میں نے دیکھا کہ اندھیرا تمام زمین پر چھا گیا ہے میں نے اپنے اونٹ کو کہا بیٹھ جا اور ہم نے اُس کو بٹھا دیا یہاں تک کہ مصیبت ٹھہر گئی معاویہ نے کہا قسم خدا کی میں نے دن بھر اول سے آخر تک قرآن شریف کو پڑھا ہے اُس میں میں نے یہ بیہودہ بات نہیں پائی سعد کہنے لگے جب یہ بات ثابت بھی ہو جاوے میں نے جناب رسولخدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو امیرالمومنین علی علیہ السلام کی نسبت فرماتے ہوئے سُنا ہے کہ تو حق کے ساتھ ہے اور حق تیرے ساتھ ہے معاویہ کہنے لگے کہ میرے ساتھ چل تو نے کس کے سامنے اس حدیث کو سُنا ہے ورنہ میں تیرے ساتھ کچھ کر نہ بیٹھوں سعد نے کہا میں نے جناب اُم المومنین اُم سلمہ سلام اللہ علیہا کے سامنے اس حدیث کو سُنا ہے معاویہ اُٹھ کھڑا ہوا اور اس کے ساتھ اور لوگ بھی اُٹھ کھڑے ہوئے اور یہ لوگ جناب اُم المومنین اُم سلمہ کی خدمت میں حاضر ہوئے معاویہ نے کلام شروع کیا کہ یا اُم المومنین بہت سی جھوٹی باتیں جناب رسالتمآب صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف منسوب ہو گئی ہیں ہمیشہ کہنے والا یہی کہتا ہے کہ جناب رسولخدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے حالانکہ وہ بات آنحضرتؐ نے نہیں فرمائی اُم المومنین نے فرمایا وہ کیا ہے معاویہ کہنے لگا ان کا زعم ہے (سعد کی طرف اشارہ کرکے) کہ آنحضرت صلعم نے

(بقیۂ حاشیہ) مگر پھر بھی عہد پورا نہ کیا:

خراج داراب جرد کی یہ حالت ہوئی:

کہ اُس کو بصرے والوں نے روکا اور کہا کہ یہ ہمارا مال فئے ہے ہم اس کو کسی کو بھی نہ دینگے یہ روکنا بھی اُن لوگوں کا معاویہ کے حکم سے تھا: از کتاب فصل المبین ص ۲۴

حضرت علیؑ کی نسبت ارشاد فرمایا ہے کہ تو حق کے ساتھ ہے اور حق تیرے ساتھ ہے ام المومنین فرمانے لگیں سعد سچ کہتا ہے آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس حدیث کو حضرت علی علیہ السلام کے حق میں میرے ہی گھر میں ارشاد فرمایا تھا معاویہ سعد کی طرف متوجہ ہو کر کہنے لگا اب میں ملامت کے قابل ہوں جس بات پر کہ میں تھا واللہ اگر یہ حدیث میں نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنی ہوتی تو اپنے مرتے دم تک میں جناب امیر علیہ السلام کا خادم بنا رہتا سوانح عمری علیہ السلام ص ۷۴ مطبوعہ لاہور۔

اس واقعہ سے امیر معاویہ کے وہ عناد اور عداوت ودشمنی جو اُن کو جناب امیرالمومنین علیہ السلام کی طرف سے حاصل تھی بخوبی معلوم ہوگئی اور تحقیق تک پہنچ گئی کہ انہوں نے اپنے اختلاف وانحراف کے خیالوں میں نہ انہوں نے عبداللہ ابن عباسؓ محیط العلم بین الصحابہ کا لحاظ کیا اور نہ سعد ابن ابی وقاص کو جھوٹا ثابت کرنے میں دریغ فرمایا جو عشرہ مبشرہ میں داخل تھے آخر کار جب اُم المومنین اُم سلمہؓ سے تصدیق کر لی تو چین آیا شرماکر جناب امیر علیہ السلام کی عقیدت کا اظہار بھی کیا تو اس طرح کہ اگر میں نے انکے حق میں آنحضرتؐ سے خود یہ حدیث سنی ہوتی تو ہمیشہ غلام بنا رہتا اتنا کچھ ہو جانے کے بعد بھی اپنے خاص سننے کی شرط لگا ہی دیا

بہرحال یہ طولانی واقعہ تو ہم نے صرف معاویہ کی شدت عداوت کے ثبوت میں لکھا ہے اب ہم سب علی علیہ السلام کے ثبوت ذیل میں درج کرتے ہیں:۔

علامہ ابوالحسن علی ابن محمد ابن یوسف المدائنی کتاب الاحداث میں بذیل تذکرہ معاویہ ابن ابوسفیان لکھتے ہیں کہ کتب معاویہ نسخہ واحدۃ الی عمالہ بعد عام الجماعۃ ان برئت الذمۃ ممن روی شیئا من فضل ابی تراب واہل بیتہ فقامت الخطباء فبکل کورۃ وعلی منبر یلعنون علیا ویبرؤن منہ ویقولون فیہ وفی اھلبیتہ؎ معاویہ نے ایک حکمنامہ اپنے تمام ملکی عمال کو لکھ بھیجا کہ جو کوئی فضائل علی علیہ السلام یا ان کی اہلبیت علیہم السلام کا ذکر کرے تم ان پر تبرا کرو پس خطیبوں نے گلیوں میں اور منبروں پر جناب امیر علیہ السلام اور اُن کے اہلبیت علیہم السلام پر لعنت کرنی شروع

کردی۔ تاریخ ابوالفدا میں اس واقعہ کے متعلق یہ عبارت تحریر ہے: وکان معاویۃ وعمالہ یدعون لعثمان فی الخطبۃ یوم الجمعۃ ویسبون علیا وکان المغیرۃ متولی الکوفۃ کان یفعل ذلک بطاعۃ معاویہ اور اُس کے عمال جمعہ کے دن والے خطبوں میں عثمان کے واسطے دعائیں مانگتے تھے اور جناب امیر علیہ السلام پر لعنت کرتے تھے اور مغیرہ حاکم کوفہ تھا وہ بھی اطاعت معاویہ کی وجہ سے ایسا ہی کرتا تھا پھر اُسی نسخہ کے ص ۲۱۲ میں یہ عبارت درج ہے: کان خلفاء بنی امیۃ یسبون علیا من سنۃ احدی و اربعین وھی السنۃ التی خلع الحسن علیہ السلام فیھا نفسہ من الخلافۃ الی اول سنۃ تسع وتسعین آخر ایام سلیمان ابن عبد الملک فلما ولی عمر ابطل ذلک وکتب الی نوابہ

ابوالفداج

ابتدائی خلع خلافت امام حسن علیہ السلام از سنہ ۴۱ ہجری تا سنہ ۹۹ ہجری یعنی از عہد معاویہ تا آخر دور سلیمان بن عبد الملک خلفائے بنی اُمیہ جناب امیر علیہ السلام اور ان کے اہلبیت پر لعنت کیا کرتے تھے جب عمر ابن عبد العزیز حاکم ہوا تو اُس نے اُس کو باطل کیا اور اسکی موقوفی کے احکام اپنے تمام نوّاب کو لکھ بھیجے؛

علامہ شیخ حسین دیار بکری نے بھی اپنی معتبر تاریخ الخمیس کی جلد دوم ص ۳۱۷ مطبوعہ مصر میں یہی مضمون تحریر فرمایا ہے یہاں تک تو ہم نے تاریخوں سے اس واقعہ کا پتہ لگایا ہے اب محدثین اور علما کے صحاح اور مسانید سے بھی اس کا ثبوت ذیل میں درج ہے:

امام مسلم امام ترمذی اور امام نسائی نے اپنے صحاح میں اور امام احمد ابن حنبل نے اپنی مسند میں متفق اللفظ ہوکر یہ عبارت درج فرمائی ہے:

عن سعد ان معاویۃ امرہ فقال ما یمنعک ان تسب ابا تراب فقال ما ذکرت ثلاثا قالھن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اما ترضی ان تکون منی بمنزلۃ ھارون من موسیٰ الا انہ لا نبوۃ بعدی وسمعتہ یقول یوم خیبر لاعطین الرایۃ غدا رجلا یحب اللہ ورسولہ فتطاولنا فقال ادعونی علیا فاتی بہ ارمد فبصق فی عینیہ ودفع الرایۃ الیہ ففتح اللہ علیہ ولما نزلت ھذہ الآیۃ فقل تعالوا ندع ابناءنا وابناءکم ونساءنا ونساءکم وانفسنا و

انفسکم الخ دعا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم علیاً وفاطمۃ وحسناً وحسیناً صلوات اللہ علیہم اجمعین فقال اللّٰھم ھؤلاء اھلبیتی سوانح عمری علی علیہ السلام ص ۰۰۰ لاہور

سعد سے روایت ہے کہ معاویہ نے مجھکو جناب امیر علیہ السلام کے سب کرنے کے لئے حکم دیا اور کہا تم اُن پر لعنت (معاذ اللہ) کیوں نہیں کرتے میں نے کہا کہ میں نے تم سے تین باتوں کا ذکر نہیں کیا ہے جو میں نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سُنی ہیں آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جناب علی ابن ابی طالب علیہا السلام کو بعض غزوات میں اپنے عقب چھوڑا تو اُنہوں نے عرض کی یا رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ مجھے عورتوں اور لڑکوں کے پاس پیچھے چھوڑے جاتے ہیں آنحضرتؐ نے فرمایا کیا تو راضی نہیں ہے کہ تیری منزلت ویسی ہی ہے جیسے ہارونؑ کی موسیٰؑ کے نزدیک گو کہ نبوت میرے بعد نہیں ہے: اور میں نے خیبر کے روز آنحضرتؐ کو فرماتے ہوئے سُنا ہے کہ ہم کل علم ایسے شخص کو دیں گے جو خدا اور خدا کے رسُول کو پیار کرتا ہے اور جسے خدا اور رسُول پیار کرتے ہیں پس ہم علم کی طرف بڑھے تو آپ نے ارشاد فرمایا علی علیہ السلام کہاں ہیں اور وہ اُس دن آشوب چشم میں مبتلا تھے وہ حاضر ہوئے تو آنحضرتؐ نے لعاب دہن اُن کی آنکھوں میں لگا دیا اور علم اُن کو عنایت فرمایا اور اللہ نے انکو فتح دی اور جب یہ آیہ نازل ہوا پس کہدے کہ بلاؤ تم اپنے بیٹوں کو اور ہم اپنے بیٹوں کو تم اپنی عورتوں کو ہم اپنی عورتوں کو تم اپنی جان کو ہم اپنی جان کو الخ یہ کہکر آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جناب علیؑ وفاطمہؑ اور حسنؑ اور حسینؑ علیہم السلام کے لئے دُعا فرمائی کہ پروردگارا یہی میرے اہلبیتؑ ہیں:

ہمارے ہمعصر بزرگ خواجہ عبید اللہ صاحب بسمل امرتسری اپنی معتبر تالیف ارجح المطالب فی عد مناقب علی ابن ابی طالب علیہما السلام کی جلد سوم ص ۵۵۸ میں بذیل تنقید مسئلہ خطائے اجتہادی معاویہ یہ عبارت تحریر فرماتے ہیں:

یہ حدیث تو صحاح کی ہم نے پیش کی رو ہی حدیث جو اوپر ابھی تحریر ہو چکی ہے ((س

قسم کی صدہا حدیثیں ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ امیر معاویہ نے اس بدعت کو خطبہ میں ایجاد کیا جو خلیفہ عمر ابن عبدالعزیز کے وقت تک جاری رہی اور اس خلیفہ نے اس کو منسوخ کیا یہ ایسے واقعات محققہ ہیں کہ جن سے کسی نے انکار نہیں کیا پس کیا یہ امور قبیحہ اور یہ بدعت سیئہ بھی خطا فی الاجتہاد ہو سکتی ہیں؟ حاشا و کلا! سوانح عمری علی علیہ السلام مطبوعہ لاہور ص ۵۸

اتنے واقعات لکھکر ابھی اتنے واقعات اس ثبوت میں اور ہماری پیش نظر ہیں جن کی تفصیل کو صرف تطویل کا باعث سمجھکر ہم قلم انداز کرتے ہیں اور اپنے ناظرین کو دکھلا دیتے ہیں کہ ایسے مشہور متواتر اور متفق علیہ واقعات سے جن پر تمام مؤرخین محدثین علماء اور فضلا اتفاق کر چکے ہیں اور جو انکی ایجاد کے وقت سے لے کر برابر اس وقت تک صحاح مسند اور تمام اسلام کی چھوٹی بڑی کتابوں میں درج ہوتا چلا آیا ہے وہ ایک تنہا ابن حجر کے چھپائے سے چھپنے والا نہیں ہے یہ انکی تحصیل حاصل اور فکر لاطائل ہے جو کبھی اعتبار کے قابل نہیں ہو سکتا ہے؛

بہرحال ہم پھر اپنے قدیم سلسلہ بیان پر آجاتے ہیں صلحنامے کے مضامین قریب قریب وہی تھے جو میں مختلف تاریخوں کے اسناد سے اوپر لکھ چکا؛ ان شرائط کی تفصیل میں کوئی ایسا فرق نہیں ہے اگر کہیں ہے بھی تو جزوی طور پر جو کسی لحاظ کے قابل نہیں ہو سکتا؛

صلح کے بعد سے معاودت مدینہ تک کے حالات

یہ صلحنامہ جانبین کی شہادت اور عہد و پیمان وغیرہ سے مکمل ہو کر طیار ہو گیا اور فریقین نے اسی وقت سے اپنے اپنے باہمی مقابلہ و مقاتلہ کے سامانوں سے دست کشی اختیار کی معاویہ نے وہیں سے اپنے کوفہ جانے کا ارادہ کر لیا اور اپنے لشکر کی آراستگی اور ضروریات سفر کی درستی کی فکر کرنا شروع کی جناب امام حسن علیہ السلام نے مدینہ منورہ کی مراجعت کا ارادہ فرمایا؛ معاویہ کو کوفہ پہنچنے کی جیسی کچھ تمنا اور جیسی کچھ عجلت تھی وہ میرے بیان کی محتاج نہیں آج چار چار پانچ پانچ برسوں سے معاویہ کو اس شہر کے باشندوں نے ہر موقع اور ہر مقام پر

انکی تمام فوجکشی اور محاصروں کے وقت کامل شکست پہنچائی تھی اس وجہ سے اب یہاں کے باشندوں کو انکی ذات سے کسی قسم کی رفاہ وصلاح کی اُمید رکھنا ایسا ہی تھا جیسا بھیڑوں کے جھنڈ کو اپنے لاگو بھیڑیئے سے اگر غور سے دیکھو تو ۳۶ یا ۳۷ سے وہ دلی مقاصد اور تمنائیں جن کے واسطے معاویہ نے کیسی کیسی کوششیں صرف کیں اور کیسی کیسی ترکیبیں عمل میں لائیں وہ آج سنہ ۴۱ ہجری میں پورے تنتیس یا چونتیس برسوں کے گذر جانے کے بعد ان کو حاصل ہوئیں اور انکی عیارانہ اور مکارانہ کارروائیوں کے سر ظاہری کامیابیوں کا سہرا چڑھا :

بہرحال معاویہ ابن ابوسفیان اپنی موجودہ جمعیت اور مخصوصین رفقا کے ساتھ جس میں ولید ابن عقبہ مروان الحکم۔ عمر ابن عاص وغیرہم کا نام خصوصیت کے ساتھ درج ہے کوفہ میں داخل ہوئے اُنہوں نے آتے ہی پہلا خطبہ جو اہل عراق کے مجمع میں پڑھا وہ ایسا بُرا اثر تھا کہ اُس نے عراق کے تمام باشندوں پر انکے فساد وعناد کے خیالات کو پورے طور سے ظاہر کر دیا۔ اوّل تو پہلے ہی سے وہ انکی شدید مخالفت کو بخوبی سمجھے ہوئے تھے صرف زبان سے سُنکر اطمینان کر لینا باقی تھا وہ بھی اس خطبہ سے کماحقہ ظاہر ہو گیا ہم اس خطبہ کی عبارت ترجمہ جلاء العیون سے ذیل میں لکھتے ہیں :-

ایہا الناس میں نے تم سے اس وجہ سے قتال نہیں کی کہ تم نماز پڑھو یا روزے رکھو یا زکوٰۃ دو لیکن اس سبب سے میں نے تم سے قتال کر دی کہ میں تم پر امیر ہو جاؤں اور خدا نے مجھے امارت دی ہر چند تم نے نہ چاہا اور چند شرائط میں نے جناب امام حسن علیہ السلام سے کئے تھیں اور اب وہ سب شرائط میرے قدم کے نیچے ہیں اُن میں سے ایک پر بھی میں وفا نہ کرونگا :-

اس خطبہ کے تمام ہونے کے بعد وہ مجمع کا مجمع متفرق ہوا اور امیر معاویہ اور اُسکے ہمراہیوں نے دار الامارہ کوفہ میں اپنی جمعیت کے ساتھ استراحت کی چند دنوں کے بعد ابھی معاویہ کوفہ ہی میں تھا کہ جناب امام حسن علیہ السلام بھی اپنے خالص اور راسخ الاعتقاد ہمراہیوں کے ساتھ مدائن سے کوفہ میں تشریف لائے معاویہ نے انکو اپنی صحبت میں تشریف لانے کے لئے

تکلیف دی چونکہ مابین مصالحت ہو چکی تھی آپ نے اُس کی استدعا کو قبول فرمایا اور اپنے آنے کا وعدہ کیا آپ کی تشریف آوری کی تحریک سے پہلے دربار شام میں یہ امر تجویز کے لئے حاضرین مشوری کے سامنے پیش کیا گیا تھا کہ جناب امام حسن علیہ السلام سے خلع خلافت کا اقرار اہل اسلام کے مجمع عام میں کرا لیا جائے جو اُس کے استحکام سلطنت اور ترقی سطوت کے لئے نہایت مفید ہو گا اور انکے اس اعتراف اور اقرار سے معاویہ کو اُن پر فضیلت اور ترجیح حاصل ہونے کے دعووں میں بہت بڑی قوت ہو جائے گی اس تحریک کی تجویز مخصوص عمر عاص نے متعلق تبلائی جاتی ہے مگر مجلس امیر معاویہ نے تھوڑی دیر تک اس تحریک سے مخالفت ظاہر کرتے رہے مگر دیگر شرکائے شوریٰ نے عمرو عاص کی تجویز کی تائید کی اسلئے عمر عاص کی رائے کو وجود وزارت کی کیبنٹ (مجلس وزارت) کے پہلے ہی سے غلبہ حاصل ہو گیا اور امیر معاویہ کو بھی اس تجویز کے فوراً منظور کر لینے میں سخت مجبوری ہو گئی۔

جناب امام حسن علیہ السلام جمعہ کے دن کوفہ کی مسجد جامع میں بلائے گئے اب ہم اس واقعہ کو اپنے اصلی ماخذوں کی عبارت سے لکھتے ہیں۔ اعثم کوفی اور روضۃ الصفا کے ذی قدر مؤلفین تحریر کرتے ہیں:-

چون زمام حل وعقد مہام ارباب اسلام در قبضہ حاکم شام آمد عمر ابن عاص با معاویہ گفت کہ امام حسن علیہ السلام را بگو کہ بر منبر برود و خلق را از عزل خویش و خلافت تو بیاگاہد و چنان شود کہ امام حسن علیہ السلام از ادائے خطبہ عاجز خواہد شد و مردم را معلوم خواہد گشت کہ او را صلاحیت این مہم خطیر نہ بود معاویہ گفت این امر خطیر محتاج الیہ من نیست عمر گفت بالضرورۃ او را تکلیف باید کرد۔ روضۃ الصفا جلد سوم ص ، مطبوعہ بمبئی۔

علامہ طبری کی عبارت یہ ہے۔ "امام حسن علیہ السلام خواست کہ با ہمہ اہلبیت خویش بمدینہ رود و عمر ابن عاص معاویہ را گفت پیش از انکہ امام حسن علیہ السلام بمدینہ شود و عمر ابن عاص معاویہ را گفت پیش از انکہ امام حسن علیہ السلام بمدینہ رود مردمان کوفہ را بفرما تا امام حسن خطبہ کند

معاویہ گفت خطبہ کردن او مارا چہ کار آید امام حسنؑ بر منبر شد و خطبہ کرد۔

یہاں تک اس مجلس کے اہتمام اور اُس کے ضروری حالات جو اہل شام کی کونسل میں تجویز ہوئے تھے ہم نے دو جداگانہ تاریخوں کے اسناد سے لکھ دیئے اب ہم وہ خطبہ بھی ذیل میں تاریخ طبری صفحہ ۶۰۲ جلد چہارم سے تحریر کرتے ہیں جو اس موقع پر جناب امام حسن علیہ السلام نے پڑھا۔ یا ایہا الناس ہذا الکم ھدا کم باوّلنا وحقن دماءکم باخرنا وان اللہ نیا دول ولکل شئ اجل وانکم خلق ہونن علی ھذا البیعۃ الذی ہل لتمابغیر اھلھا ووضعتھا فی غیر حقھا وانی اقول کما امر اللہ عز وجل وان ادری لعلہ فتنۃ لکم ومتاع الی حین چون امام حسن علیہ السلام باینجا رسید معاویہ گفت یا ابا محمد علیہ السلام فرود آئی پس امام حسنؑ فرود آمد معاویہ از عمر عاص گفت این ست حسنؑ کہ زبان ندارد۔

صاحب روضۃ الصفا نے اپنی فارسی عبارت میں اسی خطبہ کا بجنسہ ترجمہ کردیا ہے جس کو ہم طبری کی عربی عبارت سے اوپر لکھ چکے اور اعثم کوفی میں بھی یہی عبارت مورج ہے و ہو ہذا آنجناب بربالائے منبر برآید و بعد از حمد و ثنائے باری سبحانہ تعالےٰ و درود بر مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم گفت اے قوم خدائے عز وجل باول ما شمارا ہدایت داد و بآخر ما مارا از ریختن خون نگاہ داشت و شما ہر آئینہ ملامت و سرزنش مکنید کہ امرا بغیر اہل آن دادم و این حق را در غیر موضعش نہادم انا قصد من درین قضیہ صلاح حال اُمت بود وان اللہ تعالیٰ قال لنبیہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وان ادری لعلہ فتنۃ لکم ومتاع الی حین

و چون سخن بدین جا رسید معاویہ بے طاقت شدہ گفت اے ابا محمد علیہ السلام فرود آئی و چون طلاقت لسان و فصاحت بیان امیر المؤمنین حسن علیہ السلام سمت ظہور یافت عمر عاص خجل شد و معاویہ از آں التماس پشیمان شدہ کینہ عمرو عاص در ضمیرش پدید آمد۔

ملا مجلسی علیہ الرحمہ نے جلاء العیون میں تھوڑے سے اختلاف کے ساتھ اسی خطبہ کو نقل کیا ہے اور علامہ ابن حجر نے صواعق محرقہ میں بجنسہ ملا کی عبارت نقل کردی ہے ہم دونوں

کتابوں کی عبارت حرف بحرف اور لفظ بلفظ نقل کرتے ہیں اور بوجہ قدامت زمانہ کے پہلے صواعق محرقہ کی عبارت کو لکھتے ہیں؛

ثم صعد الحسن علیہ السلام المنبر قال یا ایھا الناس قد علمتم ان اللہ جل ذکرہ وعز اسمہ ھداکم بجدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وانقذکم من الضلالۃ وخلصکم من الجھالۃ واعزکم بعد الذلۃ وکثرکم بعد القلۃ وان معاویۃ نازعنی حقا ھو لی دونہ فنظرت الصلاح الامۃ وقطع الفتنۃ وقد کنتم بایعتمونی علی ان تسالموا من سالمنی وتحاربوا من حاربنی فرایت ان اسالم معویۃ واضع بینی وبینہ وقد صالحتہ ورایت ان حصن الدماء خیر من سفکھا ولم ارد بذلک الا صلاحکم وبقائکم وان ادری لعلہ فتنۃ لکم ومتاع الی حین

علامہ ابن حجر کی عبارت اوپر لکھ کر ہم ترجمہ جلاء العیون کی عبارت ذیل میں لکھے دیتے ہیں جو اس عربی عبارت کا کامل ترجمہ ہے: "ایہا الناس خداوند عالم نے تم کو ہمارے جد بزرگوار سید الانبیاء محمد مصطفیٰ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذریعہ سے ہدایت فرمائی آنحضرت نے تم کو ضلالت وجہالت سے نکالا اور ذلیل ہونے کے بعد تمہیں معزز فرمایا بدرستیکہ اس امر میں جو مجھ سے مخصوص تھا معاویہ نے مجھ سے نازع کیا جب میں نے کوئی یاور نہ پایا بخیال اصلاح وحفظ خونہائے اُمت خود دست بردار ہوا تم نے مجھ سے بیعت اس امر پر کی تھی کہ جس سے میں صلح کروں تم بھی صلح کرو اور جس سے میں جنگ کروں تم بھی جنگ کرو اور میں نے مصلحت ومنفعت اس اُمت کی اسی میں دیکھی کہ اس سے (معاویہ سے) صلح کروں اور میں حفظ خونہائے مردم کو اس خونریزی سے بہتر سمجھا اور میری غرض تمہاری اصلاح تھی اور جو کچھ میں نے کیا وہ تم پر حجت ہے: جلاء العیون ص ۲۴۰؛

اس خطبہ کو شیخ الاسلام قسطنطنیہ فاضل کامل علامہ شیخ السلیمان الحنفی النقشبندی القندوزی نے ینابیع المودۃ مطبوعہ بمبئی ص ۲۹۲ میں بھی درج فرمایا ہے؛

اس خطبہ کے علاوہ اور خطبے بھی جناب امام حسن علیہ السلام سے منقول ہیں جو قیام کوفہ کے

زمانے میں ارشاد فرمائے گئے ہیں اور وہ عموماً تمام اسلام کی تاریخ اور سیر کی کتابوں میں درج ہیں اُن میں سب سے زیادہ تر مشہور اور فصیح و بلیغ وہ خطبہ ہے جو جناب امام حسن علیہ السلام نے کوفہ سے مراجعت زمانے وقت تمام اہل اسلام کے سامنے اپنے اور تمام اہلبیت کرام علیہم السلام کے فضایل و مدارج کی تصریح و تشریح میں ارشاد فرمایا ہم اس خطبہ کو علامہ حافظ جمال الدین الزرندی المدنی کی معتبر اور مستند کتاب درر السمطین سے نقل کرتے ہیں:-

ان الحسن ابن علی ابن ابی طالب علیہما السلام قال فی خطبۃ لاخری بعد الحمد و الثناء علی اللہ التصلیۃ علی رسولہ انا اھل بیت اکرمنا اللہ واختارنا واصطفانا واذھب عنا الرجس وطھرنا تطھیرا ولم تفرق الناس فرقتین الاجعلنا اللہ فی خیرھما من آدم علیہ السلام الی جدی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ابعثہ النبوۃ واختارہ الرسالۃ وانزل علیہ کتابہ فکان ابی اول من آمن وصدق اللہ ورسولہ وقد قال اللہ تعالیٰ فی الکتاب المنزل علی نبیہ المرسل افمن کان علی بینۃ من ربہ ویتلوہ شاھد منہ وقد قال لہ جدی رسول اللہ حین امرہ ان یسیر الی مکۃ فی موسم الحج بسورۃ برآءۃ سر بہا یا علی فانی امرت ان لا یسیر بہا الا انا ورجل منی وانت منی فانی من جدی وجدی من اللہ فقال لہ جدی حین قضی بینہ وبین اخیہ جعفر ومولاہ زید ابن حارثۃ فی ابنۃ عمہ حمزۃ اما انت یا علی فمنی وانا منک وانت ولی کل مؤمن ومؤمنۃ بعدی فلم یزل ابی و فی جدی ص بنفسہ وفی کل موطن تقدمہ جدی وبکل شدۃ یرسلہ ثقۃ منہ طمانینتہ الیہ وقال اللہ تعالیٰ والسابقون السابقون اولئک المقربون فکان ابی سابق السابقین واقرب المقربین الی اللہ الی رسولہ و ذلک انہ لم یسبقہ الی الایمان احد غیر خدیجۃ سلام اللہ علیہما فکما ان اللہ عزوجل فضل السابقین علی المتاخرین فضل سابق السابقین وقد قال اللہ عزوجل اجعلتم سقایۃ الحاج وعمارۃ المسجد الحرام کمن آمن باللہ

واليوم الاخر وجاهد في سبيل الله نزلت هذه الاية في ابي وكان حمزة و
جعفر قتلا شهيدين في قتلاء كثيرة من الصحابة فجعل الله حمزة سيد الشهداء من بينهم
وجعل جعفر جناحين يطير بهما في الجنة مع الملئكة كيف يشاء من بينهم وذلك يقرا
بينهما من جدي صلى الله عليه واله وسلم وصلى جدي على عمه حمزة سبعين صلوات
من بين الشهداء بوجراحد وكذلك جعل الله تعالى النساء نبيه المحسنة منهن
اجرين وللمسيئة منهن وردين ضعفين لمكانهن من جدي رسول الله صلى الله
عليه واله وسلم وجعل الله الصلوة في مسجد نبيه صلى الله عليه واله وسلم بالف
صلوة من بين سائر المساجد لا حرام لمكان رسول الله صلى الله عليه واله وسلم
فلما نزل يا ايها الذين امنوا صلوا عليه وسلموا تسليما قالوا يا رسول الله
كيف نصلي عليك فقال قولوا اللهم صل على محمد وال محمد كل مسلم ان يصلي
علينا مع الصلوات على جدي رسول الله صلى الله عليه واله وسلم فريضة واجبة واحل الله
تعالى خمس الغنيمة لرسوله واوجبها في كتابه اوجبنا وله حرم عليه الصدقة وحرمها علينا
فلله الحمد نزهنا مما نزهه وطيب لنا ما طيب له كرامة كرامنا الله بها وفضيلة فضلنا
على سائر عباده وقال الله لجدي حين جحد كفرة اهل الكتاب حاجوه فقل تعالوا ندع ابنائنا
وابنائكم ونسائنا ونسائكم وانفسنا وانفسكم ثم نبتهل فنجعل لعنة الله على الكاذبين
فاخرج جدي صلى الله عليه واله وسلم معه من الانفس ابي ومن البنين انا واخي الحسين
ومن النساء امي فاطمة فنحن اهله ولحمه ودمه ونفسه ونحن منه وهو منا وقد قال الله
تعالى وتبارك انما يريد الله ليذهب عنكم الرجس اهل البيت ويطهركم تطهيرا
فلما نزلت هذه جمعنا جدي ابي واخي وامي وابي ونفسه في كساء خيبري في حجرة
ام سلمة فقال اللهم هؤلاء اهل بيتي وخاصتي اذهب عنهم الرجس وطهرهم تطهيرا فقالت
ام سلمة انا ادخل معهم يا رسول الله فقال لها انت على مكانك يرحمك الله انت على خير وانما خاصتي لي وهم

ولمّا نزلت وامر اهلك بالصّلوات واصطبر عليها بايتنا جدّی کل یوم عند طلوع الفجر
یقول الصلوات با هل البیت یرحمکم الله انّما یرید الله لیذهب عنکم الرّجس اهل البیت
ویطهّرکم تطهیرا وامر بسدّ الابواب فی مسجدہٖ غیر بابنا فکلّموہ فی ذٰلك فقال انّی لم اسدّ
ابوابکم ولم افتح باب علی علیه السّلام من تلقآء نفسی ولٰکن اتّبع ما اوحی الیّ انّ الله امرنی
بسدّ ابوابکم و فتح باب علی علیه السّلام وقد سمعت ھٰذہ الامّة جدّی صلّی الله علیه و اٰله وسلّم
یقول ما ولّت امّة امرھا رجلا وفیھم من ھو اعلم منه الّا لم یزل یذھب امرھم سفالا حتّی
یرجعوا الیٰ ما ترکوہ و سمعوہ صلّی الله علیه و اٰله وسلّم یقول لابی انت منّی بمنزلة ھارون
من موسی الا انّه لا نبی بعدی وقد راٰہ و سمعوہ صلّی الله علیه و اٰله وسلّم حین اخذ
بید ابی بغدیر خمّ وقال لھم من کنت مولاہ فعلیّ مولاہ اللّٰھمّ صل علی محمّد و اٰل محمّد
والِ من والاہ وعاد من عاداہ ثمّ امرھم ان یبلغ الشّاھد منھم الغائب ثمّ قال الحسن علیه السّلام
ایّھا النّاس انّکم لو التمستم ما بین جابلقآء و جابرصآء رجلا جدّہ نبیّ وابوہ وصیّه
لم تجدوا غیری وغیر اخی فاتّقوا الله ولا تضلّوا ایّھا النّاس لو اذکر الّذی اعطانا الله تبارك
و تعالیٰ و خصّصنا به من الفضائل فی کتابه وعلیٰ لسان نبیّه صلّی الله علیه و اٰله وسلّم احصه انا
ابن البشیر و انا ابن النّذیر و انا ابن السّراج المنیر الّذی جعله رحمة للعالمین و اقسم بالله لو
تمسّکت الامّة بالثقلین لا اعطیھم السّمآء قطرھا والارض برکتھا ولا کلوا نعمتھا خضرآء من
فوقھم و من تحت ارجلھم من غیر اختلاف بینھم الیٰ یوم القیمة قال الله عزّوجلّ ولو
انّ اھل القریٰ اٰمنوا واتّقوا لفتحنا علیھم برکات من السّمآء والارض ولٰکن کذّبوا
فاخذناھم بما کانوا یکسبون نحن اولیٰ بالنّاس فی کتاب الله وعلیٰ لسان نبیّه صلّی الله
علیه و اٰله وسلّم یا ایّھا النّاس اسمعوا وعوا واتّقوا الله وراجعوا الیه ھیھات منکم
الرّجعة الی الحقّ وقد صارعکم النّکوص وخامرکم الطّغیان والجحود انلزمکموھا وانتم
لھا کارھون والسّلام علیٰ من اتّبع الھدیٰ ۔

علامہ مجلسی علیہ الرحمہ نے بجنسہ یہی خطبہ جلاء العیون میں تحریر فرمایا ہے اس لئے ہم انکی عبارت کے
ترجمہ کی ضرورت پورا کرنے کے لئے کافی سمجھتے ہیں :

جناب امام حسن علیہ السلام نے بعد حمد خدا و نعت جناب شافع روز جزا محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاد فرمایا کہ خدائے تبارک و تعالےٰ نے ہم اہلبیتؑ طاہرین کو کرامت عنایت فرمائی اور ہم کو اپنی تمام مخلوق میں چیدہ اور برگزیدہ فرمایا اور تمام آلائشوں سے پاک و پاکیزہ فرمایا خدا نے آدمیوں کو فرقوں میں تقسیم فرمایا اور فرقہ اخیار میں سے خدائے تبارک و تعالےٰ نے جناب آدم صفی اللہ علیہ السلام سے لیکر ہمارے جد بزرگوار محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک خود انکو اختیار فرمایا اور انکے قبضہ اقتدار میں احکام نبوت وارشاد رسالت عطا فرمائے اور اپنی کتاب قرآن پر نازل فرمائی جسپر ہمارے والد بزرگوار لیل ونہار سب سے پہلے ایمان لائے اور جناب باریتعالیٰ اور اس کے رسول صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تصدیق فرمائی جناب باری اپنی اس کتاب میں جو اس نے اپنے نبی مرسل پر نازل فرمائی ہے ارشاد کرتا ہے کہ اَفَمَنْ كَانَ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّهٖ وَيَتْلُوْهُ شَاهِدٌ مِّنْهُ علی بینہ سے مراد ہمارے جد بزرگوار اور یتلوہ منہ سے ہمارے والد ماجد مراد ہیں اور جناب جد معظم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمارے والد کی شان میں فرمایا ہے اس وقت جس وقت آپ کو ایام حج میں تبلیغ احکام عشرہ کے لئے مکہ معظمہ زاد اللہ شرفا میں روانہ فرمایا کہ یا علیؑ علیہ السلام خدائے تبارک و تعالےٰ نے مجھکو امر فرمایا ہے کہ ان احکام کو خود میں لے جاؤں یا میرا خاص عزیز اور تم میرے مخصوص ہو پس میرے بابا میرے نانا سے اور میرے نانا خدا سے قریب تر ہیں اور پھر ہمارے باپ کی شان میں ہمارے جد بزرگوار نے اس وقت ارشاد فرمایا جس وقت دختر جناب حمزہ سید الشہدا کی نسبت ہمارے والد جناب جعفرؑ اور زید ابن حارثہ میں بحث ہوئی : یا علیؑ تم مجھ سے ہو اور میں تم سے ہوں اور تم میرے بعد تمام مومن اور مومنہ کے ولی ہو اور تمام معارک کارزار میں اور سخت سے سخت جنگ و پیکار میں ہمارے والد بزرگوار بھیجے جاتے تھے اور ان کی وجہ سے اس مہم کی طرف سے

آنحضرتؐ کو اعتبار اور اطمینان حاصل ہو جاتا تھا اور جناب باری عزاسمہٗ نے فرمایا ہے السابقون
السابقون اولئک ہم المقربون ہمارے والد بزرگوار سابق سابقین اور درگاہ رب العزت میں قرب
المقربین ہیں اور کسی فرد واحد نے آپ کے مقابلہ میں سبقت اسلام میں سوائے جناب خدیجۃ الکبریٰ کی
کی سبقت حاصل نہیں فرمائی اور جناب باری تعالےٰ نے فرمایا اجعلتم سقایۃ الحاج و عمارۃ المسجد الحرام
کمن امن باللہ والیوم الاخر وجاہد فی سبیل اللہ یہ آیہ وافی ہدایہ ہمارے والد ماجد کی شان میں نازل
ہوا ہے اور جناب حمزہؓ اور جناب جعفرؓ اکثر صحابہ کے مقابلہ میں شہید ہوئے ہیں لیکن بمقابلہ ان
شہدائے کے جناب اقدس الٰہی نے جناب حمزہؓ کو سید الشہداء کا خطاب اور ہمارے عم نامدار جعفر طیارؓ
کو اپنی عین عنایت سے دو پر کرامت فرمائے کہ وہ انکے ذریعہ سے بہشت میں ہمراہی ملائکہ جہاں
چاہتے ہیں سیر کرتے ہیں اور یہ تمام شرف ان صاحبوں کو ہمارے جدّ بزرگوار کی قرابت کی وجہ سے
حاصل ہوئے ہیں اور ہمارے جدّ بزرگوار کی مسجد میں ایک نماز پڑھنے کا ثواب برابر ہے اُن
ہزار رکعتوں کے جو سوائے مسجد حرام کے اور مسجدوں میں پڑھی جاویں اور جب یہ آیۃ یاایہا الذین
آمنوا یصلون علے النبیؐ نازل ہوا تو لوگوں نے آنحضرتؐ سے پوچھا کہ ہم آپ پر کیسے صلوات بھیجیں
تو آپ نے فرمایا اللّٰہم صل علےٰ محمدؐ و آل محمدؐ اور تمام مسلمین پر واجب اور فرض ہے کہ ہمارے
جدّ بزرگوار پر درود بھیجنے کے وقت ہم پر بھی درود بھیجے اور خدائے تبارک وتعالےٰ نے خمس
غنیمت کو اپنے رسول صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے حلال فرمایا اور اسکو اپنی کتاب میں
واجب فرمایا اور اسکو ہمارے لئے بھی واجب گردانا جو اپنے رسول مقبول صلے اللہ علیہ و
آلہ وسلم کیلئے واجب و لازم گردانا اور صدقہ کو اُن کیلئے حرام فرمایا اور ویسے ہی ہمارے لئے بھی
حرام فرمایا پس شکر ہے اُس خدائے تبارک وتعالےٰ نے ہمیں پاک و پاکیزہ فرمایا جیسا کہ ان کو
پاکیزہ فرمایا اور ہم کو بھی ویسا ہی طاہر فرمایا جیسا کہ انکو طاہر فرمایا اور یہ ایک ایسا شرف مخصوصہ
اور کرامت ظاہرہ ہے اور ایسی فضیلت وافرہ ہے کہ جس سے ہم کو تمام بندگان خدا پر فضیلت

حاصل ہے اور خدائے تبارک و تعالے نے میرے جدبزرگوار رسول مختار سے خطاب کرکے اس وقت مخاطب فرمایا جس وقت نصارائے نجران کے لوگ آپ سے مناظرہ کے لئے آئے کہ تم ان سے کہدو کہ ندع ابنآئنا وابنآئکم ونسآئنا ونسآئکم وانفسنا وانفسکم ثم نبتہل فنجعل لعنۃ اللہ علی الکاذبین پس ہمارے جدبزرگوار اپنے ساتھ ہم کو اور ہمارے والد نامدار اور مادر ماجدہ اور برادر گرامی کو ساتھ لے کر بیت الشرف النبوۃ سے تشریف لائے اور ہمیں لوگ انکے اہلبیت اور انکے گوشت پوست انکے خون اور انکے نفس تھے اور ہمیں لوگ اُن سے ہیں اور وہ ہم سے ہیں اور خدا نے فرمایا انّما یرید اللہ لیذھب عنکم الرّجس اھل البیت ویطھرکم تطھیرا جسوقت یہ آیہ وافی ہدایہ نازل ہوا ہمارے جدبزرگوار نے ہم کو ہمارے بھائی اور ہماری ماں اور ہمارے باپ کو ایک کمل کے نیچے اُمّ المومنین حضرت اُم سلمہؓ کے حجرہ میں جمع کر کے فرمایا کہ اے پروردگار یہی لوگ میرے اہلبیتؑ ہیں اور یہی ہمارے مخصوصین ہیں تو ان سے تمام آلائشوں کو دور فرما اور ان کو ایسا پاک و پاکیزہ فرما جو حق پاکیزہ فرمانے کا ہے اور جب خدا نے تمام لوگوں کے دروازے ہمارے دروازے کے سوا مسجد رسولؐ کی طرف سے بند کرا دیئے اسپر بعض لوگوں کو کلام ہوا آنحضرتؐ نے فرمایا کہ میں نے اپنی دلی خواہش کے تقاضے سے علی علیہ السلام کا دروازہ نہیں کھولا ہے اور نہ تمہارے دروازوں کو بند کیا ہے بلکہ اس امر میں میں نے خدا کے حکم کی تعمیل کی ہے اور خدا کی وحی آئی تھی کہ علیؑ کا دروازہ کھلا رہنے دیا جائے اور تمہارے سب کے دروازے بند کر دیئے جائیں اُمت کے تمام لوگوں نے ہمارے جدبزرگوار کو ہمارے پدر عالیمقدار کی شان میں فرماتے ہوئے سُنا ہے کہ حضرت علیؑ علیہ السلام ہمارے نزدیک اُسی قدر و منزلت کے ہیں جیسے موسےٰ علےٰ نبینا و علیہ السلام کے نزدیک جناب ہارونؑ اور انہیں لوگوں نے ہمارے جدبزرگوار کو غدیر خم کے مقام میں کہتے ہوئے سُنا ہے کہ جس کا میں مولا ہوں اس کے علی علیہ السلام مولا ہیں پروردگار تو اس کو دوست رکھ جو اس کو دوست رکھے اور تو اس کو دشمن رکھ جو اسکو

دشمن رکھے پس آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بتاکید فرمایا کہ اس واقعہ کی شہادت کو حاضرین غائبین تک پہنچاویں پس ان امور کے بعد جناب امام حسن المجتبیٰ علیہ التحیۃ والثناء نے اس تمام مجمع کو مخاطب کر کے ارشاد فرمایا کہ ایہا الناس اگر تم لوگ ایسے شخص کی تلاش میں جسکا نانا نبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اُس کا باپ وصی رسُول علیہ السلام ہو تمام دنیا میں جابرسا و جابلقا (یہ دونوں شہر منتہائے غرب و شرق بتلائے جاتے ہیں) تک گھوم آؤ تو سوائے میرے اور میرے بھائی حسین علیہ السلام کے کسی دوسرے کو نہ پاؤ گے پس تم لوگ خدا سے ڈرو اور تقوےٰ و پرہیزگاری اختیار کرو ایہا الناس اگر ہم اپنے فضائل و مناقب جو کتاب خدا اور زبان رسول صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ثابت ہوئے اور اپنے وہ خصائص جو مخصوص ہماری ذات کے لئے خالق عالم کی طرف سے ودیعت فرمائے گئے ہیں اور جس کی وجہ سے ہم کو تمام دُنیا کے لوگوں پر فضیلت حاصل ہے بیان کریں تو انکا شمار نہیں ہو سکتا ہم ابن بشیر ہم ابن نذیر اُس برگزیدہ بارتعالےٰ کے صاحبزادے ہیں جسکو درگاہ رب العزت سے رحمۃ للعالمین کا گرانمایہ خطاب عطا ہوا ہے اگر دونوں جہان کے لوگ ہماری ولایت و محبت کے ساتھ متمسک نہوتے تو کبھی آسمان اُنہیں قطرہ بارانی عطا نہ کرتا اور نہ زمین اپنی برکت عنایت کرتی اور دُنیا و آسمان سے اُن کے لیئے یہ نعمتیں نازل نہوتیں جیسا کہ حق سبحانہ تعالےٰ فرماتا ہے ولو انہم اقاموا التوریٰۃ والانجیل وما انزل الیہم من ربہم لاکلوا من فوقہم ومن تحت ارجلہم الآیۃ وقال عز وجل ولو ان اہل القریٰ اٰمنوا واتقوا لفتحنا علیہم برکات من السماء والارض ولکن کذبوا فاخذناہم بما کانوا یکسبون اور اگر بستی والے ایمان لاتے اور تقویٰ و پرہیزگاری اختیار کرتے تو اُن کے لئے آسمان و زمین کی برکتیں کھلجاتیں لیکن اُن لوگوں نے جھٹلایا پس ہم نے بھی اُن سے اُن امور کا مواخذہ کیا جو کچھ کہ اُن لوگوں نے کیا تھا؛ ایہا الناس ہم تمام لوگوں سے از روئے کتاب خدا و حدیث رسول مقبول صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اولیٰ و بہتر ہیں پس اے معشر الناس

ہمارے احکام کو سُنو اور ہماری اعانت کرو اور خدائے سبحانہ تعالیٰ سے ڈرو اور اُسی کی طرف رجوع کرو ھیہات منکم الرجعۃ الی الحق وقد صار علیکم النکوص وخامرکم الطغیان والجحود انلزمکموھا وانتم لہا کارھون والسلام علیٰ من اتبع الھدٰی

ینابیع المودۃ للعلامہ سلیمان مطبوعہ بمبئی صفحہ ۳۹۹ - ۴۰۰؛

ملا مجلسی علیہ الرحمہ نے ترجمہ جلاء العیون میں صفحہ ۲۰۱ سے لے کر ۲۷۵ تک یہی خطبہ درج فرمایا ہے اگر پہلے خطبہ کی عبارت سے جسکو ابھی ابھی ہم کتاب درالسمطین سے نقل کر چکے ہیں اس خطبہ کی عبارت سے ملا دیں تو قریب قریب دونوں کے مضامین ایک دوسرے سے ملتے ہوئے پائے جائیں گے؛

جناب امام حسن علیہ السلام کی اس طولانی خطبہ سے تمام اہل سلام کی ہدایت عام کی عبادت پر خاص طور سے مبنی تھے واقعی اگر اس تفصیل اور تشریح کے ساتھ خاندان نبوت اور دودمان رسالت سلام اللہ علیہم اجمعین کے فضائل و مناقب اس مجلس میں نہ بیان کیے جاتے جو نا حکر عمر ابن عاص ولید ابن عقبہ وغیرہ خیرخواہان بنی اُمیہ کے اہتمام سے منعقد ہوئے تھے تو اس واقع صلح کے بعد ضرور تھا کہ اہل اسلام میں بنی ہاشم اور بنی اُمیّہ کی ترجیح کا مسئلہ غیر منفصل اور مشتبہ رہجاتا اس لئے جناب امام حسن علیہ السلام اپنے اس منصب کے رو سے جو درگاہ رب الورت سے آپ کو حاصل تھا اپنے لئے فرض سمجھتے تھے کہ اُمور صلح کے طے ہو جانے کے بعد اور اُمور سلطنت کے منتزع ہو جانے کے بعد بھی اتمام حجت کے طور پر تمام اہل اسلام کو دکھلا دیا جاوے اور اُن پر مستحکم اور مضبوط دلیلوں سے ثابت کر دیا جاوے کہ ان ظاہری غلبہ اور اقتدار کے حاصل ہو جانے پر بھی ہمارے مخالف کو ہم پر ترجیح او رفضیلت نہیں ہو سکتی ہے اور نہ وہ ہمارے کسی ذاتی مدارج و مناقب میں ہمارا مقابل ہو سکتا ہے ہم اور ہمارے تمام ذاتی اوصاف ویسے ہی تنہا بے نظیر عدیم المثال اور لاجواب ہیں جیسے تمام سائر مخلوقات میں ہماری ذات منتخب ہے؛

اُس ضرورت کو مدنظر فرما کر جناب امام حسن علیہ السلام نے تمام اہل اسلام کے سامنے خاصکر اُس موقع پر جب مقابل کا حریف بھی موجود تھا اور اس کے تمام اعوان وانصار بھی حاضر تھے اہلبیت کرام علیہم السلام کے فضائل ومناقب نہایت شرح وبسط سے بیان کئے اور اس کے ضمن میں وہ تمامی واقعات اور انکے ضروری اور مستحکم اثبات جن سے اُن مدارج عالیہ کا ثبوت ہوتا تھا اور اُن پر عامتہ الخلائق کی نگاہوں میں مختلف ذریعوں سے پردہ ڈالا جاتا تھا نصوص قرآنی اور احادیث نبوئی سے ثابت فرمائے اور وہ ضرورت مخصوصہ بھی بیان فرمادی گئی جس کی بناء پر اس مصالحت کے معاملات قائم کئے گئے تھے اور وہ زیادہ تر اُنہیں کی منفعت اور آرام رسانیوں پر مبنی تھے وہ تمام شرائط جو اس صلح نامے میں تحریر ہوئے تھے اور جس قدر ان میں تمام اہل اسلام کی رفاہ وفلاح امن وامان اونکی محافظت اعانت اور اُن کے حقوق کی رعایت ضروری اور لازمی سمجھی گئی تھی کہ پھر اُس میں کسیکو بھی شکایت کی گنجائش باقی نہیں رہی، بہرحال جناب امام حسن علیہ السلام کا یہ خطبہ آپ کی شش ماہہ حکومت کی تمام کارروائیوں کا ایسا مکمل روزنامچہ تھا کہ کوئی مدبر اور تیز دست منشی بھی اپنے ملک کے حالات ایسے مسلسل اور مشرح پیمانے پر تیار نہیں کرسکتا؛

بہرحال اب ہم یہاں سے اپنے قدیم سلسلۂ بیان پر آجاتے ہیں امیر معاویہ نے اپنی حکمرانی کا سلسلہ بھی خطبہ خوانی ہی سے آغاز کیا ہم اس مقام پر آعثم کوفی کی عبارت درج کرتے ہیں آذیقدر مورخ کا بیان ہے کہ وقوع صلح کے بعد کوفہ کی مسجد جامع میں جو خطبہ معاویہ کے نام سے پڑھا گیا وہ وہی خطبہ تھا جس کو ان کی طرف سے انکے مشیر با تدبیر عمروعاص نے تمام اہل اسلام کے مجمع عام میں پڑھا ہمارے مستند مؤرخ کی عبارت یہ ہے؛

پس عمروعاص برخواست وگفت اے اہل عراق ما وشما براہ راست وطریق مستقیم بودیم ہوا ہائے مختلف مارا از یکدیگر جدا افگند وتفرقہ باحوال ما وشما راہ یافت وجنگہا ومحاربتہا اُفتاد وکار بداں رسید کہ حکمین نصب کردہ شد ہمگاں بحکم ایشاں کہ بروفق کتاب

خدائیتعالے وسنت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کردند راضی شدیم وحکم حکمین برآنجملہ باقضا رسید کہ شما برافضولی می جستید وظلم می کردید امروز حق بر مرکز خود قرار یافت وجہانیان از منازعت آسودند پس شمارا عذر گذشتہ می باید خواست وزبانی ہا وعصیان ہا رابمرافقت ومتابعت تدارک می باید کرد مصالح جہان وسعادت دین ودنیا بشما ظاہر گردد وپراگندیہا و تشویش ہا زایل گردد: والسلام

عمروعاص کی تقریر ختم ہونے کے بعد خود معاویہ نے بھی خطبہ خوانی شروع کی اُنکے خطبہ کی عبارت مستند ومعتبر مورخ نے یہ لکھی ہے، وہو ہذا

اے مردمان بدانید کہ پیش از ما بہ طائف کہ بعد از وفات پیغمبر صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم یکدیگر طریق مخالفت سپردند وشیوہ منازعت پیش گرفتہ اند دراں منازعت ارباب خیر وصلاح مغلوب بودند واصحاب فتنہ وفساد غالب الاامت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کہ تقدیر باریتعالے درحق ایشاں چناں است کہ اہل صلاح متولی باشند وآنچہ بایں جانب از محاربہا کہ افتاد و خونہا کہ ریختہ شد گذشت امروز بحمد اللہ تعالے کارہارا نظمے ونظامے پدید آوردہ وتفرقہا زایل گشت وبعد از تزلزل بسیار حق در مقر خویشتن قرار یافت وناءرہ فتنہ اطفا پذیرفت ودعوت ما عزیز شد بہر شرطے کہ کردم امروز مردود است وبہر وعدہ کہ دادم سررشتہ آن امروز در دست من است اگر خواہم وفا کنم واگر نخواہم نکنم شمارا بآن ہیچ کاری نیست شمارا با طاعت ومتابعت من کار است: والسلام اعثم کوفی ص ۴۵۶

ہم نے ابھی کچھ اوپر معاویہ کا یہی خطبہ ملا مجلسیؒ کی کتاب جلاء العیون سے لکھا ہے اگر آغاز خطبہ کا نہیں تو انتہائے خطبہ کا تو بالکل یہی مضمون ہے بہرحال اہل عراق کی وہ تمام اُمیدیں جو اس مصالحت سے تھوڑی بہت ہوئی بھی تھیں اس تقریر سے بالکل منقطع ہوگئیں اور معاویہ کے دلی عناد اور قلبی فساد کے ارادوں کو یہ بخوبی سمجھ گئے نئے امیر کی اس تازہ تقریر کا اتنا جلد اور کامل اثر حاضرین جلسہ پر پڑا کہ تمام جماعت کی جماعت میں ایک سخت انتشار پیدا

ہوگیا اور اس تمام مجمع میں ایک عام پریشانی اور غیر اطمینانی پھیل گئی چنانچہ ہمارے ذیقعلہ مؤرخ لکھتے ہیں:۔

مردمان چون این خطبہ از معاویہ شنیدند بہم آمدہ در خشم شدند و اورا دشنامہا دادند (کیا اچھی تخت نشینی کی تہنیت دی گئی ہے) و نزدیک بود کہ آتش فتنہ برسراو ریختہ شود و خونہا ہم ریختہ شود و معاویہ ترسید و از گفتہ خود پشیمان گردید پس مسیّب بن لحیۃ الفزازی برخاستہ بہ نزدیک امیر المومنین حسن علیہ السلام آمد و گفت چنداں کہ تامل می کنم این مشکل حل نمی شود و تعجب من از تو آخر نمی گیرد کہ چرا با معاویہ صلح کردی و چہل ہزار مرد شمشیر زن را معطل گذاشتی این چہ کار بود کہ کردی و میدانی کہ عہدے مستحکم از او بستاندی و مردمان از آن خبر دار ندید این سبب معاویہ بہ منبر می گوید عہدے کردہ ام سررشتہ آن در دست من است اگر خواہم بدان وفا کنم والا نکنم و در حضور تو چنین میگفت واللہ کہ این سخن را با تو گفتہ است و با ہیچ کس دیگر نگفت سہوے عظیم است کہ از تو افتادہ عاقبت آن نیز با دامیر المومنین حسن علیہ السلام گفت اکنون تدارک آن را چہ می اندیشی مسیب گفت تدبیر آنست کہ از این سخن صلح باز کردی و بر سر کار خویشتن بشوی و معاویہ بگو کہ عہد خود را شکستی کہ در مشافہ من گفتی کہ اگر خواہم بعہد خود وفا کنم والا اگر نخواہم نکنم حضرت امام حسن علیہ السلام درایں کار فرو ماندہ گفت اے مسیب من دل ازیں کار بر گرفتہ و غادر من نیکو نباشد اگر من خواہان حرمت وجاہ دنیا بودے معاویہ را آن محل نشناختمے کہ در جنگ برابر من بایستادے چہ حق از او در کل احوال و سائر اعمال صورتہ ثابت قدم تر لیکن من بدیں صلح کہ کردم صلاح عیت و نظام کار مسلمانان خواستم شاید بقضائے باری تعالیٰ راضی بشوید و طریق مناقشت و منازعت مہ یدنا صالحان امت جدم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم برآسانید و از مفسداں باز رہند؛

حقوق بنی امیہ کی رعایت اور تائید کرنے والے حضرات جناب امام حسن علیہ السلام کے محاسن اخلاق کی بنظیر مثال کو اس واقعہ سے ملاحظہ کریں اس میں ذرا بھی شک نہیں کہ اس موقع پر اگر آپ کے

سوا کوئی دوسرا معاویہ کے مقابلہ میں ہوتا تو وہ کبھی ایسے موقع کو ہاتھ سے نہ دیتا اور مصالحت کی تمام شرطوں سے دست بردار ہو کر جہاں تک ہوتا اُن کے حقوق کے استیصال کے لئے اپنی طرف سے پوری کوشش کرتا ان کے محاسن اخلاق کے جواب میں اور صلحنامہ کے شرائط کی اداکاریوں کے عوض میں جو مفاسد اور مظالم امیر معاویہ کی طرف سے عمل میں لائے گئے وہ بہت جلد ہم ایک علیحدہ مضمون کے متعلق بیان کرتے ہیں۔

بہ حال امیر معاویہ کے اس خطبہ نے ایسا زہریلا اثر پیدا کر دیا کہ ہر شخص انکے دلی ارادوں کو سمجھکر اپنی جگہ پر بیچین ہو بیٹھا اور اس تمام مجمع میں ایک غیر اطمینانی اور پریشانی پھیل گئی اپنے استحکام سلطنت کی ضرورتوں کی وجہ سے اپنے تسلط کے ابتدائی زمانہ میں رعایا اور انکے حقوق کی ہمدردی دلجوئی اور رعایت کہاں تک فرمائیں گے سریر خلافت پر قدم رکھتے ہی رعایا اور تمام اہل اسلام پر تیغ انتقام کھینچنے لگے اور اُن تمام وعدوں سے انکار کرنے لگے جنکی روشنائی بھی صلحنامے کے کاغذ میں اچھی طرح خشک ہونے بھی نہیں پائی تھی مسیب کا پورا واقعہ اپنے ذی قدر مورخ کی اصل عبارت سے ہم ابھی ابھی اوپر تحریر کر چکے ہیں اور جناب امام حسن علیہ السلام کا وہ منصفانہ اور دانشمندانہ جواب بھی قلمبند کر چکے ہیں جو آپ نے مسیب کو اس کی تقریر سنکر دیا ہے اس میں شک نہیں کہ جناب امام حسنؑ کو ہر طرح سے مسلمانوں کی اصلاح حال منظور تھی اور زمانہ کی موجودہ ضرورتوں کے اعتبار سے سب سے زیادہ ضروری اور لازمی اُسی پر آپ نے عمل فرمایا ہر چند کہ معاویہ کے نقص طبیعت اور رفتار کردار سے معلوم تھا کہ اسکے عہد و پیمان بالکل ناقابل اعتماد اور غیر معتبر ہیں اور اسی کی طرف سے ان معاہدہ پر کبھی وفا نہیں کی جائے گی مگر یہ اصلاح حال و عامۃ الناس کی رفاہ و فلاح اسی میں تھی کہ جنگی معاملات کے سلسلہ کو قطع کر دیا جائے کیونکہ اس سلسلہ کا قائم رکھنا آدمیوں کی جمعیت پر منحصر تھا اور جمعیت میں جیسے کچھ خلوص اور اعتقاد والے مجمع تھے ان کی پوری کیفیت ہم نہایت شرح و بسط کے ساتھ اوپر لکھ چکے ہیں اُنکے معاملات کو بغیر

اس صورت کے اکبارگی یوہیں ترک کر دینا اور کوئی صورت قرار واقعی قائم نہ کرنا امام حسن علیہ السلام کے موجودہ منصب سے خلاف تھا۔ معاویہ کی عہد شکنی خلاف وعدگی کے فطرت معائب اور قبائح جو اسکی طبیعت کے لازمی اجزا تھے جبتک اس صلحنامہ کے شرائط کے خلاف مشاہدتاً عام طور سے ظاہر نہ ہولیں کامل طور سے ثابت نہیں ہو سکتے تھے اور اس کی نا قابل خلافت ہونے کے دلائل مستحکم نہیں رہ سکتے تھے:

اس مضمون کی نسبت ہم اتنا اور لکھ دیں گے کہ معاویہ کی اس تقرر سے جو کچھ اثر عامۃ الناس پر پڑا تھا وہ اتنا ضرور تھا کہ معاویہ کی ابتدائی کارروائیوں میں انتشار پیدا کرتا اور امام حسن علیہ السلام کی جگہ معاویہ جیسا امارت کا حریص حکومت وریاست کا شیدا کوئی دوسرا دعویدار ہوتا تو وہ صلحنامہ کے شرائط پر ایک منٹ کیلئے بھی لحاظ نہ کرتا اور اُسی وقت سے اپنی منفعت کیلئے ایک تازہ فساد کی بنا ڈالنے لگتا مگر چونکہ امام حسن علیہ السلام کو انہیں دلیلوں سے معاویہ کی تمام جھوٹے بیجے استحقاق خلافت کے دلائل کاٹنے تھے تو اسلئے وہ دلیلیں اپنے اوپر کیسے جمع کی جاسکتی تھیں اور نقض عہد فرماکر اپنے پاک و پاکیزہ دامن عصمت میں کیسے داغ لگایا جا سکتا تھا اسی وجہ سے جناب امام حسن علیہ السلام نے اس عام انتشار اور اضطرار پر کوئی خاص توجہ نہیں فرمائی اور اسکو اُسی حال پر چھوڑ دیا اور مسیب سلیمان ابن صرد خزاعی رحمہ اللہ علیہم کی جداگانہ اور دوستانہ تحریک سے قطع نظر فرماکر کوفہ کے قیام سے مدینہ منورہ زاد اللہ شرفا کی مراجعت فرمانیکو پسند فرمایا

بہرحال یہاں تک حالات لکھکر ہم اُن واقعات کے سلسلہ کو ختم کرتے ہیں جنکو ہم نے امام حسن علیہ السلام کی خلافت کی ابتداء سے لکھنا شروع کیا تھا امام حسن علیہ السلام کے وہ حالات اور واقعات جنکو اسلامی مملکت سے خاص تعلق تھا ختم ہوگئے واقعۂ صلح کے بعد سے آپکی وفات تک اگرچہ دس برس کی کامل مدت پائی جاتی ہے مگر اس مدت میان میں ہم کو پھر کوئی ایسا واقعہ نہیں ملتا جسکو ہم آپ کے متعلق بلاد اسلامی کے کسی صیغہ میں پاتے ہوں المختصر ہماری کتاب کے ناظرین کو اب یہ سمجھ لینا چاہیئے کہ دارالخلافت کوفہ کے اختیارات اس صلحنامے کی

روسے والسلطنت شام کے سپرد ہوگئے اور مملکت اسلامی کے تمام کاروبار اختیار و اقتدار معاویہ کے متعلق ہوئے اگرچہ ہم کو امیر معاویہ کے حالات لکھنے کے لئے کوئی مجبوری نہیں ہے مگر تاہم آپ کی تازہ حکومت کے متعلق ہم اُتنے واقعات ضرور لکھیں گے جو اس صلح نامے کے متعلق خصوصیت کے ساتھ پائے جاتے ہیں۔

بہرحال جناب امام حسن علیہ السلام کوفہ میں چندے اور قیام فرماکر اپنے مخصوص اہلبیت طاہرین سلام اللہ علیہم اجمعین کے ہمراہ مدینہ طیبہ کی طرف تشریف لے گئے اور خلافت و امارت کے ظاہری کاروبار سے قطعی دست بردار ہوکر خانہ نشینی اور عزلت گزینی کی معنوی نعمتوں اور اسکی محدود اور محتاط حالتوں میں اپنی حیات ستودہ صفات کے باقیماندہ ایام صرف فرمانے لگے اس زمانے میں آپ کی مقدس سیرۃ کے واقعات ایسے پوشیدہ اور خاموش ہیں کہ ایک سیرۃ نگار کے لئے ان کا سراغ لگانا سخت دشوار ہوتا ہے سمجھنے کے لئے اتنا کافی ہے کہ جس طرح جناب امیرالمومنین علیہ السلام کی مقدس حیات کے واقعات اور حالات پر جناب سرور کائنات صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات سے لے کر خلافت ثلاثہ کے اخیر زمانے تک بالکل پردہ ہے اسیطرح امام حسن علیہ السلام کے اس دہ سالہ حالات پر مشکل سے اطلاع ہوسکتی ہے مگر ہم اتنا ضرور کامل یقین کے ساتھ کہتے ہیں کہ جن مشاغل اور مصارف میں جناب امیرالمومنین علیہ السلام نے اپنی خانہ نشینی اور عزلت گزینی کی پچیس چھبیس برس کی مدت صرف فرمائی اُنہیں مشاغل میں امام حسن علیہ السلام نے اپنی حیات کی باقیماندہ دہ سالہ مدت بھی کمال احتیاط کے ساتھ صرف فرماکر اپنی ذات مجمع الصفات کو الولد سرٌ لابیہ کا پورا پورا مصداق ٹھہرایا اور احکام فرائض و سنن اور ان تمامی اُمور دینیات میں جو منجانب اللہ آپ کی ذات سے متعلق تھے اپنی عمر عزیز کا یہ حصہ صرف فرمایا۔ ہدایت عامہ اور تعلیم و تلقین مسائل دین جو منصب رسالت کے ختم ہوجانے کے بعد مسند امامت سے مخصوص تعلق رکھتے تھے کے تمام اصول جاری رکھے اور وہ مخصوصین اور جماعت مومنین جو اپنی ضرورتوں کے لئے زیارت سے مشرف ہوا کرتی تھی

وہ ارشاد و ہدایت اور احکام شریعت سے برابر مستفیض و مستفاد ہوتی تھی اگرچہ تھوڑے دن میں معاویہ کی تاکیدوں نے شریعت کے احکام عموماً اور خصوصاً وہ احکام جو شریعت اہلبیتؑ کے مطابق نافذ ہوتے ہوں بالکل اٹھا دیئے تھے مگر تاہم وہ خالص مومنین باوجود ان شدید تکالیف کے راہ مستقیم سے سر مو علیحدہ نہ ہوئے اور برابر اپنے غریب خانوں پر انواع و اقسام کے مصائب اور تشدید برداشت کر کے اپنے واجب الطاعۃ امام زمانہ کی اطاعت اور متابعت کو اپنی دینی اور دنیاوی سعادت کا ذریعہ سمجھتے رہے:

جناب امام حسن علیہ السلام کے یہ ایام مخصوص انہیں امور کی تعلیم و تلقین میں صرف ہوتے رہے اور دیگر امور بعض جو آپ کے منصب امامت سے تعلق رکھتے تھے اپنے اپنے اوقات پر صرف ہوتے رہے ان میں سب سے زیادہ تر حج بیت اللہ کے سفر ہیں جن میں خصوصیت کے ساتھ اہتمام کیا جاتا تھا گو اس انتظام و اہتمام کی موجودگی میں یہ امر نہایت تعجب دلانے والا ہے کہ یہ سفر جناب امام حسن علیہ السلام نے پاپیادہ انجام دیئے مدینہ سے مکہ تک کی مسافت ہر سال یونہی طے کی جاتی تھی اور اس کی تعداد تمام تاریخوں میں بالفاظ مختلفہ پچیس۲۵ تلائی جاتی ہے

شرائط صلح کی پابندی جانبین سے کس نے کی

حسب الوعدہ ہم اپنے سلسلہ بیان کو اس صلحنامہ کے ذکر سے شروع کرتے ہیں اور اس بحث میں اس امر کا مخصوص فیصلہ کرنا چاہتے ہیں کہ جانبین سے ان شرائط کی پابندی کس نے کی معاویہ نے یا جناب امام حسن علیہ السلام نے:

یہ تو ظاہر ہے کہ جب جانبین سے ایک ایسی تحریر مستحکم ہو چکی تھی جس پر تمام اہل اسلام کے عمدہ و مسیحا ہستیوں نے دستخط کر دیئے تھے تو فریقین کو اس کی پابندی ضروری تھی اور وہ ایک ایسا محکم اور استوار عہد ہو چکا تھا کہ اس سے انحراف و اختلاف کرنے کا فریقین میں سے کسی فریق کو کسی حالت اور کسی وقت میں مطلق اختیار باقی نہیں تھا جس صداقت اور

و دیانت کے اعتبار پر اس تحریر کی تکمیل ہوئی تھی اس کا پہلا فرض یہ تھا کہ وہ جس فریق کو جس عدالت یا امانت شرائط سے علیحدہ ہوتے ہوئے دیکھتا اسی وقت تمام اہل اسلام کو اس فریق کی اطاعت و اعانت سے قطعی دست بردار اور کنارہ کش ہو جانا لازم تھا مگر افسوس اس بات کا ہے کہ ایسی دیانت او صداقت والے اُمت مرحومہ کے دائرہ سے تیس پینتیس برس پہلے خارج ہو چکے تھے اب وہ کہاں تھے جنکی وجہ سے ثروت و دولت کی تحصیل سے دست بردار ہو کر قناعت کے خزانے جمع کر لئے جاتے:

یہ حال ہے صلحنامہ جناب امام حسن علیہ السلام اور معاویہ ابن ابی سفیان کے مابین لکھا گیا اسکی پوری تفصیل ہم اس کتاب میں ابھی ابھی اوپر درج کر چکے ہیں مندرجہ ذیل شرائط سے یہ صلحنامہ مرتب و مکمل بتلایا جاتا ہے اور تمام تاریخیں نہیں شرائط و عبارت صلحنامہ میں تسلیم کرتی ہیں:

(۱) شیعیان دوستان اور پیروان جناب امیرالمومنین علی علیہ السلام سے معاویہ کوئی انتقام نہ لے اور انکو کسی قسم کے جانی اور مالی نقصان نہ پہونچاوے (۲) معاویہ تاحین حیات امارت و خلافت پر قایم رہے بعد اپنے امر خلافت کے لئے کسیکو اپنی طرف سے نامزد نہ کرے بلکہ شوریٰ پر چھوڑ دے (۳) متعلقات بصرہ کی سالانہ آمدنی مصارف اہلبیت علیہم السلام کے واسطے فروگذاشت کر دی جائے (۴) خزانہ کوفہ کی موجودہ رقم جناب امام حسن علیہ السلام کے لئے تسلیم کر دی جائے (۵) سب امیرالمومنین علیہ السلام کی بدعت اُٹھا دی جائے:

تمام تاریخوں کا اسپر اتفاق ہے کہ معاویہ نے تمامی شرائط قبول کر لئے مگر امتناع سب والی شرط نہیں قبول کی مگر جب جناب امام حسن علیہ السلام کی طرف سے بہت سخت اصرار کیا گیا تو جیسا ہم معتبر تاریخوں کے اسناد سے اوپر ثابت کر آئے ہیں کہ معاویہ نے یہ طے کیا کہ جس مجمع میں آپ ہونگے وہاں اس امر سے احتیاط کیجائیگی مگر مؤرخ ابوالفدا کا قول ہے کہ وہ اپنے اس اقرار پر بھی قائم نہ رہا:

بہرحال اس صلح میں اسیقدر شرایط تھے جنکی پابندی فریقین پر ہر وقت اور ہر حال میں لازمی اور ضروری تھی اب ہم ہر شرط کو حسب الوعدہ علیحدہ علیحدہ لکھکر یہ دکھاتے ہیں کہ فریقین میں سے کس نے ان شرطوں پر وفا کی اور انکو پورا کیا اور کس نے ان معاہد کو توڑا اور ان کے حدود سے اپنے قدم باہر نکالے :

پہلی شرط - شیعیان - دوستان - پیروان امیرالمومنین علیہ السلام سے معاویہ کوئی انتقام نہ لے اور نہ انکو کسی قسم کے جانی اور مالی نقصان پہنچائے :

ہم اس سلسلۂ بیان میں یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ امیر شام نے اس شرط کو کہاں تک پورا کیا اس صلحنامہ کے مرتب اور مکمل ہو جانے کے بعد معاویہ نے اپنے اُن تمام رازوں کو ظاہر کر دیا جنکو وہ سالہا سال اور مدت ہائے دراز سے اپنے دل میں چھپائے ہوئے تھے اور حقیقت میں اب اُن کے پوشیدہ رکھنے کی کوئی ضرورت بھی باقی نہیں رہی تھی بلاد اسلامیہ کی حکومت اختیار میں آچکی تھی اور وہ تمام آرزوئیں جو اس امارت اور حکومت کے حصول میں دل سے لگی تھیں پوری ہو چکی تھیں اب اُنہوں نے اُن تمام سابق عداوتوں کے دروازے کھول دیئے اور سمجھ لیا کہ زمانہ ہمارے مخالف اور مقابل سے بالکل خالی ہے :

ہماری کتاب کے معزز ناظرین میں جن بزرگواروں کو تاریخ اسلام کے ملاحظہ کا مذاق سلیم حاصل ہے وہ بخوبی اندازہ کر سکتے ہیں کہ معاویہ کی یہ مخالفتیں اور انکا اظہار تعمیل صلحنامہ کے بعد شروع نہیں ہوا ہے بلکہ انکی ظاہری ابتدا تو حکمین کے غیر معتبر فیصلہ سے قائم ہوتی ہے اور بالاتفاق تمام مستند تاریخیں ہمارے اس بیان کی شاہد صادق ہیں چنانچہ سب سے پہلے علامہ طبری نے واقعہ تحکیم کے بعد جہاں سے ان مفسدوں کا سلسلہ شروع کیا ہے وہاں مورخ کی یہ عبارت درج فرمائی ہے فصل فی خبر السّرایا الّتی انفقھا معویۃ ابن ابوسفیان تیجے شر فساد کے دروازے تو یہیں سے کھل گئے دومۃ الجندل میں ابوموسے کی سفاہت اور عمر عاص کی دیانت کسکو معلوم نہیں ابھی دنیا کی نگاہوں میں یہ معاملہ اچھی

طرح فیصل بھی نہ ہونے پایا تھا کہ یہ فیصلہ راستبازی کے ساتھ ہوا تھا یا نہیں اور جو کچھ ہوا وہ اعتبار کے قابل ہے یا نہیں امیر معاویہ نے تمام بلاد اسلامی میں فتنہ و فساد کے اژدہے چھوڑ دیئے اور عام طور سے چاروں طرف ملک میں اپنی شورش کے طوفان اُٹھائے اور بغیر اس خیال کے کہ اُمت اسلام اور پیروان خیر الانام صلوات اللہ علیہ وسلام کی جانوں پر کیا گذرے گی اور انکے جان و مال و زر و فرزند کی بربادی کی کیا حالت ہوگی ایک امیر المومنین علی علیہ السلام کی تنہا مخالفت اور حصول امارت کے اشتیاق کی وجہ سے فوجوں پر فوجیں بھیجیں اور اُن فوجوں پر ایسے ایسے جابر اور سنگدل ظالموں کو چُن چُنکر مقرر کیا جو عداوت علیؑ میں اُس سے زیادہ سخت تھے ان فوج کشیوں کی وجہ سے تمام مملکت اسلام میں شام کی سرحد سے لیکر حجاز، عراق، یمن، حضرموت، الجزائر تک جیسے جیسے مفسدے خونریزیاں اور لوٹ مار مچائی وہ عام طور سے تمام اسلامی تاریخوں میں تفصیل کے ساتھ درج ہیں ان متواتر حملوں نے جیسا کچھ ملک اور رعایا کو مالی اور جانی نقصانات پہنچائے وہ نہایت شرمناک اور افسوس کے قابل ہیں اور ہرگز اس قابل نہیں کہ تاریخی پیرایہ میں لاکر غیر قوموں کے سامنے پیش کئے جائیں جنکو دیکھکر وہ اس امر کے تصفیہ کرنے کے قابل ہوں کہ اسلام کے ناعاقبت اندیش فرمانرواؤں نے اپنی نفسانی خواہشوں کے پورا کرنے کے لئے اپنے ملک اور اپنی رعایا کو جو خاصکر اس کے ہم قوم۔ ہموطن اور ہم مذہب ہونے کا سچا اور صحیح دعویٰ رکھتے تھے ایسے ایسے عظیم نقصانات پہنچائے۔

ہم ان حملات کی تفصیل کو اس سلسلہ کے جلد اوّل کے صفحہ ۱۸۱ سے لے کر ۱۹۵ تک لکھ چکے ہیں اگر ہم ان واقعات کو اسی تفصیل کے ساتھ بار دیگر لکھیں تو طول کا باعث ہوگا لیکن اس مقام کی ضرورت کے موافق ہم انکے خلاصہ کو اپنے سلسلۂ بیان میں مندرج کرتے ہیں:

سب سے پہلے امیر معاویہ نے **ضحاک ابن قیس الفہری** کو عراق کی طرف بھیجا ضحاک شام سے روانہ ہوا راستہ میں جو صحرانشین قبیلے ملتے گئے لوٹتا ہوا منزل ثعلبیہ تک پہنچا وہاں اس نے قافلہ حجاج پر چھاپہ مارا اور انکے مال و متاع کو غارت کیا؛

عمر ابن عمیس ابن مسعود ملی عبداللہ ابن مسعود صحابی رسولخدا صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کے اپنے بھتیجے کو ان کے ہمراہیون کے ساتھ ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا اُن کے تمام سرمایہ کو غارت کیا : تاریخ طبری جلد چہارم ص ۵۶۹ :

۲ ضحاک کے بعد نعمان ابن بشیر کے مفسدے کی باری آئی یہ دو ہزار آدمیون کی جماعت لے کر شام سے عین التمر تک پہنچے اور راستہ میں تمام فساد مچاتے مالک بن کعب نے سر راہ پہنچ کر ان کا مقابلہ کیا نعمان تاب مقاومت نہ لائے اور جدھر سے آئے تھے ادھر چل دیئے : طبری ص ۵۶۹ روضۃ الصفا ص ۲۸۰ تہذیب ص ۲۶۶ :

۳ عبداللہ ابن عامر مخزومی نے بصرہ پر حملہ کیا اور وہان کے لوگون کا محاصرہ کیا مگر حارثہ امیر المومنین علیہ السلام کے موجودہ عامل نے اس کا بہت جلد تدارک فرما کر بصرہ کو عبداللہ کے آئندہ مفسدات اور نقصانات سے محفوظ رکھا : تہذیب ص ۲۶۹ :

(۴) ۳۹ھ کے اخیر میں معاویہ نے یزید ابن شمرہ کو چھ ہزار آدمیون کی جمعیت کے ساتھ حرمین کیطرف بھیجا اور راستے یہ تاکید کر دی کہ اگر وہان کے لوگ میری اطاعت قبول کریں تو ان سے بملامت پیش آنا اور اگر وہ تیرے حکم کو نہ مانیں تو اُن پر سختی کرنا اور اُن سے لڑنا یزید کی آمد نے تمام حجاز میں ایک تہلکہ ڈال دیا اور وہان کے لوگ سخت انتظار میں مبتلا ہو گئے یہانتک نوبت پہنچی کہ قثم ابن عباس جو امیر المومنین علیہ السلام کی طرف سے مدینہ کے عامل تھے اپنے ارادون میں متزلزل ہو گئے مگر امیر المومنین علیہ السلام کی فوری امداد نے ان کو اور ان کی رعایا کو بہت کچھ اطمینان دلایا تازہ کمک آ جانے کی وجہ سے حرمین کے لوگون کا کچھ نہ کر سکا اور حج کے مراسم ادا کر کے شام کی طرف چلا گیا : تہذیب المتین ص ۲۷۴ :

(۵) یزید ابن شمرہ کے ناکامیاب واپس آنے کے بعد معاویہ نے فوراً بسر ابن ارطاۃ کو حرمین کی طرف بھیجا بسر ابن ارطاۃ کا شمار طبقہ صحابہ میں ہوتا ہے یزید کی ناکامیابیون کو دیکھکر معاویہ کو اس قدر غصہ آیا کہ انھون نے بسر ابن ارطاۃ کو تین ہزار فوج دیکر یہ تاکید کر دی

کہ حرمین سے لے کر یمن تک جہاں جہاں شیعیان علیؑ ابن ابی طالب علیہ السلام کا نام و نشان ملے ان کو یہ بیعت پر راضی اور مجبور کر اگر وہ انکار کریں تو ان کو تلوار سے قتل کر جب وہ قتل ہو چکیں تو اُن کا مال و اسباب لوٹ لیا جاوے اور مدینہ پہنچ کر بھی ایسا ہی کرنا **ابو ایوب انصاری** امیر المومنین علیہ السلام کی طرف سے مدینہ کے عامل تھے بسر ابن ارطاۃ نے پہلے مدینہ کا رُخ کیا اور بسر کے آتے ہی ابو ایوب روپوش ہو گئے بسر نے مدینہ کے لوگوں کو معاویہ کی بیعت کی دعوت کی اُن میں سے بعض نے خوف جان کی وجہ سے قبول کیا اور بعض نے طمع دنیاوی کی وجہ سے جو منکر نکلے بسر نے ان کے گھروں میں آگ لگا دی اُنہیں لوگوں کے ساتھ ابو ایوب انصاری کا گھر بھی پھونک گیا طبری وغیرہ کا قول ہے کہ مدینہ میں یہ پہلی آگ تھی جو بسر نے لگائی

طبری صفحہ ۵۹۷؎

جتنا لوگوں کو اسلامی تاریخوں سے دلچسپی ہے وہ جانتے ہیں کہ ابو ایوب انصاری کا گھر جس میں آگ لگائی گئی ہے وہ متبرک گھر ہے جس میں جناب رسولخدا صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم نے سب سے پہلے نزول اجلال فرمایا اسی وجہ سے ان تمام لوگوں کے گھروں پر اُن کے گھر کو ترجیح عنایت فرمائی اور یہ ایک ایسا نمایاں شرف تھا جو اسوائے اس گھر کے اور کسی گھر کو حاصل نہیں بسر ابن ارطاۃ نے باوجودیکہ صحابیٔ رسول ہونے کا دعوےٰ رکھتے تھے مگر کچھ بھی اس گھر کی شرافت اور عظمت کا خیال نہ کیا اور جس خاصۂ خدا کے فیضان صحبت کی وجہ سے اپنی ذات پر صحابیت کے اعزاز کا افتخار حاصل کر کے دنیا کی نگاہوں میں اپنے اعزاز و مدارج کا اعلان کرتے ہیں اُسی کی خاک قدم اور قدم رنجہ فرمانے کی برکت اور عظمت نے اُس گھر کو ایسے نمایاں شرف سے مشرف اور معزز فرمایا تھا کہ جب تک مدینۂ منورہ مسجد النبی صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کی عمارت اور اہلبیت نبوی سلام اللہ علیہم کے لئے مکانات تعمیر نہ ہولئے جناب رسالتمآب صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم برابر اُسی گھر میں تشریف فرما رہے ہیں؎

بسر ابن ارطاۃ کے آگ لگانے کی نسبت جب ہم کافی غور سے کام لیتے ہیں تو ہم اُن کی

ان جابرانہ کارروائیوں کو انکے اولیات واختراعات سے نہیں پاتے بلکہ اس واقعہ سے تیس برس پہلے جناب سیدۃ العالمین سلام اللہ علیہا کی عصمت سرا جو حضرت سید المرسلین صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خاص و دولتسرا تھی ابنائے زمانہ کی آتش نفاق سے نہ بچ سکی تو اس کے مقابلہ میں بیچارے ابو ایوب انصاری کا کیا شمار اور ان کا کیا اقتدار؛ دیکھو ابو الفدا

بہرحال یہ تو ایک جملہ معترضہ تھا جو خواہ مخواہ ہمارے سلسلۂ بیان میں حائل ہوگیا پھر ہم اپنے قدیم سلسلۂ بیان پر آجاتے ہیں آگ لگانے کے بعد بسر ابن ارطاۃ نے ایک دن مسجد رسولؐ کے دروازے پر پہرے بٹھا دیئے کہ حاضرین مسجد سے کوئی شخص معاویہ کی بیعت کئے بغیر باہر نہ جاوے پھر تمام اہل اسلام کو جمع کر کے کہا کہ تم لوگوں نے مظلوم عثمان کو قتل کیا قسم خدا کی میں حاضرین میں سے کسی کو بھی زندہ نہ چھوڑوں گا تاوقتیکہ تم سب معاویہ کی بیعت نہ کرلو

طبری جلد چہارم ص ۷۵۹؛

اسی ضمن میں ابو ایوبؓ انصاری کے بعد عبد اللہ ابن جابر الانصاری کا واقعہ ہے جو طبقہ صحابہ میں نہایت عظمت اور وقعت کے ساتھ یاد کئے جاتے ہیں اور کہا جاتا ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انکے لئے طول عمر کی مخصوص دعا فرمائی تھی عبد اللہ؏ بسر پر نہایت سختی کیگئی آخرکار ام المومنین ام سلمہؓ کی سفارش سے انکی مخلصی ہوئی؛

بسر بن ارطاۃ چھ مہینہ تک مدینۃ النبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اس کے گرد و نواح میں مقیم رہا اور ابو ہریرہ کو اپنی طرف سے مدینہ کا عامل مقرر کر کے خود بیت اللہ زاد اللہ شرفا کی طرف روانہ ہوا؛ تہذیب ص ۲۷۶؛

مدینہ سے اٹھ کر بسر ابن ارطاۃ اپنے تمام مظالم کے ساتھ طائف تک پہنچا اور یہاں سے شیعیان علی علیہ السلام کا سراغ لگاتا ہوا چلا جو شیعۂ علیؑ جہاں اس کو ملتا گیا وہ اس کے ظلم و تعدی اور قتل و غارت کی نذر ہوتا گیا **طائف** کے قریب ایک بستی تھی جس میں شیعیان علیؑ کی تھوڑی سی آبادی تھی بسر کو انکی خبر لگ گئی تو اس نے اپنے ہمراہیوں کو لیکر

ان کا محاصرہ کرلیا اور ان کے قتل پر آمادہ ہوا بسر ابھی طائف ہی میں مقیم تھے اور اس کے ہمراہی ان بیگناہوں کی ایذا رسانی میں مصروف تھے۔

اُن لوگوں نے اپنی جانوں کو موت کے پنجہ میں دیکھکر بسر ابن ارطاۃ کے پاس اپنی معافی کے لیئے درخواست بھیجی اور طائف کے عائدنے بھی بسر سے انکی سفارش کی جس کو بسر نے قبول تو کیا مگر عمداً اسکے جواب میں اس قدر دیر لگائی کہ تھوڑی دیر اور جواب نہ پہنچتا تو اسکے سپاہی تمام شیعیان علیؑ کے سر اڑا دیتے مگر تاہم جواب پہنچتے پہنچتے دو ایک آدمیوں کا خون ناحق ہو ہی گیا؛

مدینہ سے ہوتا ہوا بسر ابن ارطاۃ مکہ پہنچا تمام خلقت اسکی ایذا رسانیوں کی وحشتناک خبریں سُن سُنکر بھاگ گئی انہیں لوگوں میں حضرت عبداللہ ابن عباس کے دو صاحبزادے بھی جن کا نام سلیمان اور داؤد تھا بھاگے یہ دونوں لڑکے حوریہ بنت خالد کنانی کے بطن سے تھے یہ کمسن بچے اپنے ایک غلام کے ہمراہ یمن کے قصد سے باپ کے پاس جانے کے لیئے گھر سے نکلے راہ بھول گئے منہ مانے بسر کے آدمیوں کے ہاتھوں گرفتار کرا دیا وہ انکو بسر کے پاس لے آئے اور اس ظالم نے ان دونوں معصوم بچوں کو ایک ایک ضرب شمشیر سے قتل کر ڈالا پھر مکہ میں قتل عام کرکے نجران کی طرف مع اپنے ہمراہیوں کے روانہ ہوا؛

نجران پہنچکر عبداللہ ابن عبد المدان جو عبیداللہ ابن عباس کے خسر تھے اور ان کے لڑکے مالک کو نہایت بیرحمیوں سے قتل کر ڈالا بنی نجران سے اُٹھکر ارحب میں پہنچا وہاں ابو کرب نو جو تمام قبیلہ بنی ہمدان کا رئیس تھا مار ڈالا؛ طبری ص ۹۰ تہذیب ص ۲۶

ہم نے معاویہ کے ان مفسدے اور عام خونریزیاں لکھدیں جو اُنکے فرمانروا تسلیم ہونے سے پہلے اُنکے حکم سے وقوع میں لائی گئیں شیعیان علی ابن ابی طالب علیہا السلام کے غریب خانوں اور مالوں پر جو گذری وہ ان واقعات سے ظاہر ہے انکو دیکھکر ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ جس فرمانروا نے اپنی بے اختیاری کے زمانے میں خاصکر اس قوم اور اس فرقہ کے

ساتھ ایسی عداوت اور مخالفت کے ظالمانہ سلوک قائم رکھے اور ایکبار ہی نہیں کئی بار ان کو جانی اور مالی نقصانات پہنچائے اور ملک کے چاروں طرف سے ڈھونڈہ ڈھونڈہ کر ان کو اور ان کے مال ومتاع کو غارت کیا وہ اپنی پوری حکومت واختیار اور ثروت و اقتدار کے زمانے میں انکے قتل وغارت کرنے اور انکے نام مٹانے میں کس حد تک کوشش کریگا؛

یہانتک تو ہم نے تمہید کے طور پر صرف وہ واقعات لکھے تھے جو علامہ طبری نے دومۃ الجندل کے ناحق فیصلہ کے بعد معاویہ کے مفاسد کی تفصیل میں لکھا ہے؛ اسکے بعد ہم اپنے سلسلہ سابق میں اب وہ حالات قلمبند کرتے ہیں اور انکے وہ ظالمانہ سلوک تحریر کرتے ہیں جو واقعۂ صلح کے بعد معاویہ نے اور ان کے طرز حکومت نے شیعیان علی علیہ السلام اور ان کے دوستوں کے ساتھ قائم رکھے جن کے محفوظ رکھے جانے کے شرائط وہ اس صلح نامے میں تسلیم کرچکے ہیں؛

معاویہ نے سریر سلطنت پر بیٹھتے ہی اس فرقے کا تجسّس اور سراغ لگانے کے لئے بار عام حکم دے دیا اُن کا یہ پہلا حکم تھا جو ملک کے گوشہ گوشہ میں نہایت سختی سے پہنچایا گیا انکے ہر عامل اور ماتحت افسر نے نہایت سختی سے اُن کے اس فرمان کو اپنے قلمرو میں جاری کیا ان کے زمانہ میں جو کچھ قصور تھا وہ شیعیان علی علیہ السلام کے سر اور جو کچھ خطا تھی وہ پیروان اہلبیت طاہرین سلام اللہ علیہم اجمعین کے ذمہ نہ کوئی یہودیوں سے متعرض ہوتا تھا اور نہ نصاریٰ سے جو کچھ برائی اور خرابی تھی وہ علیؑ کی محبت اور اہلبیتؑ کی اطاعت میں؛

ہماری دانست میں اگر معاویہ اس مخصوص فرقے کے عوض اپنی اپنی کوششیں اسلام کے کسی مخالف فرقہ کے استیصال یا انکے راہ راست پر لانے کی فکروں میں صرف کرتے یا کم سے کم ان کی جگہ صرف قاتلان عثمان ہی کا سراغ لگاتے ان کو ڈھونڈھ نکالتے اور ان کو اُن کی جائز سزاؤں تک پہنچاتے اور اپنے اُن پر زور دعووں کو جو خون عثمان کی قصاص طلبی کے خیالوں میں جناب امیر المومنین علیہ السلام کے روبرو پیش کئے جاتے تھے اپنے ایسے اختیار

کے زمانہ میں کبھی ایکبار بھی سچا اور صحیح ثابت کردکھلاتے تو انصاف کے آنسو پنچھ جاتے اور انکے لئے آج دُنیا کے وسیع کارنامے میں ان الزامات کی جگہ تھوڑی سی بہت مدح و ثنا کیلئے بھی جگہ خالی چھوڑی جاتی :-

معاویہ نے صرف اس فرقہ کی بربادی کی غرض سے زیاد کو ابوسفیان کا بیٹا بنایا اور اس کو اپنا مائیہ ناز اور سرمایہ اعزاز قرار دیا۔ یہ واقعہ بھی انکی اولیات و اختراعات سے شمار ہوتا ہے دیکھو کتب رجال وسیر؛ اور اس قدر متواتر اور مشہور ہے کہ ہم کو یہاں اس کے لئے کوئی تصدیق اور توثیق بھی ضروری نہیں ہے اتنا یاد رکھنا چاہیئے کہ زیاد ابن سمیہ اپنے نفاق و شقاق میں ابن اشعث وحصین وغیرہ کے ہموزن اور مقابل تھا بلکہ جہاں تک واقعات سے ثابت ہوتا ہے اُن سے بھی زیادہ کیونکہ صفین میں ابن اشعث وغیرہ کی ابتدائی حسن خدمات نے امیرالمومنین علیہ السلام کی خدمت سے اپنے لئے قبولیت کی عزت حاصل کی تھی زیاد نے اگرچہ معارکہ ہائے جنگ میں کسی موقع پر کسی شرکت ثابت نہیں مگر ملکی معاملات میں البتہ اسنے بھی امیرالمومنین علیہ السلام کو اپنی خدمات سے خوش کیا خصوصاً ملک فارس کا انتظام نہایت خوبیوں سے انجام دیا:

امام حسن علیہ السلام کے زمانہ تک وہ راسخ العقیدہ بنا رہا مگر حقیقت میں اُس کو اپنی پست نسبی کا عرب جیسے ملک میں ضرور خیال تھا اور لیا ہر دم ہر لحظہ پہلو کا نیش تھا جو اُس کی موجودہ ثروت و اقتدار کو اسکی نگاہوں میں خاک کئے رہتا تھا معاویہ چونکہ اس خوش عقیدگی سے واقف تھا اس لئے اپنی کسی سازش کی تحریک پر یکبارگی جرأت نہیں کرتا تھا یہاں تک کہ جب زمانہ کی بدعالیوں نے بلادِ اسلامی کی عنان حکومت اس کی گردن میں ڈال دی تو اسکو اپنی اس تحریک کے پیش کرنے کا پورا موقع ہاتھ لگا اس نے زیاد کو اس ترکیب سے اپنا بنایا پھر تو سلامتی سے زیاد بڑے بھائی صاحب کے ایسے مطیع نکلے کہ اگلے پچھلے تمام خیالات کو خیرباد فرما گئے اور انہیں کے قدم بقدم بلکہ اپنے نام کے معنوی اعتبار سے المضاعف چلنے لگے

شیعوں کی غریب جانوں کی وہ بربادی مچائی کہ تمام عراق میں واویلا مچ گئی ان کے مظالم کی مجمل کیفیت خواجہ احمد اعثم کوفی اس عبارت میں لکھتے ہیں:۔

اشیاع و دوستان امیرالمومنین علیہ السلام را بقتل رسانید و در ہر کجا کہ یکے از آنجماعت یافت می گشت و دست و پائے ایشاں را می برید و چشم ہائے را بر می کند و معاویہ ابن ابوسفیان ہمیشہ بر مصلحت دید او می رفت: تاریخ اعثم کوفی ص ۱۴۲ قلمی:۔

ایک محبت علی علیہ السلام کے قصور میں جانیں لے لی گئیں ہاتھ پیر کاٹ ڈالے گئے آنکھیں پھوڑ ڈالی گئیں مگر تاہم جوشِ انتقام پورا نہ ہوا اور تسکین دلی حاصل نہ ہوئی ہم نہیں سمجھتے کہ ظلم وایذا کی اب وہ اور کون قسم ہوگی جو ملک کی تباہی اور رعایا کی بربادی کی تجویز کی جائے گی:

ملا مجلسی علیہ الرحمہ نے بھی ان افسوسناک واقعات کی تفصیل میں قریب قریب یہی عبارت درج کی ہے جسکو ہم ترجمہ جلاء العیون مطبوعہ لکھنو سے ذیل میں لکھتے ہیں:۔

معاویہ نے زیاد ابن سمیہ کو کوفہ اور بصرہ کا عامل مقرر کیا چونکہ زیاد شیعوں کو پہچانتا تھا اور ایک مدت تک امیرالمومنین علیہ السلام کے ہمراہ رہچکا تھا وہ شیعیان علیؑ کو ڈھونڈھتا تھا جہاں پاتا تھا ان کو قتل کرتا تھا ان کو ڈراتا تھا انکے ہاتھ پاؤں کاٹتا تھا اور درختان خرما میں لٹکاکر پھانسی دیتا تھا آنکھیں نکلواتا تھا شہر سے نکال دیتا تھا اور آوارہ وطن کردیتا تھا یہاں تک کہ تمام شیعوں کو ملک عراق سے نکال دیا اور عراق میں کوئی شیعہ نہ تھا مگر مارا گیا یا سولی دیا گیا یا قید کیا گیا یا آوارہ وطن کیا گیا: جلاء العیون ص ۲۸۱:

ان واقعات کو ہم فریقین کی دو معتبر کتابوں سے لکھکر اب ان کے احکام کی کامل عبارت بھی ذیل میں لکھتے ہیں جو شیعیان علی ابن ابی طالب علیہ السلام کے لئے مخصوص تمام ملکی عمال کے نام بھیجے گئے اور انپر نہایت شدت کے ساتھ عمل کیا گیا:

علامہ یوسف کتاب الاحداث میں لکھتے ہیں کتب معویۃ نسخۃ واحدۃ الی عمالہ بعد عام الجماعۃ ان برئت الذمۃ ممن روی شیئا من فضل ابی تراب واھلبیتہ

فقامت الخطباء فیکل کورۃ وعلی کل منبر یلعنون علیا ویبرؤن منہ ویقولون فیہ وفی اھلبیتہ اشد الناس بلاء حینئذ اھل الکوفۃ لکثرۃ من بھا من الشیعۃ فاستعمل علیہ زیاد ابن سمیہ وھو بھم عارف لانہ کان منہم فی ایام علی علیہ السلام فقتلھم تحت حجر ومدر واخافھم وقطع الایدی والارجل وسمل العیون وصلبھم علی جزوع النخل وشردھم عن العراق فلم یبق بھا معروف منہم ثم کتب معاویۃ الی عمالہ نسخۃ واحدۃ الی جمیع البلدان انظروا من علیہ البینۃ انہ یحب علیا واھلبیتہ فامحوہ من الدیوان واسقطوا عطائہ ورزقہ وشفع ذلک بنسخۃ اخری من اتھمتموہ بموالاۃ ھؤلاء القوم فنکلوا بہ واھدموا دارہ فلم یکن البلاء اشد واکثر منہ بالعراق ولاسما بالکوفۃ

خلع خلافت امام حسن علیہ السلام کے بعد جب معاویہ کو امارت ملی تو اُس نے اپنے عاملوں کو لکھا کہ جو کوئی فضایل علی ابن ابی طالب علیہ السلام بیان کرے تم اُن پر تبرا کرو پس خطیبوں نے ممبروں پر جناب امیرالمومنین وآئمہ طاہرین سلام اللہ علیہم اجمعین پر لعنت کرنی شروع کر دی اور وہ وقت شیعیان علیؑ پر نہایت سخت تھا اور چونکہ کوفہ میں شیعوں کی جماعت زیادہ تھی اسلئے معاویہ نے زیاد ابن سمیہ کو وہاں کا عامل مقرر کر کے بھیجا اس وجہ سے کہ وہ اُن لوگوں کو اچھی طرح پہچانتا تھا اور وہ ان لوگوں کے ساتھ امیرالمومنین علیہ السلام کے زمانے میں رہ چکا تھا زیاد نے ان لوگوں کو قتل کیا اور انکو ڈرایا ان کے ہاتھ پیر کاٹ ڈالے آنکھیں پھوڑ ڈالیں اور درختوں میں لٹکا کر سولی دلوا دی اور عراق سے انکو نکلوا دیا اور اُن کے معروف لوگوں میں سے کوئی شخص وہاں باقی نہ رہا پھر معاویہ نے ایک **عام حکمنامہ** تمام عاملوں کے نام سارے ملک میں لکھ بھیجا کہ خیال رکھو جو محبت علیؑ واہلبیت علیہم السلام تمہارے سر رشتہ میں بذریعہ ملازمت پایا جائے تو اُس کو موقوف کر دو اور نام اس کا صیغہ ملازمت سے کاٹ دو اور انعام واکرام اُسکو نہ دو اور جس کسیکو محبت علیؑ اور اہلبیت علیہم السلام میں دیکھو اس کو بلائے سخت میں مبتلا کرو اور گھر اُس کا کھود کر پھینک دو۔ قول فیصل ص ۱۸۸ باسناد صحیح مسلم

اب ہماری کتاب کے انصاف پسند ناظرین ان حالات کو عموماً اور معاویہ کے عام صلحنامہ کو خصوصاً صلحنامہ کی اُس شرط سے جو خاصکر شیعیان علی علیہ السلام کے امان وتحفظ کی نسبت صلحنامے میں درج کیگئی تھی مقابلہ کرکے خود فیصلہ فرمالیں کہ معاویہ نے اس شرط کو کہاں تک پورا کیا اور امن امان کے مقاصد کے بالکل برعکس اس خاص فرقہ کے استیصال اور بیخکنی میں وہ کونسا دقیقہ تھا جو فروگذاشت کردیا گیا؛

ہم دعوے سے کہہ سکتے ہیں کہ ان واقعات کو دیکھکر ہر ذی فہم خود فیصلہ کرسکتا ہے کہ معاویہ نے شیعیان علیؑ ابن ابیطالب علیہ السلام کے معاملات میں اگر اس صلحنامہ کے شرایط کو پورا نہیں کیا تو اپنے اس قول کو البتہ سچا اور صحیح کر دکھلایا جسکو اُنہوں نے اس صلحنامہ کے بعد مسجد جامع کوفہ میں اپنے خطبہ کے درمیان کہا تھا جسکو ہم اعثم کوفی وغیرہ کے اسناد سے اوپر لکھ آئے ہیں وہ یہ تھا کہ ہم نے جناب امام حسن علیہ السلام کے ساتھ چند شرطیں کی ہیں اور اب وہ تمام شرایط میرے قدموں کے نیچے ہیں چاہے میں انکو پورا کروں یا نہ کروں"

حقیقت میں یہ صلحنامہ تو ایک صریح جیلتہ الوقتی تھا اور کسی نہ کسی طرح اُن کے حصول مقاصد ہوجانے کے لئے ایک آڑ تھا معاویہ کیلئے نہ اسکی پابندی ضروری تھی نہ اسکی وفا لازمی پھر جو انکے دل میں تھا وہ اسنے علی الاعلان ظاہر کردیا اور سچ پوچھو تو سوائے عداوت علی علیہ السلام کے اُن کے دل میں تھا ہی کیا اسکی تعمیل میں جیسی جیسی کارروائیاں وہ کرتے گئے وہ ناظرین کے پیش نظر ہیں

اب ہم علامہ ابن اثیر کی تاریخ کامل سے ایک اور واقعہ اس مقام پر مناسبت کے خیال سے درج کرتے ہیں: کتب مغیرۃ ابن شعبہ الی صعصعۃ ابن سوحان ایاک ان تبلغنی انک تظہر شیئاً من فضل علی ابن ابی طالب علیہ السلام فانا اعلم بذلک منک ولکن ہذا السلطان قد ظہر وقد اخذنا بعیبہ للناس فنحن ندع شیئاً کثیراً مما امرنا بہ فذکر التی لا تجد منہ بل ندفع بہ ہؤلاء القوم عن الفتنا

مغیرہ ابن شعبہ نے صعصعہ ابن سوحان کو لکھا کہ خبردار جو تو فضایل علیؑ ابن ابی طالب

علیہ السلام کا ذکر کرے ضرور میں مجھ سے زیادہ اُن کے فضائل کو جانتا ہوں مگر سلطان وقت کی مصلحت سے خلاف ہے کیونکہ ہم لوگ مجبور کئے گئے ہیں کہ علی علیہ السلام کی برائیوں کو آدمیوں پر ظاہر کریں اور اُن کے فضائل کو چھپائیں بہت سی باتیں تو ہم اُن کے حکموں سے چھوڑ دیتے ہیں اور جس میں ہم ایسے ہی مجبور ہو جاتے ہیں تو اس کو رفع شر کی غرض سے بیان کرتے ہیں کہ اپنے نفسوں سے اس کے شر کو دفع کروں: تاریخ کامل مطبوعہ مصر جلد سوم ص ۱۷۱

محبت اور عقیدت اہلبیت علیہ السلام تو صریح خطا اور معصیت تھی ہی اب انکا صرف ذکر کرنے والا بھی سلطنت کا مجرم قرار پایا اب ایسی سلطنت اور ایسے سلطان کی ماتحتی میں شیعوں کا آباد رہنا اور امن و امان کی حالت میں بسر کرنا قطعی محال ہے:

بہر حال اب اس کے بعد ہم اُن خاص بزرگواروں کے خون ناحق کے احوال لکھتے ہیں جو انصار جناب امیر علیہ السلام ہونے کے علاوہ جناب رسولخدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحابیت کا بھی شرف رکھتے تھے علی علیہ السلام کی محبت معاویہ کے اعتقاد میں ایسی ہی معصیت تھی کہ اسکے مقابلہ میں نہ صحبت رسول کا لحاظ کیا جاتا تھا اور نہ انکی کسی خاص ذاتی اعزاز کا پاس: ان مصیبت زدوں میں **حجرؓ ابن عدی** اور **عمرؓ ابن حمق** اور **رشیدؓ** اور **ابو میثم تمار** عموماً پائے جاتے ہیں یہ وہ معروف بزرگ ہیں جو خدمت امیر المومنینؑ میں ہمیشہ کے بیٹھنے والے اور غایت درجہ کی عقیدت اور ارادت رکھنے والے تھے ان میں سے ہم حجرؓ ابن عدی کے مصیبتناک واقعہ کو اس کی پوری تفصیل کے ساتھ مندرج کرتے ہیں:

عرب میں وہ کون قبیلہ اور وہ کون قوم تھی جو حجرؓ ابن عدی الطائی کی عالی نسبی اور خاندانی مدارج کو نہیں جانتی تھی یا نہیں پہچانتی تھی جیسا ہم اوپر لکھ آئے ہیں کوفہ میں پہنچکر زیاد نے مسجد میں علانیہ جناب امیر المومنین علیہ السلام پر بر سر منبر لعنت کرنی شروع کر دی حجرؓ اور اُن کے رفقا سے جو مسجد میں حاضر تھے یہ سخت کلامیاں سُنی نہیں گئیں اور ان لوگوں نے ہر چند زیاد کو اس حرکت سے باز رکھنا چاہا مگر وہ نہ مانا زیاد نے حجرؓ کی سخت شکایت معاویہ کے پاس لکھ بھیجی اُس نے

حجرؓ کو ان کے رفقا سمیت دمشق میں بلا بھیجا زیاد نے حسب الحکم حجرؓ اور اُن کے تمام رفقا کو جو اکثر مورخین کی تحقیق میں سو آدمی تھے معاویہ کے پاس بھیج دیا معاویہ نے جب اُن لوگوں کی خبر سُنی تو شہر میں ان کے داخل ہونے سے پہلے اپنا ایک آدمی یہ حکم دیکر آپ کے پاس بھیج دیا کہ وہ راستہ میں اُن سے جاملے اور امیر المومنین علیہ السلام کی محبت اور عقیدت سے انکو برگشتہ کرے اگر وہ اُسپر راضی ہوجائیں تو اُن کو چھوڑ دے اگر وہ نہ مانیں تو ان کو وہیں رستے میں قتل کرے؛

معاویہ کا فرستادہ یا یوں سمجھو کہ ان غریب الوطنوں کی موت کا پیادہ ان قضا کے مہمانوں کو اُس منزل میں ملا جہاں سے دمشق کا شہر چار پردن کا رستہ تھا اس نے معاویہ کے حکم کے مطابق پہلے انسے جناب امیر المومنین علیہ السلام کی محبّت و عقیدت سے دست بردار ہو جانے کے لئے کہا اُن میں سے بعض لوگوں نے تو اپنی جان کی ہلاکت یا بادشاہِ وقت کی سطوت کے لحاظ سے قبول کرلیا اور وہ تو بچ گئے باقی اُن بچا پس راسخ العقیدہ اور کامل الایمان لوگوں کی جان جن میں نمبر اوّل حجرؓ ابن عدی تھے تلواروں سے لے لی گئی اور وہ غریب اور ستم رسیدہ جماعت

واقعہ حجرؒ ابن عدی اور قتل محمدؒ بن ابی بکر کی نسبت جو کلمات عائشہ صدیقہ سے معاویہ کے بارہ میں مشہور و متواتر ہیں

استیعاب میں ہے عن مسروق بن الاجدع قال سمعت عائشۃ ام المؤمنین تقول اما واللہ لو علم معاویۃ ان عند اھل الکوفۃ منعۃ ما اجترء علی ان یاخذ حجرا واصحابہ من بینھم حتی یقتلھم بالشام ولکن ابن آکلۃ الاکباد علم انہ قد ذھب الناس اما واللہ ان کانوا لجمجمۃ العرب عزا و منعۃ و فقھا اللہ در لبید حیث یقول

ذھب الذین یعاش فی اکنافھم ۔۔۔ وبقیت فی خلف کجلد الاجرب

لا ینفعون ولا یرجی خیرھم ۔۔۔ ویعاب قائلھم وان لا یشعب

قبل اس سے کہ حاکم وقت کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنی برأت اپنی معافی کے لئے کچھ بیان کرے یا کچھ عذر پیش کرے راستہ ہی میں بلادریانت احوال ایک ظالم جلاد کے ہاتھوں قتل کرادی گئی رحمتہ اللہ و رضوانہ علیہم اجمعین:

اسلامی تواریخ میں یہ وہ مخصوص واقعات ہیں جنکا اس زمانے میں نقل کرنا اور انکو مخالفین اسلام کی نگاہوں کے سامنے رکھنا جو انکو دیکھکر اسلام اور اس کی عدالت کی نسبت سخت سے سخت اعتراض کرنے اور انکو ظالم وجابر ٹھہرا سکیں ایسا خود کردہ امر ہے جس کے لئے کوئی علاج نہیں ہے اور اہل اسلام کو سوائے سکوت کے ان اعتراضات کے جواب میں کوئی تردید اور کوئی تنقید سوجھتی نہیں ہے:

حجر ابن عدیؓ کا واقعہ کوئی معمولی واقعہ نہیں تھا کہ صفحات روزگار سے ایسے ہی بے اثر گذر جاتا اور ملک پر اپنا کوئی اثر نہ ڈالتا چاروں طرف سے معاویہ کی اس حرکت پر سخت ناراضگی پھیل گئی اور عبد اللہ بن عمر اور اُم المومنین عائشہ نے اس واقعہ میں ان کو سخت شکایت لکھ بھیجی مگر یہ تو اپنا کام کر ہی چکے تھے اب ہونا ہی کیا تھا:

حجر ابن عدیؓ کا واقعہ آج تک معاویہ کی اُن ظلم و تعدی کی تفصیل میں برابر لکھا جاتا ہے جنکو ارباب سیر و تاریخ نے خاصکر انکے اولیات اور مخصوصات سے شمار کیا ہے: علامہ عبد البر استیعاب میں بذکر حجر ابن عدیؓ ذیل کی عبارت لکھتے ہیں:

قال احمد قلت بیحیی بن سلیمان ابلغک ان حجرا کان مستجاب الدعوات قال نعم وکان من افاضل اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم احمد کہتے ہیں کہ میں نے یحیٰی ابن سلیمان سے پوچھا کہ تمہیں معلوم ہے کہ حجر ابن عدی رضی اللہ عنہ مستجاب الدعوات تھے وہ کہنے لگے ہاں اور آنحضرتؐ کے افاضل صحابہ سے تھے:

علامہ جریر طبری اپنی تاریخ میں لکھتے ہیں عن ابی سعید المقبری ان معاویۃ حین حج قدم علی عائشۃ فاستاذن علیہا فاذنت لہ فلما قعد قالت لہ یا معاویۃ اما خشیت اللہ فی قتل حجر ابن عدی ج ۶ ص ۱۵۶

ابی سعید مقبری سے روایت ہے کہ معاویہ نے جب حج کیا اُمّ المومنین عائشہ کے پاس گیا اور اُن سے اذن طلب کیا اُنہوں نے اسکو اذن دیا جب یہ بیٹھ گیا تو کہا اے معاویہ تجھے حجر ابن عدیؓ اور انکے اصحاب کے قتل کرنے میں خدا کا خوف نہ آیا :

حجر ابن عدیؓ کا ایسا مشہور اور متواتر واقعہ ہے جسکی شہادت کے لئے ہم کو کسی تاریخ کے نام لکھنے کی بھی کوئی ضرورت نہیں اسلام کی کوئی تاریخ عام اس سے کہ وہ حقوق بنی اُمیہ کے موید ہوں یا استحقاق اہلبیت علیہم السلام کے طرفدار دیکھے جاوے اُن میں یہ واقعہ اسی تفصیل سے موجود ہے دیکھو کامل ابن اثیر۔ ابوالفداء طبری؛ روضۃ الصفاء اور اعثم کوفی وغیرہم۔

اب اس واقعہ کی نسبت ہم کو کچھ اور لکھنا باقی نہیں ہے مگر صرف اتنا کہ یہ خون ناحق اور بیگناہ قتل ایسا ہی عظیم واقعہ تھا جس نے اپنا باطنی اثر معاویہ کے دل پر بھی ضرور ڈالا تھا جسکو وہ اپنی حیات کے ایام تک تو ضرور چھپائے رہا مگر البتہ مرگ پر جب چاروں طرف سے یاس کا عالم ہو گیا تو ان غیر متحمل حالتوں میں آخرکار اس کے اثر کو نہ چھپا سکے اور چلا چلا کر صاف صاف

بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۴۵؛ منہ وثق ابن اجدع سے مروی ہے کہ میں نے ام المومنین عائشہ کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ آگاہ ہو اے لوگو اگر معاویہ یہ جانتا کہ اہل کوفہ صاحب حمایت ہیں تو ہرگز اس امر کی جرأت نہ کرتا کہ حجرؓ اور انکے اصحاب کو اُن لوگوں سے ماخوذ کر کے شام میں لے جا کر قتل کرے لیکن پسر ہند جگر خوار نے سمجھ لیا کہ مرد چل بسے آگاہ ہو قسم ہے خدا کی کہ وہ سردار عرب تھے از روئے عزت و حمایت و فقہ کے خدا ہی کے لئے ہے نکوئی بید کی اسلئے کہ وہ کہتا ہے چل بسے وہ لوگ جنکی پناہ میں زندگی بسر کی جاتی تھی اور باقی رہگیا میں ایسے پس ماندہ لوگوں میں جو خارشتی آدمی کی جلد کی مثل برے ہیں نہ وہ نفع پہنچاتے ہیں اور نہ اُن سے کچھ خیر کی اُمید اور معیوب جانا جاتا ہے گرگزنیوالا ان کا اگرچہ فساد نہ کرے۔

کنز العمال میں ابن عساکر کے اسناد سے مروی ہے: عن ابی الاسود قال دخل معاویۃ علی عائشۃ فقالت ما حملک علی قتل اہل عذراء حجر واصحابہ فقال یا ام المومنین انی

لفظوں میں اس واقعہ کی نسبت اپنا انفعال اور اپنا کمال ندامت ظاہر کرنے لگے چنانچہ روضۃ الصفا اور اعثم کوفی نے انکے حالات کو اس عبارت میں دکھلایا ہے:۔

"چون معاویہ بپایۂ خود رسید آن علت روز بروز قوت گرفت و مستولی گشت و ہر شب خوابہائے پریشان می دید و از ان می ترسید و گاہ بزبان میگفت و آب می خواست و بسیار میخورد و تشنگی او تسکین نمی یافت و وقت وقت او را غشی می آورد چنانچہ یکشب در روز غشی می بود و فریاد و نالہ برمی آورد و چون بہوش می آمد فریاد و نالہ برمی آورد و می گفت چہ افتاد مرا با تو اے حجر ابن عدی و چہ افتاد با تو اے عمر ابن حمق خزاعی و چہ ا با تو اختلاف کردم و حق تو گرفتم اے پسر ابیطالب الٰہی اگر مرا عقوبت کنی مستوجب عقوبتم"۔

حقیقت میں معاویہ نے حجرؓ ابن عدی وغیرہم کے معاملات میں اپنے ایسے صریح ظلم و تعدّی سے کام لیا ہے کہ کسی طرح اس کی گردن دنیا و آخرت کے الزامات سے چھوٹ نہیں سکتی۔ ؎

پنداشت ستمگر کہ ستم بر ما کرد ⁂ بر گردن اُو بماند و بر ما بگذشت

بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۴۷: رأیت قتلھم صلاحا للامۃ و بقاءھم فسادا للامۃ فقالت سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم یقول ستقتل بعذراء ناس یغضب اللہ لھم و اھل السماء

ابی الاسود سے منقول ہے کہ معاویہ اُم المومنین عائشہ کے پاس آیا تو اُم المومنین نے کہا کہ تو نے اہل عذرا کو جو حجرؓ اور اس کے ہمراہی تھے کیوں قتل کر ڈالا معاویہ نے کہا اے اُم المومنین میں نے ان کا قتل کر ڈالنا ہی اُمت کے لئے بہتر سمجھا اور انکی بقا کو اُمت کے واسطے فساد خیال کیا اُم المومنین نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم سے سُنا ہے کہ عنقریب ہے مقام عذرا میں ایسے لوگ قتل کئے جاویں گے کہ اللہ جلشانہٗ اور اہل آسمان اُن کے قتل کی وجہ سے غضب میں آئیں گے۔

ولما بلغ عائشۃ قتل اخیھا محمد جزعت علیہ و قنتت دبر کل صلوات تدعون علی معاویۃ و عمر ابن العاص کذا فی تاریخ ابو الفداء عربی

بہر حال ان عمائد شیعیان کے افسوسناک واقعات لکھکر اب ہم اس فرقہ کے عام لوگوں کی مجبوری اور معذوری کے حالات بھی اُسی تفصیل کے ساتھ درج کرتے ہیں جس سے ہماری کتاب کے معزز ناظرین انکی حد درجہ کی مجبوری اور پریشانی کے حالات کا بخوبی اندازہ کر سکتے ہیں علامہ محمد یوسف الکنجی الشافعی کتاب الاحداث میں بذیل تذکرہ شیعیان علیؑ ابن ابی طالب علیہ السلام یہ عبارت لکھتے ہیں: ان الرجل من الشیعۃ لیاتیہ من یوثق بہ فیدخل بیتہ فیلقی الیہ سرّہ ویخاف من خادمہ ومملوکہ ولا یحدثہ حتی مات الحسن ابن علی علیہما السلام فزاد البلاء والفتنہ فلن یبق احد من ھذا القبیل الا خائف وطرائی الارض ثم نقا

اسوقت زمانہ شیعیان علی علیہ السلام پر ایسا سخت آلگا تھا کہ جو شیعہ کسی دوست پر اعتبار بھی رکھتا تھا اور اُس کے گھر بھی جاتا تھا تو مخفی طور پر اور اُس سے خفیہ ملاقات کرتا تھا خدمتگار اور گھر کے غلام وکنیز تک سے بھی اپنا مذہب چھپاتا تھا اور ڈرتا تھا اور اُن سے سخت قسمیں لے لیتا تھا کہ اس کا شیعہ ہونا کسی پر ظاہر نہ کیا جاوے کہ اس کا شیعہ ہونا اس کے قتل کا باعث ہو یہاں تک کہ جناب امام حسن علیہ السلام نے وفات پائی تو یہ فتنہ اور یہ بلا اور زیادہ ہو گئی اور فرقہ شیعہ میں سے کوئی شخص ایسا باقی نہیں رہا جو اپنی حالوں میں خائف یا وطن آوارہ ہو کر مبتلائے مصیبت نہوا ہو اور گھر سے دور جا کر مقیم نہوا ہو۔

بقیہ حاشیہ: جس وقت عائشہ کو اپنے بھائی محمدؒ کے قتل کی خبر پہنچی تو نہایت بیقرار ہوئیں اور قنوت پڑھتی تھیں پیچھے ہر نماز کے اور بددعا کرتی تھیں معاویہ اور عمر ابن العاص پر استیعاب میں ہے قال احمد حدثنا ابراھیم بن مرزوق قال حدثنا یوسف ابن یعقوب الواسطی واثنی علیہ خیرا قال حدثنا عثمان بن ھشیم قال حدثنا مبارک بن فضالہ قال سمعت الحسن یقول وقد ذکر معاویہ وقتلہ حجرا واصحابہ ویل لمن قتل حجرا واصحاب حجر قال احمد قالت لیحیی بن سلیمان ابلغک ان حجرا کان مستجاب الدعوۃ قال نعم وکان نعم من افاضل النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہا احمد نے کہ حدیث کی مجھ سے ابراہیم مرزوق نے اُس نے کہا کہ حدیث کی مجھ سے یوسف

کیا فرقہ شیعہ کی ایسی مجبوری پریشانی اور غیر اطمینانی کے تمام و کمال حالات کو بھی پڑھکر پھر کسی انصاف والے کا دل یا کسی حق پسند کرنے والے کی زبان اقرار کر سکتی ہے کہ ان معاملات میں ان آفت رسیدوں کے ساتھ سلطنت اور اس کے قوانین کی طرف سے عدالت کے آئین برتے گئے کیا معاویہ کے قانون سیاست میں خونریزی؛ قتل عام؛ سولی چڑھوانا؛ زہر دلوانا؛ ہاتھ پاؤں کٹوانا؛ آنکھیں نکلوانا؛ شہر بدر کرانا؛ وظیفہ مقررہ ضبط کرانا ملکی خدمات سے معزول کرانا۔ گھر کھدوانا کا نام تحفظ رعایا اور تفقد احوال خلایق تھا؛

بہر حال ان تمام واقعات کو جو علی الترتیب ہم اپنے سلسلۂ بیان میں لکھتے چلے آئے ہیں دیکھکر ہر ذی فہم سمجھ سکتا ہے کہ معاویہ نے اس شرط کے متعلق ایک ساعت کے لئے بھی اپنی ثابت قدمی ظاہر نہیں فرمائی اور جھوٹوں بھی کبھی ان کے ایفا کی نسبت اعتنا نہ کی ان شرایط پر وہ وفا کہاں تک کر سکتے بلکہ بالکل برخلاف اس کے اُن سے جہاں تک ہو سکا حتی المقدور معاویہ نے شیعوں کو تمام ملک میں ڈہونڈہ ڈھونڈ کر پھانسی دلوایا سولی چڑھوایا اور قتل کرایا جو غریب بچ گئے وہ ایسی بیکسی اور ایسی بے بسی کی حالتوں میں گرفتار رہے کہ اپنا دلی راز بھی زبان پر نہیں لا سکتے تھے یہاں تک نوبت پہنچ گئی تھی کہ اپنے عقاید باہر کسی خادم اور گھر کی لونڈی تک سے نہیں کہہ سکتے تھے ایک شیعہ اگر کسی دوسرے کے پاس جاتا تو پہلے خفیہ جانے اور اپنے نہ پہچانے جانے کا پہلے سے تحفظ کر لیتا تب اس کے گھر جاتا اور وہاں بھی اس کے خادموں اور متعلقین سے اپنے آنے کے راز کو پوشیدہ رکھنے کے لئے قسمیں

حاشیہ؛ ابن یعقوب واسطی نے اور اس کی نیکی کی تعریف کی کہا اُسنے خبر دی مجھ کو عثمان بن ہیثم نے کہا اُسنے خبر دی مجھ کو مبارک بن فضالہ نے کہا اس نے سنا میں نے حسن بصری سے جبکہ وہ معاویہ اور قتل حجرؓ اور اصحاب کا ذکر کر رہے تھے والے ہو اُس پر جس نے حجرؓ اور اسکے اصحاب کو قتل کیا احمد نے کہا کہ میں نے یحییٰ بن سلیمان سے پوچھا کہ تم نے سنا ہے کہ حجرؓ مستجاب الدعوات تھے اُسنے کہا کہ ہاں اور وہ افاضل اصحاب نبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے تھے

لے لیتا اور اپنا پورا اطمینان کر لیتا؛

انکے ایام حکومت میں اس بلانصیب فرقہ کے افسوسناک اور عبرت خیز واقعات پڑھکر کون کہہ سکتا ہے کہ معاویہ نے سوتے جاگتے بھی کسی وقت کسی ساعت اور کسی لحظ اپنے اس اقرار پر وفا کی جسکو وہ اپنے مہر و دستخط سے تمام اہل اسلام کے سامنے مرتب اور مکمل کر چکے تھے؛

انکی فطرت اور افتاد طبیعت کی نسبت ہم نے جہاں تک تحقیق کی ہے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ اپنی غرض کے غلام تھے اور اس وقت تک کہ جب تک ان سے غرض نہ نکال لیں اس کے غلام بنے رہے اور غرض نکل جانے کے بعد پھر نہ یہ اُس کے تھے اور نہ وہ اُس کے اسی وجہ سے ملک میں عام طور سے انکی خود غرضی اور ظلم و جبر کی شکایت ہوتی تھی اب اس کی بیعت کے متعلق بھی دو ایک واقعہ لکھے جاتے ہیں جس سے یہ تحقیق ہو جائے کہ انکی طبیعت فطرتاً محض خود غرض عاری رہیت و مروت سے دور ظلم و جبر پر حریص تھی اور اخلاق و اشفاق کی جگہ ظلم و شقاق کے اجزاء کثرت سے موجود تھے؛

اسی وجہ سے جب ان کو اپنے اظہار مخالفت کا موقع ملتا تھا بھلا شیعہ غریبوں کو کون پوچھتا ہے یہ بنی اُمیہ اور اپنے ہم قبیلہ اور ہم قوم بزرگواروں سے چال چلنے میں باز نہ آتے تھے پھر اور ونکا کیا ذکر؛ ہمارے اس بیان پر عبدالرحمن ابن خالد ابن ولید کا واقعہ شاہد ہے؛ عبدالرحمن ابن خالد سے عرب میں کون واقف نہیں تھا خلافت سوئم کے ایام میں اشراف کوفہ کو خلیفۂ عصر نے انہیں کے سپرد کیا تھا اور جیسا کچھ انکا اقتدار و اعتبار اس کے زمانے میں تھا وہ تاریخ کے دیکھنے والوں پر خوب روشن ہے معاویہ بھی انسے خوب واقف تھے صاحب روضۃ الصفا نے عبدالرحمن کے واقعہ کی تفصیل میں ذیل کی عبارت تحریر کی ہے؛

بصحت پیوستہ کہ عبدالرحمن مردے شجاع و باراے و تدبیر بود بنا بر ایں و بواسطہ خالد ابن ولید در شام کارہائے عظیم از پیش بردہ بود چنانچہ شمۂ ازان رقم زدہ کلک بیان گشت مردم آن دیار بچشم اعزاز و احترام در عبدالرحمن می گرفتند و باقصی الغایۃ شرایط تعظیم و تبجیل و

آوردند و آخرالامر معاویہ از وے متوہم گشتہ با ابن اثال نصرانی گفت کہ اگر تو عبدالرحمن را ہلاک کنی از تو مدۃ الحیاۃ خراج نطلبم و ترا بر خراج حمص نیز ہم والی گردانم چون عبدالرحمن بحمص درآمد ابن اثال شربتے مسموم باو داد تا او درگذشت و آن مطلب ہا کہ در حرب صفین اندوختہ بود در گردن او بماند و معاویہ آنچہ وعدہ کردہ بود وفا نمود؛ ص ۴۹

اب کہئے اس وہم کی کیا دوا ہے دشمن تو درکنار اور ایسے مواخذے جنہوں نے ان کے حصول مقاصد کی کوششوں میں پانی کی جگہ اپنا خون گرادیا ہو جیسا کہ ہمارے معتبر مورخ نے ابھی ابھی صفین کے معرکوں سے ثابت کردیا وہ بھی ان سے کیا امید رکھ سکتا ہے خود غرضی کا ایسا جن سوار ہے جو اپنے مقابلہ میں نہ کسی کی خیرخواہیوں کو کارگر ہونے دیتا ہے نہ محاسن خدمات کو؛

دُنیا کے انصاف کرنے والے بتلاویں کہ شیعوں کا تو یہ قصور تھا کہ وہ علی علیہ السلام کے دوست اور اہلبیتؑ کے پیرو تھے اور وہ اسلئے معاویہ کے نزدیک گنہگار تھے اور قابل تعذیر، عبدالرحمن ابن خالد کی کیا خطا تھی یہ تو شروع سے آل ابوسفیان کے مدحتان اور ہمزبان بنے تھے اور ہمیشہ بنی ہاشم کے برخلاف انہیں کی خیرخواہی کو اپنی سعادت سمجھتے رہے مگر باایں ہمہ ان تمام خدمات کے صلہ میں آخرکار پایا تو وہی قتل اور گردن زدنی کی سزا؛

عبدالبرنے نے بذیل تذکرہ عبدالرحمن بن خالد یہ عبارت لکھی ہے لما اراد معاویۃ البیعۃ لیزید خطب اھل الشام وقال لھم یا اھل الشام قد کبرت سنی وقرب اجلی وقد اردت ان اعقد لرجل یکون نظاما لکم وانما انا رجل منکم فارتوا رائکم فاصفقوا واجتمعوا وقالوا رضینا عبدالرحمن ابن خالد بن ولید فشق ذلک علی معاویۃ واسرھا فی نفسہ ثم ان عبدالرحمن مرض فامر معاویۃ طبیبا عندہ یھودیا وکان عندہ مکینا ان یاتیہ ویسقیہ تقیۃ یقتیا بھا فسقاہ فانخرق بطنہ فمات وقصۃ ھذہ مشھورۃ عند اھل السیر والعلم بالآثار والاخبار اختصرتھا

معاویہ نے جب ارادہ کیا کہ یزید کے واسطے بیعت لے یعنی اُسکو اپنا ولیعہد کرے تو اہل شام سے خطاب کیا اور کہا کہ اے اہل شام میں مسن ہوگیا ہوں اور زمانہ موت کا قریب آگیا ہے اسلئے میں نے

خالد ابن ولید کو صاحبزادگی کی نسبت گرچہ ایسا تھا کہ معاویہ کو ان کے ساتھ کوئی نسبی تعلق کی رعایت کرنی ضروری نہیں تھی تو سمجھئے اب ہم ان خاص بندوں یعنی امیہ کے ساتھ انکے جوڑ توڑ کے واقعات لکھتے ہیں جو ہمارے استدلال کو ضرور پایہ ثبوت تک پہنچاتے ہیں گے تروضۃ الصفائے ذی قدر اور معتبر مولف ایک عجیب واقعہ اس مضمون میں ذیل کی عبارت سے مصنف نے تاریخی سلسلہ کی جلد سوئم میں لکھتے ہیں :

معاویہ سعید ابن عاص را از حکومت مدینہ عزل کردہ مروان ابن الحکم را نصب گشت و سببش آنکہ بسعید نوشتہ کہ خانۂ مروان را ویران کن و مال او را بستان و ہر چہ دارد کہ در فدک مدینہ کہ چہ فدک را عثمان باقطاع مروان دادہ بود چون نامہ بسعید رسید حقوق قرابتی را رعایت نمودہ التفاتے بمکتوب معاویہ نکرد و بار دیگر معاویہ بازدرایں باب بہ سعید نوشت و سعید بہیچ باب متعرض مروان نشد بنابراین معاویہ در خشم شدہ بمروان نوشت کہ خانہ سعید را ویران کن و ہرچہ دارد از وے بستان چون این مکتوب بمروان رسید فی الحال بہ مہم تیر آلات و ادوات بدر خانہ سعید رفت سعید متحیر شدہ پرسید کہ سبب این ہجوم چیست گفت خانہ تو را بامر معاویہ خراب می کنم و در اثنائے ایں سخن گفت اگر تو با این قضیہ ما مورمی شدی بتا خیر جائز نمی داشتی سعید گفت اے

حاشیہ بقیہ : قصد کیا کہ ایک شخص کو اپنا ولیعہد مقرر کر دوں تاکہ وہ تمہارا انتظام قائم رکھے اور میں بھی تمہیں میں سے ایک شخص ہوں اس بات پر قائم رہو پس سب نے باہم متفق الرائے ہو کر کہا ہم عبدالرحمن ابن خالد ابن ولید کی حکومت سے راضی ہیں یہ تجویز اور یہ انتخاب معاویہ کو بہت شاق گذرا لیکن دل میں اس ناگوار واقعہ کو پوشیدہ رکھا بعد چندے عبدالرحمن بیمار ہوا موقع پا کر معاویہ نے ایک طبیب کو جو اس کے پاس رہتا تھا اور یہودی مذہب رکھتا تھا حکم کیا کہ عبدالرحمن کے پاس جائے اور کوئی ایسی دوا پلائے کہ وہ تمام ہو جائے چنانچہ طبیب نے کچھ ایسی دوا پلائی کہ عبدالرحمن کا پیٹ اسکے پیتے ہی پھٹ گیا اور وہ مر گیا یہ قصہ اہل سیر اور صاحبان علم میں مشہور ہے میں نے اس کو مختصر طور پر درج کیا ہے : فصل المبین ص ۹۲

ظالم دو نوبت مکتوب نوشتہ کہ منزل تورا ویران کردہ بہ مصادرۂ تو مشغولی کنم و من رعایت جانب تو کردہ متعرض نگشتم وا اینک ناحیائے معاویہ درخانہ من است آنگاہ مکتوبان را طلبیدہ بمروان نمودہ سعید و مروان باتفاق بر معاویہ لعنت کردند و مکتوبے باو فرستادند مضمون اینکہ تو درمیان اقربا و خویش عداوت پیدامی کنی وحق بجانب امیر المومنین علی علیہ السلام بود کہ تو را طلال وظالم می خواند وطاغی و باغی میدانست : مطبوعہ بمبئی ص ۱۳۲

قبیلہ بنی امیہ میں مروان سے زیادہ اور کون بزرگ تھا نہ انکی ذاتی وجاہت پر معاویہ کو افسوس آیا اور نہ ان کی موجودہ ضعف و نقاہت پر رحم؛ جب گھر میں ایسے معاملے برتے جائیں اور اس کی ٹوپی اس کے سر اس کی پگڑی اس کے سر کھی جائے اور آپس کے معاملات میں دل پردہ ایسی ریشہ دوانیوں سے کام لیا جائے تو اور بیگانے کب انکے ظلم وستم اور ایذا و ضرر رسانی سے محفوظ رہسکتے ہیں اصل تو یوں ہے کہ ان کی دوست و دشمن دونوں کی مٹی خراب دشمن ہے تو ویسے ہی نالاں دوست ہے تو وہ ویسے ہی گریاں نہ یہ اپنے کسی وعدہ پر وفا کرنے والے ہیں اور نہ کسی کے حقوق ادا کرنے والے اپنی غرض کے باولے ہیں سب کی تیجھے اور اپنی سب سے آگے رکھنے والے؛

ہم نے اتنے متعدد واقعات ان کے مخصوص حالات میں اس لئے لکھے ہیں کہ انکو غور کی نگاہ سے دیکھکر ایک معمولی سمجھ والا آدمی بھی بخوبی سمجھ سکتا ہے کہ معاویہ نے اتنے وعدوں میں آج تک اپنے کس وعدے پر وفائی اور کس سے اپنی شرط قائم رکھی؛

آپ ابن اثال سے ابھی ابھی عبد الرحمن ابن خالد کے مار ڈالنے کے عوض میں کیا وعدہ کیا تھا جب اس نے ان کی خاطر سے عبد الرحمن کی دعوت کی جگہ عداوت کی اور انکو موت کا پیالہ پلا یا تو کیا ملا دیکھو صاحب روضۃ الصفا تحریر فرماتے ہیں کہ" معاویہ انچہ وعدہ کردہ بود وفا نکرد" جس شخص کی نسبت اتنے متعدد واقعات سے یہ ثابت ہو چکا ہو کہ اس نے اپنی مدت العمر میں آج تک اپنا وعدہ پورا نہیں کیا پھر اس سے اس صلح نامہ کے ایفائے شرط کی امید رکھنا

آزمودہ را آزمودن جہل است عقل کے خلاف اور امکان سے خارج؛

دوسری شرط یہ تھی کہ معاویہ اپنی حیات تک اُمور خلافت کا مختار ہے مگر بعد اپنے وہ کسیکو اپنی طرف سے اس کے لئے متعین نہیں کرسکتا اپنے بعد وہ کسیکو اپنی طرف سے اسکے لئے نامزد نہیں کرسکتا اپنے بعد اس امر کو وہ عام اہل اسلام کے شورے پر چھوڑ دے جسکو وہ اس منصب کیلئے لائق اور مناسب سمجھیں گے تجویز کریں گے؛

اکثر مورخین نے اس شرط کو اسی طرح لکھا ہے مگر ہم نے جہاں تک اس کی نسبت تحقیق کی ہے یہ امر ثابت ہوچکا ہے کہ جناب امام حسن علیہ السلام نے معاویہ سے یہ شرط نہیں کی تھی بلکہ یہ شرط تھی کہ امر خلافت تاحین حیات اس کی ذات سے متعلق رہے گا اس کی وفات کے بعد سلطنت کے تمام اُمور اسیطرح جناب امام حسن علیہ السلام کیطرف پھر رجوع کر دیئے جائینگے چنانچہ علامہ ابن حجر فتح الباری شرح صحیح بخاری میں محمد ابن قدامہ کی کتاب الخوارج سے ذیل کی عبارت لکھتے ہیں

وذکر محمد ابن قدامۃ فی الکتاب الخوارج بسند قوی الی ابی بصرۃ انہ سمع الحسنؑ ابن علی علیہ السلام یقول فی خطبتہ عند معویۃ انی اشترطت علی معاویۃ لنفسی الخلافۃ و اخرج ابن ابی خیثمہ من طریق عبد اللہ ابن شوذب قال لما قتل علی علیہ السلام سار الحسن فی اہل العراق ومعاویۃ فی اہل الشام فالتقوا فکرہ الحسن علیہ السلام و بایع معاویۃ علی ان یجعل العہد للحسن علیہ السلام من بعدہ۔

محمد ابن قدامہ کتاب الخوارج میں بہ سند قوی ابی بصرہ سے روایت کرتے ہیں کہ اُنہوں نے جناب

کتاب استیعاب عبدالبر مکی میں اس شرط کے متواتر اور متفق علیہ ہونے کا ثبوت موجود ہے ان کی اصل عبارت یہ ہے ولا خلاف بین العلماء ان الحسن بن علی علیہما السلام سلم لمعاویۃ الخلافۃ لا غیر ثم یکون لہ من بعدہ وعلی ذلک العقد فی ذلک

اور درمیان علما کے اس میں اختلاف نہیں ہے کہ حسن ابن علی علیہ السلام نے خلافت صرف معاویہ ہی کو سپرد کی نہ غیر کو یعنی بعد معاویہ کے پھر وہ خلافت حضرت امام حسن علیہ السلام کی ہوجائے اسی پر عہدنامہ ہوگیا

امام حسن علیہ السلام کو معاویہ کے پاس خطبہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ ہم نے معاویہ سے اپنی خلافت کے لئے شرط لے لی ہے اور ابن ابی خیثمہ عبد اللہ ابن شوذب کے طریق سے راوی ہیں کہ جب جناب امیر علیہ السلام قتل کئے گئے تو امام حسن علیہ السلام اہل عراق کے لشکر کے ساتھ اور معاویہ اہل شام کے لشکر کے ساتھ روانہ ہوئے اور جب دونوں لشکر باہم مل گئے تو جناب امام حسن علیہ السلام نے جنگ کرنا مناسب نہ سمجھا معاویہ اسکے (معاویہ کے) بعد اپنی خلافت کے لئے عہد لے کر بیعت لینے میں مصروف ہوا:

وفات امام حسن علیہ السلام میں معاویہ کی اتنی سرگرمی اور مستعدی اور بیعت یزید کی تعمیل میں اتنی پُر جوشی اور آمادگی جو تمام تاریخوں سے بالاتفاق ثابت ہے ہم کو صاف صاف تبلا رہی ہے کہ صلحنامے میں امام حسن علیہ السلام کو خلافت واپس ملنے کی شرط ضرور تحریر تھی اسی وجہ سے معاویہ کو رات دن یہی فکر اور یہی اودھیڑبن لگی تھی کہ جس امر کی حسرت اور تمنا میں چالیس برس کاٹے اور ہزاروں قسم کے مظالم و مفاسد اُٹھائے وہ ملا بھی اور اپنی ہی حیات تک رہا اور اپنے اعقاب تک نہ پہنچا تو اس کا آنا نہ آنا برابر ہے کیونکہ باعتبار موجودہ سن کے وہ اپنی امارت و ثروت سے منتفع ہونے کی بہت کم اُمید رکھتے تھے اور اس سے جو آرام و عیش اُٹھا سکتے تھے وہ ضرور تھا کہ بہت کم زمانے تک پائدار رہے تو ان کے بعد ضرور تھا جس کا حق تھا اس کو پہنچایا جاتا تو یہ امر اُن کے دلی مقاصد کے لئے کسی طرح مفید نہیں ہو سکتا تھا؛

معاویہ پر موقوف نہیں دنیا کی حرص پسند طبیعتیں ایسی طولانی سلسلہ وار تمناؤں میں ضرور پابہ زنجیر رہتی ہیں اور چاہتی ہیں کہ جن نعمتوں سے وہ اپنی حیات میں مستفید ہو چکے ہیں اُس سے ہمارے بعد ہماری اولاد و اعقاب بھی مستفیض ہوں تب اس حکومت کے حاصل ہونے اور اس سلطنت کے پا جانے کے لئے وہ عرق ریزیاں اور جانفشانیاں جو سخت سے سخت وقتوں میں کی گئی ہیں کہی جا سکتی ہے کہ کامیابی کی حد تک پہنچیں؛

اس کے ساتھ یہ بھی غور کرنا چاہئیے کہ اگر شورے کی شرط ہوتی تو امام حسن علیہ السلام کے قتل

اوران کے مسموم کرنے کے لئے اتنی عجلت اور کوشش وہمت سے انتظام نہ کیا جاتا جیسا کہ عنقریب امام حسن علیہ السلام کے حالات وفات سے ظاہر ہوگا اور سچ تو یوں ہے کہ یزید کی ولیعہدی کا مسئلہ بغیر اس تجویز کے حسب دلخواہ فیصل ہونا قطعی ناممکن تھا اس لئے جب تک امام حسن علیہ السلام کے وجود بجود سے دنیا خالی نہیں ہولی اور معاویہ کو وہ دلی اطمینان اور قلبی استراحت جس کی نسبت خود انکا اقرار آئندہ مضامین سے ظاہر ہوگا کامل طور سے حاصل نہولیا معاویہ نے یزید کی ولیعہدی کی تحریک کو عام طور سے اہل اسلام کے سامنے پیش نہیں کیا ہاں جب اس امام مظلوم کو مسموم کر چکے تو پھر جس زور شور اور دھوم دھام سے اپنے لایق صاحبزادے کے سر پر ولیعہدی کی دستار باندھی اور مکہ سے شام تک تمام ملک تہ و بالا کر ڈالا وہ بہت جلد ہمارے سلسلہ بیان سے ظاہر ہوگا؛

یہی ضرورت تھی جس نے معاویہ کو امام حسن علیہ السلام کے مسموم کرانے میں اتنا جلد مستعد اور سرگرم کر دیا اگر صلحنامہ میں یہ شرط واضح طور سے مندرج نہوتی تو انکو امام حسن علیہ السلام کے معاملات کو اخیر تک پہنچانے میں خصوصًا انکی موجودہ بے اختیاری اور غیر سروکاری کے زمانے میں اتنی عجلت کرنے کی کوئی ضرورت نہیں تھی جس طرح یزید کی ولیعہدی قبول کرانے کی کوششوں میں اُنہوں نے کچھ اپنے مال و دولت سے کام لیا کچھ اپنی سطوت اور سیاست کا دباؤ ڈالا ویسے ہی ممکن تھا عام اس سے کہ امام حسن علیہ السلام زندہ ہوتے یا نہوتے انکے اختیار میں تھا اگر شوریٰ کی محض قید ہوتی تو امام حسن علیہ السلام کا موجود رہنا انکے حصول مقاصد اور منیات کے لئے مضر اور غیر مفید نہ تجویز کیا جاتا؛

ہمارے اس بیان سے پورے طور پر ثابت ہوگیا کہ اس صلحنامے میں خلافت کی شرط معاویہ کے بعد شورے پر منحصر نہیں تھی بلکہ پھر امام حسن علیہ السلام کی طرف واپس دیئے جانے کے لئے شرط ضرور لکھی ہوئی تھی؛

ہماری تنہا یہ رائے نہیں ہے بلکہ ہمارے قابل قدر اور معزز ہمعصر خواجہ عبید اللہ صاحب امرتسری

جو خدا کے فضل سے ذی استعداد اور فرقۂ اہلسنت والجماعت کے موجودہ سواد اعظم میں صاحب سواد اور حضور والئے رامپور کے ملازم ہیں اپنی جامع و نافع کتاب ارجح المطالب فی عد مناقب علی ابن ابیطالب علیہ السلام کے صفحہ ۱۸۰ مطبوعہ انار کلی پریس لاہور میں میری رائے سے اتفاق فرماتے ہیں ہم انکی بلفظہ عبارت ذیل میں قلمبند کرتے ہیں:

معاویہ حسب عہدنامہ یزید کو اپنے بعد خلیفہ بنانے کے مجاز نہیں تھے کیونکہ عہدنامے میں ایک شرط یہ بھی تھی کہ امیر معاویہ کے بعد خلافت پھر خاندان نبوت کی طرف عود کرے گی چنانچہ علامہ ابن حجر فتح الباری شرح صحیح البخاری میں لکھتے ہیں رو ہی عبارت جو اوپر لکھی جا چکی ا یہ عبارت لکھکر ہمارے معتبر اور ذیقدر معصر تحریر فرماتے ہیں کہ معلوم ہوتا ہے کہ امیر معاویہ نے اسی عہد کے خوف کی وجہ سے جناب امام حسن علیہ السلام کو زہر دلوایا تھا کہ اگر امام حسن علیہ السلام میرے بعد زندہ رہے تو حسب عہدنامہ خلیفہ بن جائیں گے اور میرا بیٹا یزید خلافت سے محروم رہجائے گا: دیکھو ارجح المطالب ص ۱۸۰

صاحب روضۃ الصفا نے بھی قریب قریب یہی رائے لکھی ہے انکی بلفظہ عبارت یہ ہے:

در بعضی روایات آمدہ کہ یکے از شرط مصالحہ آں بود کہ تعئین خلیفہ بعد از معاویہ بے مشورت امیر المومنین حسن علیہ السلام نباشد وچوں چند گاہ از قضیہ صلح بگذشت معاویہ را خاطر براں قرار گرفت کہ یزید را ولیعہد گرداند و معارف و مشاہیر افاق را بہ بیعت او خواند و بتحقیق می دانست کہ ایں قضیہ باوجود امیر المومنین امام حسن علیہ السلام متمشی نخواہد شد لاجرم در دفع آں حضرتؑ شبہا را بروز آوردہ تدبیرے اندیشید و مروان الحکم را کہ طرید جناب رسولخدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم بود بمدینہ فرستاد: روضۃ الصفا ص ۸۰

اگرچہ ہمارے ذیقدر مورخ نے صاف صاف تصریح نہیں کی تو اتنا بھی ضرور لکھدیا کہ امام حسن علیہ السلام کی مشورت بغیر معاویہ کے بعد خلافت کا کوئی انتظام نہیں کیا جائے گا اور یہ بھی اقرار کر دیا کہ جناب امام حسن علیہ السلام کی موجودگی میں یزید کی ولیعہدی کا مسئلہ نہیں چل سکتا

تھا اسی وجہ سے معاویہ نے حضرتؑ کے وصیہ کی بہت جلد کوشش کی اور یزید کی ولیعہدی
کی تحریک کا سلسلہ جاری کر دیا!
یزید کی محبت انکے دل میں جیسی گہری تھی وہ میرے بیان کی کیوں محتاج ہونے لگی اسکی
نسبت معاویہ کے خود کثرت سے اقرار موجود ہیں جنکو ہم ذیل میں لکھتے ہیں:۔ روضۃ الصفا میں
بستر مرگ پر انکی یہ تقریر تحریر ہے:۔
میگفت کہ ایں ہمہ را بسبب دوستی یزید می بینم واگر محبت او نبودے بہ سلوک طریق موافق
می گشتمے و نشد خویش می شناختمے و علاقہ ابوت اومرا باعث برایں حرکات ومحاربات
گشت اکنوں کار بجائے رسیدہ کہ دشمن بر من خندید و دوست بگریست دیکھو روضۃ الصفا
مطبوعہ بمبئی ص ۲۹
یزید کی شدت محبت تو معاویہ کی اس تقریر سے جو اُن کے وقت اخیر کا اقرار ہے پورے طور
سے ظاہر ہے اپنے ان خیالوں میں اور انہیں خیالوں کی تعمیل میں احراسس تجویز پر مجبور
ہو گئے کہ جب تک جناب امام حسن علیہ السلام کی حیات والا صفات کا خاتمہ نہ کیا جائیگا
خلافت کے واپس دینے کا اقرار مٹ نہیں سکتا انہیں ضرورتوں سے اسکی تعمیل ایسی
فوری اور لازمی سمجھی گئی کہ جناب امام حسن علیہ السلام کو دس برس جینے کی بھی مہلت نہیں
دیگئی جب تک کہ خاندان نبوت کے اس چشم وچراغ کو گل نہ کر لیا معاویہ کو نہ اطمینان دل
حاصل ہوا نہ استراحت قلبی چنانچہ جب انکو امام حسن علیہ السلام کی وفات کی خبر ہوئی تو
جس قدر انکو مسرت اور استراحت حاصل ہوئی وہ خود انکے کلام سے ظاہر ہے جسکو ہم ذیل
میں حیواۃ الحیوان دمیری سے لکھتے ہیں:۔ فی الحیوٰۃ الحیوان قال ابن خلکان لما مرض
الحسن علیہ السلام کتب مروان ابن الحکم الی معویۃ بذٰلک وکتب الیہ معویۃ ان
اقبل المطئی الی بخبر الحسن علیہ السلام فلما بلغ معویۃ موتہ سمع تکبرۃ من الخضراء
فکبر اھل شام کذٰلک تکبیر فقالت فاختہ بنت قریضۃ لمعویۃ اقر اللہ عنک

ما الذی کبرت لاجله فقال مات الحسن علیہ السلام فقال علی موت ابن فاطمۃ علیہا السلام تکبر فقال ما کبرت شماتۃ ولکن استراح قلبی

جب امام حسن علیہ السلام کے مرض کی کیفیت مروان نے معاویہ کو لکھ بھیجی تو معاویہ نے اس کے جواب میں مروان کو لکھ بھیجا کہ جب وہ تمام ہو جائیں تو تم فوراً خبر دینا جب معاویہ کو ان کی وفات کی خبر لگی تو بآواز بلند تکبیر کہی اور اہل شام نے بھی تکبیریں کہیں اسپر فاختہ بنت قرظیہ جو معاویہ کے پاس بیٹھی ہوئی تھی پوچھنے لگی کہ تمہارے تکبیر کہنے کا کیا باعث ہے معاویہ نے کہا امام حسن علیہ السلام نے وفات کی فاختہ نے اسکے جواب میں فرمایا کہ کیا ابن فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا کی موت پر تکبیر کہنی چاہیئے معاویہ نے کہا کہ میں نے شماتت کے قصد سے تکبیر نہیں کہی ہے بلکہ اس خبر سے میرے قلب کو استراحت پہنچی ہے؛

اب تو اس اقرار لسانی سے معاویہ کے تمام اسرار نہانی کا سراغ لگ گیا اور یہ خبر وحشت اثر اور وہ سانحۂ جانگزا جس نے کم سے کم تمام اسلامی دنیا کو تو ضرور مغموم ومحزون بنایا تھا ایک ان کے لئے استراحت قلبی کا باعث ہوا جن لوگوں نے عرب کی تاریخیں پڑھی ہیں وہ جانتے ہیں کہ ان میں تکبیروں کے کہنے کا کس وقت اور کس حالت میں دستور جاری ہے ظہور اسلام کے زمانے سے عرب میں عموماً یہ دستور قائم ہوا کہ جب کوئی حریف اپنے مقابل حریف پر غالب آتا تھا تو وہ اپنی فتحیابی کی مسرت میں تکبیر کے نعرے بلند کرتا تھا اس سے سمجھ لینا چاہیئے کہ جناب امام حسن علیہ السلام کی خبر وفات سُنکر معاویہ کو اپنے حریف مقابل کے اوپر غالب آنے اور فتح پا جانے کی کتنی مسرت ہوئی ہوگی جو حسب دستور اُن کے تکبیر کہنے کی باعث ہوئی جس کو وہ جانتے تھے یا اُن کا دل اور انکے دل سے زیادہ وہ خالق عادل جس نے ہر کردہ و ناکردہ کو واللہ اعلم ان کنتم تسرون وما تعلنون فرماکر ایکبار نہیں متعدد بار ہوشیار کردیا ہے؛

ہم اس سے ایک اور صاف تر جس سے ہمارے بیان کی اور تصدیق ہوتی ہے لکھتے ہیں :-

قال وفد المقدام بن معدی کرب وعمر ابن ابو سفیان فقال یا معویۃ اما علمت ان الحسن بن علی علیہما السلام مات فترجع المقدام فقال یا فلان اتعد مصیبۃ ولم ارا ھا مصیبۃ و قد رایت وضعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فی حجرہ فقال منی حسن ابن علی علیہما السلام فقال الاسیدی جمرۃ اطفاھا ور اسبات اللبیب

مقدام ابن معدی کرب اور عمر ابن سفیان معاویہ کے پاس بطور وفد آئے تھے کہنے لگے تو نے سنا ہے کہ امام حسن علیہ السلام نے قضا کی مقدام نے کہا انا للہ وانا الیہ راجعون؛ معاویہ نے کہا کیا تو اسکو مصیبت سمجھتا ہے اُسنے جواب دیا کہ میں اُسکو کیونکر مصیبت نہ سمجھوں حالانکہ دیکھا میں نے امام حسن علیہ السلام کو کہ جناب رسولخدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی گود میں لیے تھے اور فرماتے تھے کہ حسنؑ ابن علی علیہما السلام مجھ سے ہیں پس کہا اسیدی نے کہ ایک چنگاری تھی جو بجھ گئی؛

علامہ ابو الفدا کی تو یہاں تک تحقیق ہے کہ امام حسن علیہ السلام کی خبر وفات سنکر معاویہ ابن ابوسفیان نے شکر کے سجدے کیئے؛ ابو الفدا طبع انصاری دہلی ص ۵۴۴

امام حسن علیہ السلام کی وفات پر معاویہ کے اتنی خوشی کرنے کی کوئی وجہ ظاہر معلوم نہیں ہوتی کیونکہ اس واقعہ سے دس برس پہلے آپ اُن تمام اُمور سے دست بردار ہوکر اور اُن اُمور کو اُسی کی مرضی کے موافق حوالہ فرما چکے تھے تو پھر جب اپنی مرضی کے موافق اپنی تمناؤں میں کامیاب ہو چکے تو پھر امام حسن علیہ السلام کیطرف سے انکو اتنی مخالفت اور عداوت کی کیا وجہ تھی کہ انکی خبر وفات سُنکر اپنی دلی استراحت پہنچنے کا بھی اقرار کیا جاتا ہے اور انکو ایک چنگاری سے مثال دی جاتی ہے اور یہاں تک اس واقعہ پر مسرت دلی کا اظہار کیا جاتا ہے کہ شکرانے کے سجدے ادا کیئے جاتے ہیں؛

ان واقعات سے جو حقیقت میں تاریخی ثبوت ہیں یہ معلوم ہوتا ہے کہ باوجودیکہ فیما بین صلح کے مراتب طے ہو چکے تھے اور تصفیہ کی ظاہری صورت بھی قائم ہو چکی تھی تاہم اس میل کی

ایسا مخصوص امر چھوٹ گیا تھا یا غلطی سے اس میں مندرج ہو گیا تھا جو آگے چلکر مضرت
کا باعث ٹھہر گیا جس کے باعث سے معاویہ کو اپنے اُمور میں پورا اطمینان نہیں ہوا تھا اسی
وجہ سے وہ امام حسن علیہ السلام کے وجود ذی جود کو اپنے حصول مقصود کے لئے ضرور مضر
یقین کرتے تھے جب ہم یہاں تک پہنچکر واقعات پر غور کرنے لگتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ
معاویہ کے حق میں مسئلہ استخلاف کی شرط جس کی نسبت اُنہوں نے واپسی خلافت کا اقرار کیا
تھا ضرور انکی منشا کے خلاف اور انکے مقصود کے لئے مضر تھی اور یہی تنہا وجہ تھی جسکی وجہ سے
اُنہوں نے بقیہ خاندان اہلبیتؑ کے راس الرئیس کا اتنا جلد خاتمہ کر دیا جب اس کی
نسبت انکو اپنی کامیابی کی خبر پہنچی تو ان کو دلی راحت بھی حاصل ہوئی اور قلبی استراحت
بھی اور وہ چنگاری جس کی عداوت کی سوزش انکے اندرونی احشا کو جلایا کرتی تھی جب
بجھ گئی تب انکی آنکھوں میں نور اور دل میں سرور آیا اور مسرت دلی اور استراحت قلبی
کا یہاں تک جوش ہوا کہ اُنہوں نے اس واقعہ کی نسبت شکر کے سجدہ کیئے؛
یہ تو ظاہر ہے کہ جب تک کسی کی طرف سے کسی عظیم خدشہ اور مضرت کا یقین نہیں ہوتا
ہے اس کے مرنے پر یا اُس کے کسی روحانی صدمہ پہنچنے کی خبر پانے پر اُس کے فریق
مخالف کو مسرت؛ اطمینان اور استراحت کا ایسا غیر متحمل جوش نہیں ہوتا ان اقوال سے
قطع نظر کر کے جو ارجح المطالب اور روضۃ الصفا سے اوپر لکھے جا چکے ہیں معاویہ کے ان
اقرار لسانی اور اُن کے اظہار مسرت کی پُرجوشی اور فراوانی پر کامل غور کیا جائے تو ہمارے
دعوے کا پورا ثبوت ہو جاتا ہے اور ہم اپنے مدعا کے لئے اتنا ہی کافی سمجھتے ہیں؛
اب اتنا بیان کرنے کے بعد ہمارے ناظرین کو سمجھ لینا چاہیئے کہ اس صلحنامہ میں واپسی
خلافت کی ضرور شرط تھی جسکو مورخین اسلامی نے سطوت سلطانی اور سیاست خسروانی
کی دباؤ کی وجہ سے ہزاروں فضائل اہلبیت علیہم السلام کی طرح مرفوع القلم کر دیا اور ان کو
تاریکی کی حالت میں چھوڑ دیا ہے مگر الحق یعلو ولا یعلیٰ؛ وبمصداق ظہر اللہ ان کنتم کاتمون

اب تک صفحۂ روزگار پہ علے رؤس الاشہاد ظاہر اور آشکار ہے۔

اب ہم اس بحث سے قطع نظر کرکے پھر اپنے بیان کے قدیم سلسلہ پر آجاتے ہیں اور لکھتے ہیں کہ بفرض محال جس طرح عام تاریخوں میں لکھا گیا ہے کہ صلحنامے میں شورے کی شرط بھی تو خیر یوں ہی سہی ہم یوں بھی معاویہ کی عہد شکنی ثابت کرنے کو ہر وقت مستعد اور تیار ہیں اچھا یوں بھی انکی صداقت اور دیانت کو جانچ لو شرط یہ تھی کہ معاویہ اپنی حیات تک خلافت کے کاروبار اپنے متعلق رکھے اپنے بعد وہ امر خلافت کو مسلمانوں کے شورے پر چھوڑ دے عامۃ المسلمین جسکو چاہیں اپنا خلیفہ تسلیم کرلیں۔

اب ہم کو دیکھنا چاہیئے کہ معاویہ نے اس شرط پر کہاں تک وفا کی جناب امام حسن علیہ السلام نے سنہ ۵۰ھ میں وفات فرمائی اور انکی وفات کے بعد ہی انہوں نے اپنے خلف الرشید یزید کی ولیعہدی اور جانشینی کی سلسلہ جنبانی شروع کردی اور اسکی تعمیل میں جیسی جیسی عرق ریزیوں سے کام لیا وہ علے العموم تمام تاریخوں میں مندرج ہیں علامہ طبری نے بیعت یزید کو سنہ ۵۶ھ ہی کے واقعات سے لکھا ہے چنانچہ انکی عبارت یہ ہے فی خمسین عام من الھجرۃ واخذہ البیعۃ لابنہ یزید ابن معاویۃ طبری جلد چہارم ص ۲۱۱۔

اگرچہ معاویہ کو پورا اطمینان ہوچکا تھا اور اب اپنے دلی مقاصد کے اعلان و اظہار کر دینے میں انکے لئے کوئی امر مانع نہیں تھا مگر انکو تاہم چار بزرگواروں کی طرف سے ضرور شبہ تھا شام کی رعایا کیطرف سے تو انکو کامل اطمینان اور پورا اعتماد تھا عراق کی طرف سے اگر خود نہیں تو اپنے مصنوعی بھائی زیادہ ابن سمیۃ کی طرف سے اطمینان حاصل ہو جانے کی پوری اُمید تھی مگر حجاز (مکہ و مدینہ زاد اللہ شرفہما) کے باشندوں کی طرف سے معاویہ کو البتہ اطمینان نہیں تھا مگر بایں ہمہ معاویہ نے یزید کی ولیعہدی کے مسئلہ کی یوں ابتدا کی کہ جناب امام حسن علیہ السلام کی وفات کے بعد سب سے پہلے ضحاک ابن قیس اور زیاد ابن سمیۃ سے اس امر میں مشورت لی کیونکہ عمر عاص کے بعد اب انہیں دونوں پر

معاویہ کو زیادہ اعتبار تھا اس معاملہ کی منسلت اور مصلحت کی نسبت خاصکر انہیں دونوں آدمیوں کے نام لکھے ہیں؛

گرخواجہ احمد اعثم کوفی بخلاف اور تاریخوں کے اس امر کی ابتدا کو بھی عمروعاص کی تجویز کا نتیجہ بتلاتے ہیں چنانچہ انکی عبارت یہ ہے کہ "چون خبر وفات امیرالمومنین حسن علیہ السلام در عالم شائع شد عمرو عاص بشنید و نزد معاویہ آمدہ گفت کہ حسنؑ ابن علی علیہ السلام شرف شہادت یافت و عرصہ خالی شد و خلافت بے منازعت ترا و فرزندان ترا میسر گشت اکنون مصلحت آن ست کہ یکے از اولاد خود ولیعہد گردانی تا بعد از تو تیار ایں کار دار و ودودمان او را متابعت و مبایعت نمایند و ابدالدہر امر خلافت در خاندان تو بماند معاویہ گفت نیکو سے گوئی؛

ہمارے معتبر اور مستند مورخ کی تحریر میں صاف صاف ایک شبہ واقع ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ اس تحریر سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ عمرو عاص جناب امام حسن علیہ السلام کی وفات تک بقید حیات تھے اور یہ جمہور کے خلاف ہے کیونکہ عمرو عاص کی وفات اس واقعہ سے سات برس پہلے ۴۳ھ میں متفق علیہ ہے ہم اسکی نسبت یہ خیال کرتے ہیں کہ ہمارے معتبر اور مستند مورخ سے ضرور اس موقع پر سہو ہوگیا ہے اور اُن کے سلسلۂ بیان میں تھوڑا سا تقدم و تاخر واقع ہوگیا ہے اور یہ اکثر اصحاب تصانیف اور ارباب تالیف کو انکی کثرت مشغولیت اور محویت کی وجہ سے ہو جایا کرتا ہے جو چنداں الزام کا باعث نہیں کیونکہ نفس واقعہ میں اس بیان سے کچھ نقص نہیں آتا وہ اس طرح کہ واقع صلح تک جو ۴۱ھ ہجری میں واقع ہوا عمرو عاص ضرور زندہ تھے کوئی تعجب نہیں ہے اگر عمرو عاص نے معاویہ کو بعد تحریر صلح نامہ یزید کی ولیعہدی کی مشورت دی ہو کیونکہ معاویہ کے مزاج میں جیسا کچھ انکا دخل اور انکے دربار میں اور جملہ کاروبار میں جیسا کچھ انکا رسوخ تھا وہ کسی طرح ہمارے بیان کا محتاج نہیں علی العموم ظاہر ہے اور اُس کے ساتھ ہی انکو بھی ان کی حاجت روائی مشکلکشائی

خوشامد، تعلق، اظہار خدمت خیر خواہی وغیرہ میں جیسی کچھ پرجوشی اور جانفشانی ہر دم ہر لحظہ مدنظر رہتی تھی وہ بھی ہر شخص پر علی الاعلان ظاہر ہے تو کوئی تعجب نہیں ہے کہ عمرو عاص نے ہی اسکی تحریک کی ہو جسکو ہمارے ذیقدر مورخ نے سہو سے امام حسن علیہ السلام کی وفات کے واقعات میں قلمبند فرمادیا ہے چونکہ معاویہ یکایک وقوع صلح نامہ کے بعد امام حسن علیہ السلام کے زمانے میں اُسی شرط کی وجہ سے جس کی نسبت ہم ابھی ابھی ایک طولانی بحث کر چکے ہیں یزید کی ولیعہدی کا آغاز کرنا قرین مصلحت نہ سمجھتے تھے اس لئے اگر عمرو عاص کی تحریک باعتبار ہمارے مورخ کے صحیح ہے تو ضرور امام حسن علیہ السلام کی وفات تک موقوف رکھی گئی اور اگر انہیں کی خاص تجویز ہے اور انہیں کے اختراعات اور اولیات اور مخصوصیات میں شامل ہے جیسا کہ اکثر مورخین کا اتفاق ہے تو اس کے مان لینے میں بھی ہمیں کوئی عذر نہیں ہے ؛

بہرحال معاویہ کے اس مشورے میں سب سے پہلے مغیرہ ابن شعبہ داخل ہوئے یہ حضرت اپنی اختلاف آرا کے لئے تمام عرب میں خصوصیت کے ساتھ مشہور ہیں دیکھو اس سلسلہ کی جلد اول۔ مگر بنی اُمیہ اپنی چالوں سے کیوں چوکنے لگے اُنھوں نے اس امر میں جو تجویز معاویہ سے ظاہر کی وہ ہم روضۃ الصفا کی عبارت سے لکھتے ہیں: قضیۃ آنکہ مغیرہ ابن شعبہ دراں ایام کہ از قبل والی کوفہ بود بدمشق رفتہ با (معاویہ) درخلوت گفت کہ اعیان اصحاب رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وصنادید قریش انتقال کردند وا بناء ایشاں اندند تو باصابت رائے وحسن تدبیر واجراء حکم شرعی وملکی بر عالمیان تقدیم داری اگر مصلحت دانی ولد خویش یزید را ولیعہد گرداں تا حق ابوت بجا آوردہ باشی معاویہ گفت چگونہ ایں کار بانجام رسد مغیرہ گفت کہ من متعہد می شوم کہ رضائے اہل کوفہ را حاصل کنم وزیاد ابن سمیہ می تواند کہ ارباب بصرہ را بایں معنی ہمدستاں گرداند وہرگاہ خلق ایں شہر اتفاق نمایند ہیچکس ترا مخالفت نتواند کرد؛

آپ کی اس خوشامدانہ تجویز کی وجہ بھی ملاحظہ ہو وہ یہ ہے کہ امیر صاحب انکو کوفہ کی ولایت سے معزول کرکے انکی جگہ سعید ابن العاص کو بھیجنے والے تھے سوچے کہ بغیر اس تدبیر کے امیر صاحب متوجہ نہونگے جب تک کہ اپنی طرف سے کوئی تازہ خیر خواہی نہیں دکھلائی جائے گی منصب ولایت پر مستقل رہنا معلوم، چنانچہ تاریخ روضۃ الصفا کی آئندہ عبارت سے یہ راز سربستہ پورے طور سے کھلجاتا ہے وہو ہذا

در روضۃ آنکہ پیش ازاین تاریخ اعنی ست وخمسین بہفت سال در اثنائیکہ مغیرہ والی کوفہ بود معاویہ می خواست کہ اورا عزل کند و این مہم را بہ سعید ابن عاص رجوع نماید مغیرہ پیش از وصول سعید بدمشق رفتہ اول اظہار نکرد کہ من بنابر کبر سن از امارت استعفا می نمایم بعد از ان پیش یزید رفتہ گفت اکثر اکابر صحابہ وفات یافتند و آنچہ باقیماندہ اند نیز بہلاکت نزدیک و فرزندان ایشاں بسن رشد رسیدہ و می رسند تو از ہمہ عاقلتر و فاضل تر می و بسیاست ملکی داناتری چرا معاویہ ترا ولیعہد نمی کند و مردم را بہ بیعت تو دعوت نمی کند تا محبت تو در دل ایشان قرار گیرد و بعد از وے کسے را درین باب سخنے نباشد یزید گفت این کار تمشیت نپذیرد مغیرہ گفت واللہ چرا نپذیرد پس یزید پیش پدر رفتہ آنچہ از مغیرہ شنیدہ بود درمیان نہاد معاویہ مغیرہ را بخلوت طلبیدہ از وے پرسید کہ یزید چہ می گوید مغیرہ گفت مناسب چناں می نماید کہ در زمان حیات خویش یکے را ولی عہد خویش سازی تا بعد از خلافت وخون ریختن نباشد عمر ابن الخطاب کار را بر شورے انداخت تا آن ہمہ مخالفت ظاہر شد و عثمان را خود مجال نہ دادند کہ کسے را بجائے خود تعیین کند معاویہ گفت این امر ندانم کہ چگونہ بانجام رسد مغیرہ گفت کہ این کار در کوفہ و بصرہ مشکل تر است کہ اکثر سپاہ در این دو شہر اند چوں من در کوفہ مطلب سعدی ہمیں بود باشم وزیاد در بصرہ مہم چناں سرانجام یابد کہ دلخواہ تو باشد معاویہ گفت کوفہ از اں تست بدل قوی روبراہ آر۔

کیوں نہو دعوے سے یوں لیتے ہیں نہ سانپ مرے نہ لاٹھی ٹوٹے یغیرہ تو ایسی راؤں کے دینے میں حاتم سے زیادہ سخاوت کرتے ہیں امیر صاحب کی خدمت سے تو اپنی منہ مانگی مُراد لیکر یہ کوفہ کی طرف چلتے ہوئے! پہنچے اور اسی دن سے اپنی فکروں میں اُلجھے. بیت المال جو اپنا عین المال تھا آگے دھرلیا اور اشراف کوفہ میں سے صرف دس شخصوں کو تین ہزار روپیہ نقد دے کر یزید کی ولیعہدی پر راضی کرلیا اور اپنے لڑکے موسیٰ کے ہمراہ اُن لوگوں کو معاویہ کے پاس اقرار بالمشافہ کرنے کی غرض اور اپنی خدمات کے اظہار کے لحاظ سے شام کی طرف روانہ کردیا موسیٰ اور معاویہ کی گفتگو لطف سے خالی نہیں ہے اس کو بھی ہم روضۃ الصفا کی اصلی عبارت میں لکھتے ہیں؛

ان قوم چوں با معاویہ ملاقات کردند گفتند بجہت آں آمدہ ایم کہ عقد بیعت یزید حاصل کنیم معاویہ با ایشان گفت براں عزیمت باشید لیکن تعجیل مکنید و در خلوتے از موسےٰ ابن مغیرہ استفسار نمود کہ پدر تو دین ایں مرداں راکہ از کوفہ آمدہ اند بچند خریدہ است موسیٰ گفت بسی ہزار درہم معاویہ گفت دین وملت نزد ایں جماعت چنداں قدر وقیمت نداشتہ بصفحہ ۲۴۳ بمبئی

اس میں شک نہیں کہ امیر صاحب کو ایسے ایمان فروشوں سے سابقہ پڑچکا تھا اور وہ سالہا سال سے ایسے لوگوں کے ساتھ اپنے لین دین کے کاروبار قائم فرمائے ہوئے تھے چنانچہ بعض بعض ایمان فروشوں نے تو امیرالمومنین علیہ السلام کے زمانے ہی میں انکے ساتھ کئی بار ایسے معاملے کئے تھے جیسے مصقلہ ابن ہبیرۃ الشیبانی کا معاملہ؛ پھر امام حسن علیہ السلام کے وقت میں تو اچھے خاصے لوگوں نے یہ روش اختیار کرلی تھی اور امیر صاحب کو اپنی داد وستد کے معاملات میں اپنا پورا پورا مہاجن قرار دے لیا تھا؛

بہرحال یہ تو بیعت یزید کی تمہید تھی جو اوپر کے واقعات کی صورت میں لکھی گئی معاویہ نے اپنے تمام معاملات میں آج تک زیادہ تر اپنی عرق ریزی اور جانفشانی سے کام لیا تھا مگر بیعت یزید کا معاملہ ایسا ہی ٹیڑھا نکلا کہ بغیر مال زرافشانی یا توڑوں کے منہ کھول دینے کے ایک قدم بھی

آگے بڑھنا دشوار ہو گیا نہ طاقت سے کام نکل سکا نہ منت وسماجت سے! مغیرہ ابن شعبہ نے کوفہ میں تو آہستہ آہستہ اس کام کو شروع کر دیا مگر زیاد نے معاویہ کے اس حکم کو ابھی چند روز کے لئے دبا دیا اور اسکی نسبت وہ غور وفکر کرنے لگا یہاں تک کہ تھوڑے ہی دنوں میں اسکے مظالم کی پاداش نے اسکو گھیر لیا اور صرف ہیچ کی انگلی یا ہاتھ میں ایک دانہ نکلا اور اتنا سخت اثر پھیلا کہ پورے ہاتھ کاٹے جانے کی نوبت پہنچی مگر تاہم وہ نہ بچنے والا تھا نہ بچا مگر زیاد کے بعد معاویہ نے بمصداق اسکے کہ اگر پدر نتواند پسر تمام کند۔ عبداللہ ابن زیاد کی معرفت بصرے والوں کو یزید کی ولیعہدی کی نسبت راضی کر لیا!

سچ پوچھو تو یہ تاریخوں کا طومار ہے حقیقت میں نہ معاویہ کو کوفہ والوں کی طرف سے کوئی شبہ تھا نہ بصرے والوں کی جانب سے کوئی خدشہ تھا دھڑکا تھا تو حرمین کے باشندوں کی طرف سے وہ بھی تمام اہل اسلام کی جانب سے نہیں صرف انہیں چار شخصوں کی طرف سے جو فی الحال تمام عرب میں ممتاز اور باعث اعزاز شمار کئے جاتے تھے وہ یہ تھے۔ جناب امام حسین علیہ السلام عبداللہ ابن عمر۔ عبدالرحمٰن ابن ابی بکر اور عبداللہ ابن زبیرؓ چنانچہ یہ تمام کیفیت بہت جلد ہمارے سلسلۂ بیان میں آتی ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ معاویہ نے جب شام کوفہ اور بصرہ کے تمام لوگوں کو یزید کی بیعت پر راضی کر لیا اور انکی طرف سے اسکی پوری دلجمعی ہو گئی تو پھر از سر نو اطمینان سے حرمین میں یزید کی ولیعہدی کی سلسلہ جنبانی شروع کی اور مروان الحکم کو جو انکی طرف سے وہاں کے حاکم تھے یزید کی بیعت کے لئے لکھا اسکی پوری کیفیت ہم صاحب روضۃ الصفا کی عبارت سے ذیل میں مندرج کرتے ہیں:

معاویہ مکتوبے بمروان نوشت کہ سخن حکومت یزید را در خواطر ارباب مدینہ قرار دہد ونجہت عبداللہ ابن عمر صد ہزار درہم فرستاد چوں قاصد بمدینہ رسید مال را پیش عبداللہ ابن عمر برد عبداللہ نخست اموال را قبول کرد چون نام بیعت شنید مالہا را رد کردہ گفت کہ من پیر شدہ ام و دین من بصد ہزار درہم ارزان است مروان بمعاویہ پیغام داد کہ

مردمان مدینہ معتقدان عبداللہ ابن عمراند ومیگویند تا مقتدائے ما بیعت نکنند ما بیعت نمی کنیم
دیگراں کہ عائشہ می گوید کہ ایں بدعتے است کہ معاویہ احداث می کند چہ ابوبکر وعمر کہ خلیفہ بودند
خلافت را باولاد رشید خود نداوند وایں رسم اکاسرہ وقیاصرہ است ونیز جباران
وظالمان؛ روضۃ الصفاص ۳۳

حرمین کے باشندوں کے ساتھ یہاں تک کارروائی پہنچ کر معاویہ نے تھوڑے دنوں تک
اس معاملہ میں قطعی خاموشی اختیار کر لی اور پہلے اس معاملہ کو باشندگان شام وعراق و
مصر کی رعایا کے ساتھ محکم کرنا چاہا اور حرمین کے مخصوص لوگوں کے ساتھ اس نے یہ تجویز کیا
کہ ان کے معاملات کو دو طریقوں کے صرف سے تصفیہ کرنا چاہیئے کچھ تو اپنی خاص سطوت اور
کچھ اپنی دولت کے دباؤ سے چنانچہ اس نے جب اس معاملے پر شام؛ عراق؛ اور مصر کے
لوگوں کی رضامندی حاصل کر لی تو اس نے خود حجاز کا سفر اختیار کیا ہم ان کے سفر حجاز کی
سرگذشت اور خلافت یزید کے متعلق انکے اور انکی رعایا کے درمیان جو کچھ گذرا وہ ہم آگے علیحدہ
تفصیل سے لکھیں گے پہلے ہم تھوڑے وہ واقعات لکھتے ہیں جو اہل شام واہل عراق کے خاص
دکھلانے کے لئے معاویہ سے آپس کی صلاح اور آپس کے لوگوں کی مشورت سے ظہور میں
آئے تھے معاویہ نے ان لوگوں کے آنے سے پہلے اس جماعت کے سامنے یزید کے اوصاف
واخلاق کی تفصیل میں اپنی طبیعت اور معاویہ کی تعلیم کے موافق جیسی تقریر کی وہ ذیل کی عبارت
سے ظاہر ہے؛

معاویہ باضحاک ابن القیس الفہری کہ شحنہ شام بود گفت کہ امروز شام واکابر اطراف را خواہم
طلبید ترا باید کہ فرصت نگاہدار ی ومرا با خذ بیعت یزید ترغیب وتحریص نمائی بالجملہ حکایت
آنکہ چوں مجلس منعقد شد معاویہ زبان بحمد وثنائے باری تعالےٰ کشود و بر رسول خدا صلے اللہ
علیہ وآلہ وسلم درود فرستاد ودر تعظیم اوامر ونواہی مبالغہ لا تعد نمود ودر معنی آیۂ
اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم؛ غوض بلیغ می آورد وبتقریب ذکر یزید کردہ

اورا بہ شجاعت و علم و سماحت بستودہ و در این محال ضحاک ابن قیس گفت اے امیر بسر مقصود
رسیدی ازیں جا کہ تذکر حال جہان و جہانیان است و سرانجام بنی آدم زوال و فنا خلق را بعد
از تو والی باید کہ بتنظیم مہام الیشاں قیام نماید و بحوادث رعایا کہ و دائع حضرت خالق البرایا
اند پرداز د در حسن سیرت و یمن سریرت و نور علم و کمال حلم حال یزید زیادہ تر ازان است
کہ شرح و بیان را احتیاج افتد اورا ولی عہد خود ساز عالمیان را در غیبت تو ملاذ و ملجائے باشد
و در حوادث امور و نوائب و قضایا پناہ با ویز و مصلحان آسودہ و مفسدان مالیدہ باشند
و چوں ضحاک امثال این ہذیانات برزبان آوردہ خاموش شد سعید ابن العاص گفت
یزید پسر امیر است توانگریست و امید تواں داشت و مہتریست کہ از وے امن تواں بود۔
مردیست مذکور بہ سخاوت و معروف بہ شجاعت و مشہور بعدل و سیاست امیر را فرزندے خلف
است و در تمشیت مہم خلافت نظیر و عدیل ندارد معاویہ گفت احسنت یا ابا امیہ ہر چہ گفتی
راست گفتی و ہیچ باقی نگذاشتی بعد ازاں حصین ابن نمیر گفت اے امیر بخدا سوگند اگر تو از
دنیا بروی و یزید را ولی عہد خویش نکردہ باشی در تضیع امت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم
کوشیدہ باشی ناگاہ معاویہ بجانب احنف ابن قیس التفات نمودہ گفت تو چرا در ایں باب
ہیچ نمی گوئی احنف گفت تو با فعال یزید داناتری اگر میدانی کہ از عہدۂ امر خلافت چنانچہ
مقرون برضائے خداوند تعالےٰ باشد و مستلزم فراغت امت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ و آلہ
وسلم باشد بیرون تواند آمد با ہیچ کس مشورت مکن و اورا ولیعہد گرداں و اگر گمان تو در بارۂ
او بخلاف است زمام مہمات کائنات را باو مدہ و خود در العذاب آخرت گرفتار مکن۔ صفحہ ۵۰ ہ بلبیؒ

ان واقعات کو پڑھکر ہمارے ناظرین سمجھ لیں گے کہ بعیت یزید کے لئے کیسے کیسے مکڑی کے
جالے تنے گئے اور گھٹا پھر اکر کیسے کیسے پھندے ڈالے گئے ہیں اور رائے دینے والے حضرات
میں کس کس کی رائے کیسی تھی اور کہاں تک اس کی دیانت اور صداقت ثابت کرتی ہے
بہر حال معاویہ کا مطلب ہوگیا اور احنف ابن قیس کی تقریر نقارہ میں طوطی کی آواز ہوکر رہ

گئی اور اُس مجمع میں اپنا کوئی اثر پیدا نہ کر سکی حاضرین نے یزید کی بیعت کر لی جیسا کہ ہمارے مستند مورخ تحریر فرماتے ہیں کہ حاضرین با یزید بیعت کردند و ہر کس بمنزل خود باز گشت؛ عراق والے تو حسب دلخواہ قبضے میں آ گئے اب تو امیر صاحب کو حرمین کے باشندوں سے سلسلہ جنبانی کی بھی جرأت ہوئی اس سے قبل مروان کی معرفت جو تحریک ہوئی تھی وہ خاطر خواہ مفید نہیں نکلی تھی اسلئے معاویہ نے یزید کو پہلے حج کے لئے بھیجا اس سفر میں فرائض حج کے متعلق جتنے اغراض تھے وہ تو پیچھے ہیں پہلی غرض یہ تھی کہ یزید کچھ تو اپنی ظاہر دینداری اور اخلاق دکھلا کر لوگوں کے خیالات کو اپنی متعلق درست کر لے اور کچھ اپنی داد و دہش اور عطا و بخشش سے ان کے دلوں کو اپنی طرف مایل کر لے چنانچہ ہم اس سفر کے حالات کو بھی صاحب روضۃ الصفا کی اصلی تقریر سے ذیل میں لکھتے ہیں؛

دراں سال یزید بحج رفت و بجہت تحصیل نام نیک اموال فراواں در مکہ و مدینہ زادا اللہ شرفہما صرف کرد و دلہا را بدست آورد و ذکر مروت و سماحت او در افواہ افتاد تا چون این معنی انتشار یافت کہ معاویہ یزید را ولی عہد خویش می گرداند مردم دراں باب سخنہا گفتند بعضے از شعرا او را ہجو نمودند و برخے بستائش وے مشغول گشتند و معاویہ طبقات خلائق را بقدر حاجات ایشاں رعایت نمود؛ صفحہ ۴۴

معاویہ کی یہ مشن اگر پورے طور سے کام نہ کر سکی تو تھوڑی بہت تو ضرور مفید اور موثر ثابت ہوئی اُسکے ہر پہلو پر غور کر کے امیر صاحب نے عبداللہ ابن زبیر کو مکہ سے شام میں بلایا اور بڑی آؤ بھگت کی مگر عبداللہ ابن زبیر جیسے چالاک ہوشیار اور اپنی ڈیڑھ چال الگ گلانے والے تھے وہ جنگ جمل کے زمانے سے معاویہ کے دل پر نقش تھے اُن کے دام میں وہ نہ آنا تھا نہ آیا اُس نے ان کے سوالوں کا جو جواب دیا وہ ذیل کی عبارت سے کماحقہ ظاہر ہو گا صاحب روضۃ الصفا لکھتے ہیں؛

عبداللہ ابن زبیر گفت دوست و برادر تو آنکس است کہ کلمہ حق را بے محابا و بے ریا با تو

بگوید و در این کار پیش از امضاء بمیت تدبیر وافر بجا آر نباشد کہ اگر یزید را ولیعہد گردانی پشیمان شوی من درین سخن غرض ندارم وانشأ این حکایات نخواہم کرد؛

ان کا یہ کہنا کہ من درین سخن غرض ندارم جہاں تک صحیح تھا وہ معاویہ پر خوب ظاہر تھا یہ حضرت بھی واقعہ عثمان کے بعد ہی سے اُمیدواراں خلافت میں شمار ہوتے تھے اور جنگ جمل میں تو اس کے لئے پورے طور سے قسمت آزمائی کر ہی چکے تھے یزید کی خلافت تک تو انکی کچھ بھی نہ چلی اخیر وقت میں کہ میں کچھ ادہر کچھ ادہر کے لوگ اکٹھا کرکے تھوڑے دنوں امیہ کہلا ہی لئے مگر اس وقت تو انکا انکار اور خلافت سے دست برداری کا اظہار ان کی مخلصی کا ذریعہ تھا ذرا سے خلاف کہنے پر تو شاید ان کا شام سے واپس ہونا سخت دشوار ہو جاتا انہیں وجہوں سے اُنہوں نے معاویہ کا جواب نہایت ملائم اور دہیمی آواز میں دیا اور معاویہ کے سننے سے چوٹ بچاکر چلتے ہوئے وقت ہی ایسا آلکا تھا بُری طرح پھنسے تھے اس وقت تو دبک کر نکل گئے پھر اپنے دروازے پر پہنچ کر جس زور شور سے معاویہ کا مقابلہ کیا ہے وہ بہت جلد ہمارے بیان سے ظاہر ہوگا؛

بہرحال عبداللہ ابن زبیر کی مشورت سے منفعت نکلی تو امیر صاحب نے پھر مروان الحکم کے ذریعے سے اسکی تحریک کی پہلے جو تحریک کیگئی تھی وہ محض معمولی طور پر رعایا کے استمزاج لینے کی غرض سے اور اب کی بار جو ابتدا کیگئی وہ عام اطلاع اور تفحص احوال وغیرہ کے مضامین سے زیادہ سطوت سلطانی کے اصول پر قائم تھی اب کی بار جو تحریر مروان والیٔ مدینہ کے نام لکھی گئی وہ باسناد روضۃ الصفا یہ تھی؛

مشائخ مصر واکابر عراق واعیان جزیرہ بدمشق آمدہ با فرزند من یزید بیعت کردند واشراف شام درین قضیہ نیز بالیشان موافق اند ترا نیز باید کہ از اہل مدینہ بیعت بستانی بجہت یزید؛ والسلام؛ اس خط کا اثر کیا پڑا وہ آئندہ کی عبارت سے ظاہر ہے؛

چون این نامہ بمروان رسید صنادید صحابہ وتابعین را جمع نمودہ وبر منبر آمدہ گفت؛

ایّہا النّاس بدانید کہ امیر ضعف شیوخیت دریافتہ و پیری ی دروے اثر تمام کردہ
از وے این روزگار تنزل و مجاز ؛ عار بیابانے شتا بد باز ؛ و از جہت کار خلافت
اندیشہ مستحسن کردہ چنانچہ متضمن رضائے خداوند تعالٰے و فراغ خواطر مسلمانان باشد و
داعیہ آن دارد کہ رضائے بر شمائی آن محزون کند اکنون چہ می گوئید از جوانب مسجد
آواز برآمد کہ ہیچ کہ مقرون بخوشنودی پروردگار عالم و عالمیان باشد ما دراں ہیچ نمی گوئیم
مگر سمعنا و اطعنا مروان گفت کسے را کہ ولیعہد خویش گردانیدہ کہ نیکو سیرت و با مروت
و عدل و سیاست است و قدم بقدم خلفائے راشدین می دارد و آن شخص پسر او یزید
است ؛ مردم چون نام یزید شنیدند ہیچ نگفتند اما عبدالرحمٰن ابن ابوبکر در خشم آمدہ گفت
دروغ میگوئی تو اے مروان و آن کس کہ ترا باین سخن امر فرمودہ ہم دروغ می گوید زیرا
کہ یزید باین صفت و خصال پسندیدہ متصف نیست و بخلافت او راضی نیستیم مروان در
غضب آمدہ گفت شخصے کہ چنیں می گوید چناں بزرگوار و نیکو کار مردے ست کہ در شان
او خداوند عزّ و علا این آیہ فرستادہ کہ "والذین قال لوالدیہ اف لکما" ؛ خشم عبدالرحمٰن زیاد
گرفت گفت کار تو بمرتبہ رسید کہ قرآن را در حق من تاویل می کنی تو آنکسی کہ جناب
محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ترا و پدر ترا از شہر بیرون کردہ بود آنگاہ برخواست
و پائے مروان را گرفت گفت اے دشمن خدا ازیں منبر فرود آ کہ اہل آن نیستی جمعے از
بنی اُمیّہ کہ در مسجد بودند خواستند کہ قصد عبدالرحمان بن ابوبکر کنند عائشہ برایں صورت
اطلاع یافتہ با جمعے از خواتین بمسجد آمد مروان چون عائشہ را دید برسید پیش او دوید
گفت اے مادر مومناں ترا بخدائے تعالٰے سوگند می دہم کہ آنچہ حق باشد بگو گفت
من خود بجز سخن حق و راست چیزے نگویم من باداء شہادت قیام می نمایم کہ رسولخدا
صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم بر تو و پدر تو لعنت کردہ است و تو کہ طرید ابن طریدی چگونہ با
برادر من آن نوع سخنان می گوئی کہ نقل می کنند مروان خاموش گشت و عائشہ بحجرہ

خویش مراجعت کرد وآں فتنہ تسکین یافت:

لیجئے ناحق جوتے جلانا کھائے: بیعت ہوئی تو یزید کی سلطنت ملتی تو اُن کو مروان نے جو حق ناحق عبدالرحمن کی مار بھی سہی اور عائشہ کی طعن آمیز باتوں کی بہار۔ بندگی بیچارگی اسی کا نام ہے: بہرحال اب کی بار بھی مروان سے اس مشین کی پہیا نہ چلی اور معاویہ کو بیعت یزید کے متعلق خاطر خواہ اطمینان اور قرار واقعی تسلی نہوئی تو انہوں نے آخرکار اس کی نسبت یہ فیصلہ کر لیا کہ حرمین میں اس مسئلہ کی گتھی بغیر میرے گئے نہیں سلجھے گی آخرکار مرتا کیا نہ کرتا شام سے مکہ کا قصد کیا اور مکہ سے پہلے مدینہ میں پہنچے اس سفر میں معاویہ کے ہمراہیوں کی تعداد مورخین نے ہزار آدمی بتلائی ہے اور اس کی وجہ سوائے اظہار سطوت کے اور کیا کہی جا سکتی ہے: چونکہ حجاز والوں کی طرف سے امیر صاحب کو متواتر دو تین بار ناکامیابیاں ہو چکی تھیں اس لئے یہاں کے باشندوں پر انکو انتہا درجہ کا عتاب تھا اور وہ اپنی جگہ سے نہایت غصہ میں جھلا کر اٹھے اور غصہ میں بھرے آرہے تھے چنانچہ اس کیفیت کی تفصیل میں صاحب روضتہ الصفا کا بیان ہے:

اول کسیکہ بادے ملاقات نمود امیر المومنین امام حسین علیہ السلام بود معاویہ با جناب گفت لا مرحبا ولا اہلاً تو بدلنے را مانی یعنی مثل آں بدن ہستی کہ خون او بجوش آمدہ باشد وحق عز وعلا خون ترا خواہد ریخت (معرکہ کربلا کی تمہید اور اس کے مصائب عظیمہ کی تہدید تو ابھی سے شروع ہوگئی خدا خیر کرے) وچوں عبدالرحمن ابی بکر را دید گفت تو پیر شدہ وعقل تو زائل گشتہ خرافت بتو راہ یافتہ است وبا عبداللہ ابن عمر نیز سخنان سرد گفت وبا ابن زبیر ہم خطابہائے عنیف کرد واز جملہ سخن ہائے ابن کہ با ایشاں گفت یکے ایں بود کہ من شما را بحسد وعداوت وسفاہت می شناسم صفحہ ۱۴۳ جلد ۳

اس واقعہ سے ان کی برہم مزاجی اور شوریدہ طبعی کی پوری حقیقت معلوم ہوگئی۔ امیر صاحب غصہ میں بھرے آندھی بنے ہوئے پہنچے اور بجلی کی طرح برس پڑے:

فرزند رسول صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں جس دریدہ دہنی سے کام لیا وہ اوپر کی عبارت سے ظاہر ہے پھر اپنے خلیفہ زادونکی خدمات میں جس طرح اپنی پرورش کے حقوق ادا کئے وہ بھی معلوم ہوئے ان حضرات کے بعد عبداللہ ابن زبیر سے جو اُم المومنین عائشہ کے بھانجے اور خلیفہ اوّل کے نواسے تھے جو دلشکن باتیں کیں وہ بھی ظاہر ہوئیں اب ان سے زیادہ اور کون لوگ وقعت رکھتے تھے جن کا لحاظ وادب وہ اپنی خاطر میں لاتے۔ ہمارے ذیقدر مورخ لکھتے ہیں:

امیرالمومنین حسین علیہ السلام گفت آہستہ باش لے معاویہ کہ ما اہل این سخن نیستم معاویہ گفت کہ اہل این سخن ہستید وبدترہم وشما کارے نیخواہید کہ خدائے تعالےٰ غیر آن می خواست وآنچہ ارادہ عزّ وعلا بود ظاہر گشت؛

امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں معاویہ نے جو سخت کلامی کی اسکی نسبت مجھکو کچھ بھی شکایت نہیں ہے کیونکہ ان کی باتیں ہمارے لئے ان کے بطلان کے واسطے قطعی دلیل ہوتے ہیں اور خدانخواستہ اس سے ہمارے مفترض الطاعۃ امام کی شان میں سرمو فرق نہیں آیا باقی رہا جو اپنی موجودہ ثروت واقتدار کے حق ہونے میں یا من جانب اللہ ہونیکے دعووں میں بیان کی ہیں وہ جناب باری تعالےٰ کے پاک ومنزّہ ذات پر صریح تہمت اور الزام ہے انکے قبل بہت سے دنیاپرستوں نے اپنی ثروت واقتدار کو اپنی خدائی کی سچائی اور اپنی معبودیت کی صداقت اور دلیل ٹھہرائے رہے اور برابر انبیا علیہم السلام کے روبرو ایسی ہی دلیلیں بیان کی ہیں گو عام نگاہوں میں ان کی ضعیف اور لاغر دلیلیں ان کی ظاہری سطوت و ثروت کے اعتبار سے کتنی ہی قوی اور مستحکم سمجھی گئی ہوں مگر اُن برگزیدگان خدا کے سامنے جن کو دربار رب العزت سے حجۃ اللہ اور آیۃ اللہ کا خطاب عطا فرمایا گیا ہے یہ دلائل کوئی وقعت نہیں رکھتے تھے تھوڑے ہی زمانہ کے بعد دنیا اور دنیا والوں نے سوائے اس کے ان کی زوال پذیر حالتوں کو اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کرکے سوائے اس کے کہ ان کی مٹی ہوئی حالتوں پر حسرت کریں اور اُن سے عبرت کا سبق لیں اُن کے اقتدار و آثار سے صفحۂ روزگار

پر کوئی نشان بندہ نہ پایا اور برعکس ان کی حالتوں کے اُس مقدس طبقہ کے اعزاز و مناصب میں
جھلو پر بد بنی سطوت اور ظاہری شان و شوکت سے ڈراتے تھے اور اپنے احکام سیاست سے
دھمکاتے تھے یہاں تک کہ طرح طرح کے جانی اور مالی نقصانات پہنچاتے تھے سر مو فرق نہ آیا
دو اپنی حیات کے مقررہ ایام اسی عظمت اور جاہ و جلالت سے صرف فرما گئے جن لوگوں کو انبیائے
سابقین اور سلاطین ماضیہ کے حالات پر عبور کامل ہے وہ امیر صاحب کی ان فضول تقریروں کو
جو اُن میں اور جناب امام حسین علیہ السلام کے درمیان واقع ہوئی بالکل اسی پیمانہ پر سمجھیں گے
بہرحال ہم اپنے سلسلۂ بیان پر آجاتے ہیں اتنی گفتگو کے بعد جناب امام حسین علیہ السلام
اور عبد الرحمن ابن ابی بکر اور عبد اللہ ابن زبیر مدینہ سے مکہ چلے آئے " صفحہ ۴۳ بمبئی۔
ان لوگوں کے چلے آنے کی وجہ کوئی اور معلوم نہیں ہوتی سوائے اس کے کہ وہ معاویہ کے
فتنہ انگیز طبیعت سے خوب واقف تھے اور ذرا سے اختلاف پر اپنے مخالف کے ساتھ جیسا
کچھ ظالمانہ سلوک کیا کرتے تھے وہ ظاہر ہے اس لئے ان حضرات کو ضرور تھا کہ اپنی عزیز
جانوں کو اپنے ہاتھوں سے معاویہ کے تہلکہ مظالم میں نہ ڈالیں ان لوگوں کو ان کی طرف
سے زیادہ خوف یوں ہوا کہ اس گفتگو کے بعد ان حضرات نے معاویہ سے ملاقات چاہی اور
اس نے ملاقات کرنے سے قطعی انکار کر دیا۔ صفحہ ۴۳ بمبئی
اب ان حضرات کو اس کی نیت کی بُرائی پر پورا یقین ہو گیا اور اپنی جان کی حفاظت سوائے
اس کے کہ موقع سے ٹل جائیں اور کسی تدبیر میں نہیں پائی گئی اس لئے ان لوگوں نے مدینہ سے
مکہ کی ہجرت اختیار کی معاویہ نے دوسرے دن میدان خالی پاکر مسجد رسولخدا صلے اللہ علیہ وآلہ
وسلم میں نہایت شد و مد سے خطبہ پڑھا۔ اسکی عبارت یہ ہے:
معاویہ بر منبر برآمدہ بعد از حمد و ثنائے باری تعالیٰ گفت نمیدانم کہ امروز کسے شائستہ تر از
پسر من بمسند خلافت و سریر ریاست باشد چہ آن فضایل کہ اوراست دیگرے را نیست و
جماعتے از ایں معنی کنارہ اند و عیونے کہ ندارد او را منسوب میدارند و تا بلائے از من بایشان

برسد ترک این نخواہند کرد باید کہ ترک فضولی دہند و مصلحت روزگار خود نگاہ دارند و الّا ببیند آنچہ سزائے ایشان ست بعد ازاں گفت کہ اگر امام حسین علیہ السلام و عبدالرحمٰن و عبداللّٰہ ابن عمر و عبداللّٰہ بن زبیر را توفیق رفیق گردد و بایزید بیعت کنند فبہا و الّا با ایشاں کنیم آنچہ باید کرد و ازاں بسیار گفت و تہدید بے اندازہ بر زبان آورد و از منبر بزیر آمدہ بمنزل خویش شتافت۔

سطوت سلطانی اور سیاست حکمرانی اب اس سے زیادہ اور کیا دکھلائی جائے گی اور ان لوگوں کو جن کو اس سلطنت سے انکار ہے اُس سے زیادہ اور کیا دباؤ دکھلایا جائے گا اس خطبہ میں معاویہ نے عام طور سے حرمین کی تمام رعایا پر اپنی سیاست کے رعب بٹھلا دیئے اور کھلے کھلے لفظوں میں انکو اپنے مظالم سے ڈرا دیا جس فرماں روا کی ایسی ایک رخی پالیسی ہو وہ کس وقت اپنے ماتحت ملک کے ساتھ محاسن سلوک اور ہمدردی کا اظہار کر سکتا ہے اور اس بلا نصیب ملک کی بدقسمت رعایا ایسے جابر اور ضدی فرمانروا سے اپنی رفاہ و فلاح کی کب اُمید رکھ سکتی ہے۔

بہرحال جہاں تک اس خطبہ سے ثابت ہوتا ہے یہ ضرور معلوم ہوتا ہے کہ حاضرین نے اس کی اس تہدید پر توجہ نہیں کی امیر صاحب تو غریب رعایا کو خوب ڈرا دھمکا کر اپنے قیام گاہ کو واپس گئے او حضرات بھی مسجد سے اٹھے اور سیدھے اپنے اپنے گھروں میں داخل ہو گئے اور بیعت یزید کی بابت اب کی بار بھی کچھ فیصلہ نہ ہوا۔

امیر صاحب کے دل میں کوئی تصفیہ نہ ہونے کے باعث اور انتشار پیدا ہوا اور اپنی ذاتی کوششوں کو بھی بے اثر پاکر ان کو سخت اضطراب لاحق حال ہوا کیونکہ ان کی کوششوں میں یہ خیر و شر شامل تھی۔ امیر صاحب نے ان لوگوں کی نسبت قطعی طور پر یہ سمجھ لیا کہ ان کی بیعت کے تمام معاملات انہیں حضرت کی موافقت اور رضامندی پر منحصر ہیں جو مدینہ سے مکّہ تشریف لے گئے ہیں تا وقتیکہ وہ ان معاملات میں شرکت نہ فرمائیں گے یا کم سے کم اپنی

رضامندی ظاہر نہ فرمائیں گے ہماری کامیابی کی صورت قائم نہ ہوگی۔
اس وقت تو اتنا ہی سوچ کر امیر صاحب خاموش ہو گئے مگر پھر اسی سلسلہ میں یہ بھی سوچے کہ علاوہ ان حضرات کے جو یہاں سے تشریف لے گئے باقی ماندہ عمائد واشراف مدینہ کا استمزاج لینا اور ان کو بھی اس مادّہ میں لگے ہاتھوں ٹٹول لینا نہایت ضروری اور لازمی ہے اسلئے سب سے پہلے امیر صاحب نے اُم المومنین عائشہ کی مزاج پرسی کی پھر عبداللہ ابن عباسؓ سے ملے ہم ان واقعات کی تفصیل میں اپنی کسی تحریری مداخلت کو مناسب نہیں سمجھتے اسلئے کتاب روضۃ الصفا اور اعثم کوفی کی اصلی عبارت کو ذیل میں قلمبند کرتے ہیں۔
چون این خبر بسمع عائشہ رسید خشمناک شدہ نزد معاویہ رفت و با او گفت این معنی پسندیدہ نبود کہ برادر من محمد را در مصر بکشتی وسوختی و امروز بمدینہ آمدہ برادر دیگر (عبدالرحمٰن) را ایذا می کنی و در بارہ او سخنان درشت میگوئی و فرزند رسول صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم را و پسر عمرو پسر زبیر را می رنجانی و بحبس و قتل تخویف می کنی و تو نے دانی کہ از طلقائی و طلقا را حلال نیست کہ متصدی امر خلافت گردند و پدر تو از لشکر احزاب بود و در مخالفت رسول صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم تا مرحلی نمیگذاشت و مرا معلوم نیست کہ تورا از من کہ گردانیدہ است اگر تورا بگیرم وبقصاص برادر خویش بکشم مرا ازیں کار کہ مانع خواہد آمد؛
معاویہ گفت اے مادر مومناں خاموش باش و بدانکہ برادر ترا من نکشتہ ام و نہ فرمودہ ام کہ او را بکشند و او ازاں زمانے کہ از قبل علی علیہ السلام والئے مصر بود من عمرو عاص را بدانجا فرستادم و او با عمرعاص و معاویہ ابن خدیج جنگ کردہ گرفتار گشت و ایشان او را کشتند و من بقتل او راضی نبودم و امر نکردہ بودم و بیراں ہمداستان نبودم و آنچہ گفتی کہ من ترا بکشم ایں زمانہ در مدینہ رسولخدا صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم ام و ایں مکان دار الامان است؛
عائشہ گفت چنین است اما بسمع من رسانیدند کہ تو برادرم را و امام حسین علیہ السلام

وعبد اللہ ابن عمر و خواہر زادۂ مرا تخویف می نمائی و تہدید دادہ ئی تو و امثال ترا حدا
نباشد کہ بہ نسبت ایں اخیار بزرگوار سخن ناصواب بگوئی معاویہ گفت معاذ اللہ کہ بخلاف
رضائے تو از من صادر گردد و ایں جماعت پیش من عزیز تر از دو دیدہ روشن من
است و اگر کسے یکے از ایشاں تعرض رساند من او را در جہاں زندہ نگذارم ولیکن پسر خود
یزید را ولیعہد گردانیدم و اکثر معارف و اکابر و عموم مسلمانان باوے بیعت کردہ اند و بخلافت
وے راضی شدہ اند و ایں چہار کس مخالفت می کنند و رضا نمی دہند تو جائز میداری کہ
ایں معنی تاکید یافتہ و قرار پذیرفتہ بشکنم و ترک آں کنم عائشہ گفت من بہ نقض بیعت یزید
کارے ندارم و بہ شکستن پیمان نمی فرمایم اما می گویم کہ با ایں چہار کس بر رفق زندگانی
کن و بہ نرمی با ایشاں سخن بگوئی کہ عاقبت ایں جماعت در رضائے خاطر تو خواہند کوشید
و در ایں مبایعت و موافقت بجا خواہند آورد و در بارۂ ایشاں حکمے نہ فرمائی کہ متضمن مکروہے باشد
و در آں زماں بمکافات باید خواست اے معاویہ خدارا حاضر و ناظر داں و از لحد تنگ و
از یں مفارقت دنیائے غدار بیندیش و کارے بکن کہ از ایشاں پشیماں نشوی ۔ ۲۵ بمبئی
امیر معاویہ نے ام المومنین سے جیسی کچھ گفتگو کی وہ اوپر کی عبارت سے ظاہر ہوئی خطبہ
خوانی کے وقت تک جیسے کچھ جھلائے ہوئے اور غصے میں بھرے ہوئے تھے وہ معلوم ہے مگر
فی الحال جہاں مقیم تھے وہ شام تو تھا نہیں حرمین تھا جب باعتبار فضایل و مدارج کے
تمام بلاد اسلامیہ کا مایہ ناز و سرمایۂ اعزاز اسلئے ام المومنین کو اپنی گذشتہ تقریر کے
خلاف پاکر اب گفتگو کا سلسلہ نرمی اور ملائمت سے اٹھانا نہایت ضروری ہو گیا اور جس
پُرجوشی اور دلیری کے ساتھ بیعت یزید کی تحریک پیش کیگئی تھی اس سے بالکل قطع نظر
کرکے دھیمی آوازوں میں کچھ تو اپنی تقصیرات کی نسبت تلافی مافات چاہی گئی کچھ اپنا انفعال
اور مجبوری ظاہر کیگئی غرض ان چالوں سے ام المومنین کی برہم مزاجی کو ٹھنڈا کرکے اسی
دھیمی آواز سے بیعت یزید کی درخواست پیش کیگئی ۔

اُم المومنین بھی زمانہ دیکھے ہوئے؛ پہلے تو غصے کے مارے اپنے آپے میں نہ رہیں مگر پھر وقت کے اعتبار سے طرح دے گئیں استدعائے بیعت یزید سنکر اور اس کو "رموز مصلحت خویش خسرواں دانند" پر محمول فرماکر حاکم وقت کی ملکی تدبیروں سے اختلاف فرمانا مصلحت وقت کے خلاف سمجھیں و مرا از نقض بیعت یزید کارے نیست کا حکم فرماکر امیر صاحب کی کسیقدر تائید بھی فرما دی جس کی وجہ سے انکی کامیابیوں کے تھوڑے بہت آنسو پونچھ گئے سچ پوچھو تو امر خلافت یا بیعت یزید سے اُم المومنین کے موجودہ حقوق میں کوئی نقصان نہیں ہوتا تھا کیونکہ یہ بیعت جب ان کے کسی حق کے خلاف واقع ہوتی تو البتہ ان کو امیر صاحب کی تحریک سے انکار کرنے کا حق حاصل تھا بخلاف اسکے یہ تو دوسروں کا حق تھا جن سے اُم المومنین کو کوئی زندہ تعلق باقی نہیں تھا اگرچہ اس سے قبل اُم المومنین نے خود بھی انہیں استحقاق کے حاصل کرنے کے لئے بالنفس النفیس بہت بڑی کوشش فرمائی مگر ایکبارگی اپنے ارادوں میں ایسی شکست اُٹھائی کہ پھر ہمیشہ کے لئے انکے خیالات کی اصلاح ہوگئی؛

بہرحال اُم المومنین کے کلام سے امیر شام کو اگر پوری قوت نہیں ملی تو کچھ سہارا تو ضرور ملا اور کیوں نہ ہو اس وقت تو بیعت یزید کا معاملہ خصوصاً حرمین میں ڈوبتے کو دریا میں تنکے کا سہارا تھا امیر صاحب نے اسکو غنیمت سمجھا اور اُم المومنین کو رخصت فرماکر حضرت عبداللہ ابن عباسؓ کو بلایا اُن سے جو گفتگو پیش ہوئی وہ روضۃ الصفا کی عبارت سے ذیل میں قلمبند ہوتی ہے؛

چون عبداللہ ابن عباسؓ در آمد معاویہ بتبجیل و تعظیم نمودہ گفت من در ہمہ اوقات از بنی ہاشم حسابہا داشتم چہ ما ہمہ پسران عبد منافیم و از یک پستان شیر خوردہ ایم و در یک چمن نشو ونما یافتہ و در ہمہ اوقات با یکدیگر بودہ ایم و طریق محبت و مودت پیمودہ غبار و نقار کہ بر حواشی خواطر ما راہ یافتہ بواسطہ ملک دادہ قبل ازاین کہ امر حکومت بقبیلہ تیم داشت شما برآن رضا دادشتید و ہیچ نوع مخالفتے صادر نمی شد و چون عثمان را کشتند تغیر

بحال شما راہ نیافت و ازیں فعل انکار کردید و بعد ازاں بمنازعت و محاربت با من در مملکت من گشتم و در بارہ شما تقصیری نکردم و در رفعت منزلت شما مساعی جمیلہ مبذول داشتم و ابواب سخا و عطایا بر شما مفتوح ساختم و شما را بر اہمال و افو محظوظ و بہرہ مند گردانیدم و ہر چند ملاحظہ می کنم از شما دوستی و موافقت نمی بینم بلکہ از شما ہر روز یک نوع عداوت و مخالفت ظاہر می شود و تخصیص از امیر المومنین امام حسین علیہ السلام کہ می کند کہ اگر آنہا را بجز ... بہتہ باشد از محاربتے کہ امیر المومنین علیہ السلام با من کرد و غالب نیامد بیند شد و ایں نوع کلمات و حرکات را ترک کنید و باصناف آلاء و نعما کہ باری تعالے در شان من از زانی داشتہ مشاہدہ فرمائید و اگر شما را مظنہ آیت کہ مانند جناب علی ابن ابیطالب علیہ السلام و جناب امام حسن علیہ السلام کسے را داریداں ظن فاسد است۔ صفحہ ۳۵ بمبئی۔

امیر صاحب نے اپنی اس تقریر میں دونوں پہلو قائم رکھے اظہار قرابت سے تو دلجوئی منظور تھی اور سطوت شاہانہ کے اعلان سے دہمکی بھی دی جاتی تھی اگر امیر صاحب سچے ہوتے تو امام حسین علیہ السلام کے اُن اقوال صداقت اشتمال کو بیان کر دیتے جو اُن پر معارک صفین سے زیادہ گراں گذرتے تھے حالانکہ آپ کی مقدس سیرت کے خصائص میں امیر صاحب کے تمام مقلدین اور معتقدین آج تک برابر خصوصیت کے ساتھ لکھتے آئے ہیں کہ آپ نے اپنی فی عمرہ کوئی کلام فحش زبان سے نہ نکالا مگر امیر صاحب کے جہاں سب سچے تھے چلتے ہیں وہاں یہ بھی انکا ایک کورا فریب اور سفید جھوٹ تھا جو امام کی غیبت میں عبد اللہ ابن عباسؓ کے مقابلہ میں چل گیا!

بہر حال آپ کی تقریر کا جواب عبد اللہ ابن عباسؓ کی زبانی روضۃ الصفا میں یوں تحریر ہے ابن عباس گفت کہ آنچہ گفتی کہ ما پسران عبد منافیم سخن حق و کلمہ صدق است، اگر تو از ما طمع دوستی داری ہم دور نیست واکنون بہ مقصود خویش فائز گشتی و ... در کنار آوری باستمالت خاطرہا کوش و دل دوستان اندوز ؎

اگر خاک پائی ہمہ دوستدار		کہ می روید از سنگ با دوستدار

امّا احسان و عاطفتے کہ در بارۂ ما بندول داشتی از تو بعید و غریب نیست زیرا کہ طبیعت تو بر جود و کرم مجبول ست و بہ چیزے کہ مال وافر بخشی بر آن منت ندہی و آنچہ گفتی کہ شمارا مانند امیر المومنین علی ابن ابیطالب علیہ السلام و امام حسن علیہ السلام کسے نیست مطبوع طبع نمی افتد زیرا کہ امام حسین علیہ السلام زندہ است و او پسر پدر خویش و صلاح حال آنست کہ او تیتے بار ونرسانی را و رانہ رنجانی کہ عالمیاں ترا دریں باب ملامت خواہند کرد کہ امروز در عرصۂ ربع مسکوں غیر او کسے نیست کہ پسر دختر پیغمبر ما صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم باشد؛ صفحہ ۳۶:

ہماری کتاب کے ناظرین جانبین کی گفتگو خاطر خواہ دیکھکر سمجھ گئے ہونگے معاویہ نے اپنی تقریر میں حق قرابت بھی دکھایا اور اختیار و سطوت بھی جتایا پھر نیز احسانات بھی ظاہر کئے غرضکہ اپنے مخاطب کو دام میں لانے کے لئے کچھ بھی باقی نہ چھوڑا مگر بیعت یزید کا معاملہ جس کے لئے یہ تمامی طوفان اٹھائے گئے اور تمام حجاز میں ہلچل ڈالدی گئی عبد اللہ ابن عباس سے نہ کہا کیا اسکی کیا وجہ تھی اس کا اصلی سبب یہی تھا کہ عبد اللہ ابن عباس رض اگرچہ زمانہ کی روش کے مطابق عموماً معاویہ سے کتنے ہی موافق ہوں مگر بیعت یزید کے معاملے میں وہ ایک لحظہ کے لئے بھی انکی شرکت نہیں کر سکتے تھے کیونکہ امیر صاحب خوب جانتے تھے کہ اگر انکے سامنے بھی یزید کی ولیعہدی کا سلسلہ اٹھایا اور مثل عام لوگوں کے ان کے روبرو بھی اس کی اوصاف حمیدہ اور خصائل پسندیدہ کے ثبوت میں اپنی مصنوعی اور محض زبانی دلائل پیش کئے تو یہ نہایت سختی سے اسکی تردید میں یزید پر کیا منحصر ہے یزید کے اسلاف کے پوست کندہ حالات بیان کردیں گے اور پھر یہ معائب تمام حجاز میں ایسے مشہور اور طشت از بام ہوجائیں گے کہ پھر کسی کے چھپائے نہ چھپیں گے؛ یہی باعث تھا کہ امیر صاحب دانتوں کے نیچے زبان دابکر اصل مطلب کو چبا گئے اور بیعت یزید کے متعلق جیسا اُم المومنین کا استمزاج خاطر خواہ دریافت کر چکے تھے؛ عبد اللہ ابن عباس رض کی نسبت کچھ بھی معلوم نہ کر سکے؛

عبد اللہ ابن عباس رض تو اس تقریر کے بعد گھر واپس آئے ادھر امیر صاحب نے پھر اپنی

پیش اُفتادہ ضرورت کے متعلق غور کرنا شروع کیا:

یہ تو ظاہر تھا کہ خاص مدینہ میں اُنکی موجودہ تجویز کی نسبت کوئی حسب خواہ فیصلہ ابتک نہیں ہوا تھا اور اہل اسلام میں سے کسی ایک نے بھی عام اس سے کہ بلائے گئے ڈرائے گئے دھمکائے گئے سب کچھ ہوا مگر کسی نے ابتک بیعت یزید کی نسبت ہامی نہیں بھری اور اپنی رضامندی کا اقرار نہیں کیا معاویہ نے دو چار روز اور مدینہ رہکر کاٹے جب انکو اُن لوگوں کی طرف سے قطعی مایوسی ہوئی تو آخر کار مجبور ہوکر مدینہ سے مکہ کا قصد کیا اس سفر کے قبل وہ سوچ چکے تھے کہ تا وقتیکہ وہ حضرات جو مجھ سے آزردہ ہوکر یہاں سے مکہ تشریف لے گئے ہیں کسی نہ کسی طرح سے اس معاملہ میں اپنی رضامندی ظاہر نہ فرمائیں گے ہمارے کئے کچھ نہ ہوگا۔

یہ سوچکر وہ مدینہ سے روانہ ہوئے اور بسرعت تمام مکہ معظمہ میں داخل ہوئے مگر قبل اسکے امیر صاحب کے قیام مکہ کا روزنامچہ اور مکہ کی سرگذشت اپنے معزز ناظرین کی خدمت میں پیش کریں ہم کو صرف اتنا یاد دلانا ضروری ہے کہ ہمارے ناظرین کو یاد ہوگا کہ جس غیظ و غضب کے ساتھ ان کا نزول مدینہ میں ہوا تھا اور اب جو داخلہ مکہ کے وقت کیفیت ہے وہ بھی پیش نظر ہے صرف اسی اختلاف سے سمجھ لینا چاہیئے کہ امیر صاحب کن چالوں کے بزرگ ہیں: صاحب روضۃ الصفا لکھتے ہیں:-

چون منازل و مراحل طے کردہ بحوالی حرم رسیدہ معارف مکہ باستقبال او رفتند و امیر المومنین امام حسین علیہ السلام و عبد اللہ ابن جعفر و عبد الرحمٰن ابن ابی بکر و عبد اللہ ابن زبیر او را استقبال نمودند چون معاویہ ایں چہار کس را دید استبشار نمود و ہر یک را بنوعے بنواخت و فرمود تا چہار جنیبت پیش ایشاں کشیدند و با ایشاں در مقام مباسطت آمدہ رواں شد و چوں در مکہ نزول کرد فراخور آں جماعت صلات گرانمایہ فرستاد و اما امیر المومنین امام حسین علیہ السلام جائزہ معاویہ را قبول نہ فرمود۔ صفحہ ۳۶ بمبئی

اللہ اللہ کہاں تو وہ عتاب کہاں یہ ملائمت۔ ببیں تفاوت رہ از کجا است تا بکجا مدینہ کے

ایام قیام میں تو اس جماعت کی تہدید اور عتاب شدید کے لئے کوئی دقیقہ اُٹھا نہیں رکھا گیا اور مکہ میں یہ آداب و تکریم سبحان اللہ رب العظیم کچھ سمجھ میں نہیں آتا سوائے اسکے کہ مدینہ کے قیام کے وقت میں یہ سمجھ لیا گیا تھا کہ اگر خالی دھمکیوں سے یزید کی خلافت کا کام نکل جائے اور بے زور نکالے یہ پہیا چل جائے تو اپنی طرف سے نرمی اور ملائمت کے اظہار کی کیا ضرورت ہے مگر خود غلط بود آنچہ ما پنداشتیم۔ یہاں تو معاملہ برعکس ہوا اب بغیر گردن جھکائے اور سر تھوڑائے کام نہیں نکلتا اور بس نہیں چلتا مرتا کیا نکرتا،

اس وجہ سے امیر صاحب نے اپنی سابق روش کو ترک کرکے آئندہ کے لئے یہ رستہ اختیار فرمایا اور مدینہ میں جیسی سختی اختیار کی تھی مکہ میں ویسے ہی نرمی اور ملائمت کو عین مصلحت سمجھا مگر ان مخصوص حضرات پر اس استمالت کا جیسا اثر پیدا ہوا اس کو ہم نہیں کہہ سکتے مگر شاہزادہ کونین امام القبلتین مولانا و مولی الثقلین حضرت ابی عبداللہ الحسین علیہ السلام کی خاطر فیوض مآثر پر ظاہر دارانہ بھی کوئی اثر پیدا نہ کر سکیں وہ اسی سے ظاہر ہے کہ اور حضرات نے امیر صاحب کے ہدیے اور تحفے قبول کرلئے اور آپ نے ان تمام چیزوں کو واپس دیا اور مسترد فرمایا۔

تھوڑے دنوں کے بعد امیر صاحب نے پھر اپنی تجویز کا منڈل کھول ہی دیا اور بیعت یزید کے معاملے کی پھر بار دگر سلسلہ جنبانی شروع کر دی اپنی خلوت کی صحبت میں ایک دن جناب امام حسین علیہ السلام کو بلا بھیجا جب آپ تشریف لائے تو نہایت عزت و احترام بجالائے اور نہایت لجاجت و سماجت سے یوں معروض خدمت کیا جیسا کہ ہمارے معتبر مورخ بیان کرتے ہیں:۔

معاویہ گفت کہ دو سہ کلمہ معروض رائے تو خواہم کرد کہ بسمع رضا اصغا نمائی وجواب نیکو بگوئی امیر المومنین حسین علیہ السلام فرمود کہ آں کدام است معاویہ گفت کہ پیش ازیں مکتوبات باطراف ولایت فرستادہ معارف ومشاہیر را طلب داشتم تا بر یزید بیعت کنند وبحکومت او رضا دہند و در قضیہ مردم تاخیر نمودم چہ دانستم کہ اکثر ایشاں قوم وعشیرۂ تو اند وبا او در ایں

امر ہیچ مضائقہ نخواہند کرد و بالآخر چوں از ایشاں التماس نمودم کہ با یزید بیعت کنند جمعے کہ منع از ایشاں متصور و متوقع نبود با او امتناع نمودند و من اگر دیگرے را شائستہ خلافت مے دانستم اورا بولیعہدی اختیار کردم۔

بیعت یزید پر جناب امام الکونین حضرت امام حسین علیہ السلام اپنی رضامندی ظاہر فرمائیں استغفر اللہ اگرچہ امیر صاحب نے اپنی طرف سے لجاجت۔سماجت۔آرزو منّت کے کوئی کلام اٹھا نہیں رکھے اور اپنی تقریر میں مسئلہ خلافت یزید کو قریب قریب تمام اہل اسلام کا مسئلہ تسلیمی بھی بیان کردیا اور اسکو اپنی ایجاد خاص ظاہر کرنے سے بھی کمال احتیاط کی مگر تاہم امام حسین علیہ السلام ان کی تہ کی چالوں کو سمجھ گئے اور آپ نے اپنے پہلے دن کے قطعی انکار پر آج تک وہی اصرار قائم رکھا اور جو انکے جواب میں ارشاد فرمایا وہ روضۃ الصفا کی زبانی یہ ہے:

امام حسین علیہ السلام فرمود کہ اے معاویہ آہستہ باش کہ مردم میدانند کہ سزاوار این کار ہم پدرِ د ہم بمادر بر پسر تو فضیلت و رجحان دارند۔

اتنا جواب سنکر امیر صاحب نے اسی نرمی سے اپنی تقریر کا آغاز کیا:

معاویہ گفت مگر از این سخن خود را می خواہی امام حسین علیہ السلام نے نہایت آزادانہ جواب مختصر الفاظ میں یہ ارشاد فرمایا کہ اگر خویشتن را میخواہم دور نیست۔

معاویہ گفت در آنچہ مادر و پدر تو بہتر از مادر و پدر یزید است شکے نیست اما بخدا سوگند کہ یزید در اقامت لوازم خلافت و اقامت قواعد سلطنت بہتر از تو با وامر و نواہی حکومت سزاوارتر از تست:

ہاں کیونکر نہ سزاوار نہوں گے ان کی خلافت کو شریعت سے تو کوئی واسطہ نہیں اب تو اسلام کی خواہ مخواہ خلافت ہی اصل میں کسرے کی سلطنت اور قیصر کی حکومت ہے، بہرحال معاویہ کی تردید میں جناب امام حسین علیہ السلام نے فرمایا:

کہ طرفہ حالتے است کہ خمار فاجر است بہتر از من باشد" امام حسین علیہ السلام کے اس پردہ فاش کردینے سے امیر صاحب بھی گرم گئے جواب میں کہنے لگے "آہستہ باش کہ اگر تو در مجلس یزید مذکور گردی او بغیر از نکوئی در شان تو نگوید" اگرچہ امیر صاحب نے اس جواب میں اپنی معمولی نرمی کے ساتھ اپنے ولیعہد بہادر کے محاسن اخلاق کا بھی اظہار کردیا تھا مگر امام حسین علیہ السلام نے اس کا ایسا معقول جواب دیا کہ آخرکار امیر صاحب کو یزید کے اظہار فضائل کے دلائل سے عاجز آکر اپنی تقریر کے سلسلہ کو دوسرے رستہ پر پھیرنا پڑا۔ امام حسین علیہ السلام نے فرمایا کہ "من آنچہ از وے میدانم میگویم او نیز می باید کہ آنچہ از من بداند بگوید"۔

یہ ایسا پُرمعنی اور دندان شکن جواب تھا کہ معاویہ کو بیعت یزید کے معاملات میں امام حسین علیہ السلام کی طرف سے کسی وقت موافقت زمانے کی اُمید ہی باقی نہیں رہی اور قطعی مایوسی ہوگئی تو آخر انکو رخصت کرنے پر مجبور ہوئے مگر چلتے چلتے وقت تہدید کے طور پر واقعات کربلا پر مستعد رہنے دینے کے لئے پیشینگوئی کے طور پر تاکید کردی۔ ہمارے معتبر مؤرخ کی اصل عبارت یہ ہے:

معاویہ گفت برخیز یا ابا عبداللہ علیہ السلام بسعادت بازگرد و بر جان خود بترس و از اہل شام برحذر باش و باید آنچہ من در شان یزید از تو شنودم ایشان نہ شنوند کہ ایشان با تو و پدر تو در مقام عداوت و کدورت ہستند"۔

بہتر امام حسین علیہ السلام یزید کے خلاف اہل شام کے سامنے کہنے سے احتیاط فرمائیں گے مگر امیر صاحب نے جو سنا ہے وہ اہل شام سے نہ دوہرانے کے لئے امام حسین علیہ السلام کا کیا اطمینان اپنی طرف سے کیا جاتا ہے وہ بھی تو سنا جائے۔ ہم کو تو پورا یقین ہے کہ امیر صاحب ایک کی جگہ دس جوڑ کر اور جن کو اُنھوں نے امام حسین علیہ السلام سے کبھی نہ سُنا ہوگا بیان کریں گے اور جہاں تک ہوسکے گا اہل شام سے زیادہ اس موروثی عداوت اور خاندانی مخالفت کو ظاہر فرمائیں گے جس کو خود اُنھوں نے شام میں پھیلائی ہے اور عموماً اسیکو اپنے استقلال سلطنت کی پہلی اور ضروری پالیسی قرار دی ہے ان کی تعلیمات کی پوری تفصیل ہم اس سلسلہ کے جلد اول میں لکھ چکے ہیں

اس لئے تکرار کو ضرورت سے زاید سمجھکر قلم انداز کرتے ہیں:

بہرحال ہم پھر اپنے سلسلۂ بیان پر آجاتے ہیں کہ جناب امام حسین علیہ السلام سے اور معاویہ سے جیسی کچھ بنی وہ ہماری کتاب کے ناظرین پر پورے طور سے ظاہر ہوئی اب اور جو لوگوں سے معاملات پیش آئے وہ بھی ہدیۂ ناظرین کرتا ہوں: امام حسین علیہ السلام کے بعد بیعت یزید کے سلسلہ میں جس شخص سے پہلے امیر صاحب سامنا ہوا وہ عبد الرحمن ابن ابی بکر تھے انکے باہمی مکالمات میں ہمارے معتبر مورخ ذیل کی عبارت نقل فرماتے ہیں۔ وہو ہذا۔

عبدالرحمن گفت کہ ما تورا حوالہ بخدائے تعالےٰ کردہ ایم و ما با غوائے تو با یزید بیعت نخواہیم کرد ہم خلافت را بہ شوریٰ باید گذاشت معاویہ گفت من سفاہت تو میدانم و آنچہ در حق تو اندیشہ کردہ ام نزدو باشد کہ بہ بینی عبدالرحمن گفت خداوند عالم در دنیا و آخرت تورا بران بگیرد و عقوبت کند معاویہ بدست دعا برداشت کہ خدایا ہم این شخص را از من کفایت کن آنگاہ گفت اے فلاں برو و برجان خود بہ بخشائے واز ارباب شام حذر نما عبدالرحمن گفت ما بغیر از خدائے تعالےٰ از ہیچ کس نمی ترسیم دست از ما باز دار و ما را درخانہ خویش بگذار و بہ بیعت یزید استغنا زنا و دعوت مکن این سخن گفت و بخشم از نزد معاویہ برآمد:

امیر صاحب نے خلیفہ زادے کی جیسی کچھ قدر کی وہ اس سے ظاہر ہے یزید کے استحقاق کے سامنے انکے حقوق کی کچھ بھی رعایت نہیں کی یہ امر بھی اس گفتگو میں دیکھنے اور غور کرنے کے قابل تھے کہ عبدالرحمن کے مقابلے میں مباہلہ تک پر قریب قریب آمادہ ہو گئے: امیر صاحب نے اپنے دعوے کے حقوق ظاہر کی صداقت پر اعتبار کرکے امام حسین علیہ السلام کے مقابلہ میں اس مباہلہ کا دعویٰ کیا ہوتا تو واقعی ہم بھی امیر صاحب کو اگر سو دو سو نہیں تو دو چار لوگوں میں ضرور سچا سمجھتے مگر امیر صاحب ایسا کیا تھے جو آیت اللہ فی العالمین اور فرزند سید المرسلین روحی لہ الفدا کے مقابلے میں مباہلے کے زعم باطل پر مستعد ہوتے یہ ایسے کیا تھے جو فوراً حجۃ اللہ فی العالمین کے مقابلہ میں مباہلہ کے لئے دست بدعا ہوکر بنی نجران کی طرح اپنی

جہالت کو رسوائے عالم کرلیتے:

بہ حال عبدالرحمٰن ابن ابی بکر کے بعد باعتبار ترتیب خلافت عبداللہ ابن عمر کی طلبی ہوئی اور یوں تقریر شروع ہوئی:

معاویہ گفت کہ من میدانم تو فرقت و تخالف را دشمن میداری و پیوستہ طالب سلامت و عافیتی و می خواہی کہ روئے بشب و شبے بروز آری و در تحت اوامر و نواہی و حاکمی داخل نباشی و طبقہ آنکہ ہمیں شیوہ مرعی داری دگرد خلافت نگردی و در فسادات البین سعی ننمائی کہ مردم با یزید بیعت کردند و مہم او بہ سیاق و انتظام پیدا کردہ عبداللہ گفت خلفائے ما تقدم پسران داشتند نا فعل و پہنیز کار تہ از پسر تو و ہیچکس از ایشاں رقم خلافت بر پسر خود نکشیدہ و معہذا الکس من نمی خواہم کہ در ہدم قوم مسلماناں بکوشم اگر کار بر آیا بر حکومت پسر تو اتفاق کنند من ہم یکے از ایشانم معاویہ گفت سنجیدہ گفتی بسعادت و سلامت مراجعت نمائی و از شامیاں پرحذر باش:

پرحذر باش کی دہمکی تو امیر صاحب کا تکیہ کلام تھا مگر جس طرح معاویہ نے انکی دلجوئی کی انہوں نے بھی زمانہ با تو نسازد تو با زمانہ بساز: ویسی ہی خاطرداری کردی اور فی الجملہ یزید کی بیعت پر اپنی رضامندی ظاہر کردی مگر صرف کافتہ المسلمین کی بڑائے نام شاخ لگادی:

ان کے بعد جس شخص کی امیر صاحب کے دربار میں پکار ہوئی وہ ایسا حرفت والا اور آنکھ میں آنکھ ملاکر جواب دینے والا تھا جو اس وقت میں بھی ان سے زیادہ اپنے آپ کو خلافت کا دعویدار اور مستحق سمجھتا تھا اور استحقاق خلافت کے لئے انہیں جیسا خلافت پر اپنی بغاوت کا حملہ بھی کرچکا ہے اگر شام میں انکو اپنی خلافت کا دعوے ہے تو حرمین میں وہ بھی اپنے آپکو خلیفہ سے کم نہیں سمجھتا وہ کون ہے عبداللہ ابن زبیر حضرت صدیق کے نواسے اور حضرت صدیقہ کے بھانجے اب ان میں اور امیر صاحب میں جیسے برابر کی جوڑ چلی اور جیسی گہری چھنی وہ ہمارے مستند مورخ کی اس عبارت سے مفصل ظاہر ہے۔

چون چشم معاویہ بروے اُفتاد گفت ایں روباہے است کہ ہر راہے کہ سوراخ او مسدود می شود از راہے دیگر بیروں می رود بعد ازاں گفت اے پسر زبیر بر جان خود بترس وگرد خلافت و شقاق مگرد و بداں کہ خلافت یزید قرار گرفتہ و کارے مستقیم و منتظم گشتہ است مستقل باش عبد اللہ گفت اے معاویہ در ضمیر من تخالف اہل اسلام نیست اما مے باید موسس و بانی فتنہ نباشی وایں کار را بنوعے حوالہ کنی وازحکومت ملول شدہ دست ازآں باز بدار و بہ پسر خود مدہ خلافت رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم امرے خطیر است و در روز قیامت تورا سوال کنند کہ چوں از عہدہ ایں بیروں آمدی و بعد از خود بکہ بگذاشتی و در فاتحہ و خاتمہ آنچہ در ضمیر داری بیاندیش معاویہ گفت اے پسر زبیر ایں سخناں را بگذار و بحذر باش کہ شامیاں ایں کلمات از تو نشنوند کہ ایشاں را طاقت استماع ایں حدیث نیست عبد اللہ متامل و خائف بمنزل خود باز گشت ؛

لکہ میں آکر امیر صاحب نے جو بیعت یزید کے معاملے میں کیا وہ ہمارے سلسلہ بیان سے پورا معلوم ہوا ابھی تک انکو اپنی کامیابی کی کوئی اُمید نہ تھی پھر دو تین روز کے بعد ہدیہ اور تحائف کا قدیم سلسلہ شروع کیا گیا اور بہت سے گرانمایہ ہدیے اور قیمتی تحفے تمام اہل اسلام کی خدمت میں پیش کئے گئے اور ان میں سے ان چار صاحبوں کی خدمات میں سب سے زیادہ اضافہ فرمایا گیا اور ان چار صاحبوں میں بھی سب سے اعلےٰ اور بہتر تحائف جناب امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں پیش کئے گئے۔ چنانچہ ہمارے معتبر مؤرخ تحریر فرماتے ہیں :

نزد امیر المومنین امام حسین علیہ السلام بیش از دیگراں فرستاد و جانب اورا از ہمہ مرجح داشت اما آنجناب علیہ السلام صلہ آں را قبول نفرمود ؛ روضۃ الصفا صفحہ ۳

جب یہ کوشش بھی بیکار اور بے اثر ثابت ہوئی تو پھر ایک بہت بڑی مجلس خانۂ کعبہ میں منعقد فرمائی اور اس میں تمام اہل اسلام حاضر ہوئے جس میں جناب امام حسین علیہ السلام عبد الرحمن ابن ابی بکر۔ عبد اللہ ابن زبیر بھی خصوصیت کے ساتھ بلائے گئے اور ایک بہت

بڑا منبر امیر صاحب کے جلوس کے لئے آراستہ کیا گیا مگر امیر صاحب نے آغاز کلام سے پہلے
سوچ لیا کہ پہلے ان حضرات کا استمزاج لینا چاہیئے کہ اب بھی ان میں سے کوئی ہمارا موافق
اور ہمخیال ہوا یا نہیں اس لئے پہلے ان سے مشورتاً پوچھ لینا ضروری ہوا؛ ہم اس تقریر کو
بھی روضۃ الصفا کی عبارت سے ذیل میں قلمبند کرتے ہیں:

معاویہ امام حسین علیہ السلام و عبدالرحمٰن ابن ابی بکر و عبداللہ ابن عمر و عبداللہ ابن
زبیر را طلب داشت و با ایشاں گفت کہ شفقت مرا نسبت بحال خویش می شناسید و ایں
وقت آنچہ امکان داشت در بارۂ شما خدمت شائستہ بجا می آوردم و صلۂ رحم را منظور
میداشتم و اُمید وارم کہ من بعد ایں معنی سمت از دیاد پذیرد و غرض از تشبیب ایں
مقدمات آنکہ یزید برادر و پسر عم شما است و خاطرخواہ من آنکہ بحسب ظاہر اورا خلیفہ
شمارید و در معنی اختیار اُمور مملکت در قبضہ اختیار شما خواہد بود؛

غرض کیا بُری شئے ہوتی ہے یہ بات وہ بات دہر میرے ہاتھ؛ امیر صاحب ہر طرح
سے مجبور اور ہر طرح سے معذور ہو کر بیعت یزید کی تجویزوں میں اسکے کہنے اور صاف
صاف لفظوں میں اس اقرار کرنے میں مجبور ہو ہی گئے کہ ظاہر میں یزید خلیفہ مان لیا جاوے
اور باطن میں آپ حضرات سلطنت کے تمام کاروبار اپنے اختیار سے انجام دیں سبحان اللہ
رو با وشاہے در یک اقلیم نگنجند کے اجتماع ضدین پر بھی کچھ غور نہ کیا وہ تو جیسا کچھ ہونے والا
ہو ہوتا رہے اس وقت تو ہماری ایسی ہو جائے اور ہماری غرض نکل جائے؛ ہر کہ کردہ وکہ می کند
ہمارا جہاں تک خیال یقین کے ساتھ کام کرتا ہے ہم کو یہ ثابت ہوتا ہے کہ امیر صاحب کو اب کی
بار یہ بیش قیمت اور اعلےٰ تحفہ بھیجکر یقین کامل ہو گیا تھا کہ ان قیمتی چیزوں نے ضرور ان حضرات
کو میری طرف کچھ نہ کچھ مائل کیا ہوگا اور یہ میرے ان محاسن سلوک کو مشاہدہ فرما کر پیش
افتادہ ضرورت میں میری ضرور رعایت فرمائیں گے ہم کہتے ہیں کہ ان کا یہ خیال بھی محض
خیال ہی تھا اوّل تو ان اقسام کے محاسن سلوک کے علانیہ اظہار انکی خفیف الحرکاتی اور

کم ظرفی کا پورا ثبوت پہنچاتی ہے دوسرے یہ کہ اگران تحائف نے کوئی ظاہری اثر بھی پیدا کیا ہوگا تو صرف انہیں پر جنہوں نے ان کے ہدیئے اور تحائف قبول کیے ہونگے۔ اب امیر صاحب کو اپنی رعایت و مروت کی اُمید رکھنی چاہیئے تو انہیں لوگوں سے مگر اس کریم النفس مستغنی المزاج کریم ابن الکریم کے ارادے اور استغنا کی نسبت وہ کیا شبہہ فرما سکتے ہیں جس نے ان کے اعلےٰ ترین تحائف و ہدایا اُلٹے پیروں واپس دیئے اس نے نہ امیر صاحب کے ذاتی اعزاز کو اپنے جائز حق کے سامنے خیال فرمایا اور نہ اُن کے اعلےٰ ترین تحائف کے مقابلے میں اپنی عسرت اور ضرورت کا منہ دیکھا؛

خوشامد تملق کے حالی موالی	بہت روز لایا کئے نذر ڈالی
نظر پر نہ اس سیر نیت نے ڈالی	رہی فقر و فاقہ میں منہ پر بحالی

بہرحال حاضرین میں سے کسی نے بھی انکی اس تقریر کا کچھ خیال نہ کیا اور انکی اس خوشامدانہ تقریر پر محض سکوت اختیار کیا مگر عبداللہ ابن زبیر سے چپ نہیں رہا گیا وہ بول اُٹھے انکی تقریر صاحب روضۃ الصفا کی تحریر سے یہ ظاہر ہوتی ہے؛

عبداللہ ابن زبیر گفت اے معاویہ یکے از سہ کار اختیار کن معاویہ پرسید آن کدام است گفت اول آنکہ ہیچ کس را بخلافت تعین مکن چنانچہ حضرت رسالت پناہ صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم تعین نکرد و چون بجوار رحمت حضرت حق عز شانہ انتقال کرد مسلماناں بعد از استشار کسے را کہ اہلیت آں داشت خلیفہ ساختند یعنی ابابکر معاویہ گفت من ایں کار نتوانم کرد چہ درمیان شما ہیچکس را مثل ابی بکر نمی بینم و می ترسم کہ بعد از من درمیان اُمت مخالفت پیدا نشود؛ عبداللہ ابن زبیر گفت اگر ایں صورت مطبوع طبع تو نیست ہمچناں کہ ابوبکر شخصے را از صنادید عرب قریش برگزیدہ خلافت داد تو نیز یکے را اختیار کن بشرط آنکہ آنکس از بنی عبدالشمس و بنی اُمیہ نباشد و اگر ایں معنی ہم موافق طبع تو نیست بہ سنت عمر عمل نما و تعین خلیفہ را بشوریٰ بازگذار باوجود آنکہ عمر اقربا و پسران داشت کہ ہمہ را استحقاق آن بود کہ متصدی امر خلافت ہیچ یک از ایشاں نشود معاویہ گفت ورائے ایں سہ وجہ ہیچ وجہ دیگر بخاطر تو

می رسد ابن زبیر گفت نے سخن ہمین است معاویہ رو بدیگران کردہ گفت شما چہ کس چہ می گوئید ایشاں گفتند کہ ما ہماں میگوئیم آنچہ عبد اللہ ابن زبیر تقریر کرد معاویہ گفت من نمی خواہیم پیش از رحیل بر منبر شوم و مردم را نصیحت کنم و ایں وعظ را بہ فرد اگذاشتم و من برائے شما از اہل شام می ترسم و قد عذر امن انذر عاقبت خیر باد انشاء اللہ تعالےٰ ایں سخن گفتہ ایشاں را رخصت داد"

اب اس ضد کا کیا علاج نہ یہ مانیں گے نہ وہ جو جی میں آئے گا وہی کریں گے امیر صاحب کی پالیسی اور طرز حکومت تو معلوم ہو گئی انکی اس تقریر کو پڑھکر اگر حقیقت پر غور کیا جائے تو عبد اللہ ابن زبیر کی تجویز نہایت صحیح اور جائز معلوم ہو گی امیر صاحب کے انکار کے خلاف! معاویہ اور لوگوں کی سنت تو چھوڑ دی اپنے محسن اور کرمفرما حضرت عثمان کی مبارک سیرت بھی ترک کر دی جنہوں نے خلافت کے حاصل ہونے کے لئے سیرت شیخین پر عمل اور کاربند رہنے کا ہمیشہ کے لئے خصوصیت کے ساتھ وعدہ فرمایا تھا اور معاویہ اس وقت ان کی بھی تقلید نہیں کرتے مگر کریں تو کیسے شریر عبد اللہ ابن زبیر نے تو بیعت یزید کے معاملہ کو دو ٹوک کر کے کیا تین لوگ کر کے ایسا سامنے رکھدیا ہے کہ امیر صاحب کے آئے گئے حواس باختہ ہو گئے اور خصوصاً عبد الشمس اور بنی امیہ کی استثنا کی وہ قیامت کی شرط لگا دی کہ سونے کا سارا گھر مٹی ہو گیا اگر امیر صاحب اس سے زیادہ انسے اُلجھتے تو اور قلعی کھلتی اسی واسطے ان لوگو کو فوراً رخصت کر دیا اور اپنے آئندہ وعظ و پند کو بھی جس کے لئے ایک روز پہلے سے مخصوص اہتمام کیا گیا تھا اس کے لئے موجودہ وقت کو اچھی ساعت نہ سمجھکر کل پر ٹال دیا سمجھے کہ آج اچھی ساعت نہیں ہے اور اتنی تقریر کے بعد ہمارا جادو اسوقت کارگر نہیں ہو گا!

بہر حال ان حضرات کی مشورت کے بعد امیر صاحب کی اُمیدوں میں یاس پیدا ہو چلی تھی اور شام سے مدینہ تک کی کوششیں اور پھر مدینہ سے لے کر مکہ تک کی کوششیں جن میں جا بجا سطوت خسروانی اور شوکت سلطانی کا اظہار کیا گیا تھا اور بعض بعض موقع پر محض عامیانہ

طور پر منت وسماجت سے کام لیا گیا تھا بیکار ثابت ہونے والی تھیں کہ آخر پھر اُنہوں نے اپنی عام فریبی اور عیاری کی ترکیبوں کو عمل میں لانے کی تجویز کی؛

ہم نے جہاں تک ان کے حالات پر غور کیا ہے ان کی تمام کامیابیوں کو انکی انہیں عیارانہ تدبیروں کا عام طور سے نتیجہ پایا ہے اگر اپنے آنے کے وقت ہی سے ان تدبیروں کو اجرصاحب عمل میں لائے ہوتے توکب کے کامیاب ہو گئے تھے مگر یہ تو ابھی ابھی نئے نئے تخت حکومت پر بیٹھے تھے کچھ اپنی ثروت واقتدار کے خیالوں میں بھولے کچھ دولت لازوال پر بھولے کبھی طاقت لسانی پر اعتبار فرمایا اور کبھی سطوت خسروانی پر دھوکا کھایا مگر ان تدبیروں میں سے ایک تدبیر بھی مفید کار نہ ثابت ہوئی آخر مجبور ہو کر جب اپنی قدیم روش پر آئے تو جس طرح دومتہ الجندل کے شور وغوغا نے ان کو خواہ مخواہ امارت دلوادی تھی اسیطرح مکّہ کے دھوم دھڑکے نے بھی بیعت یزید کے جھوٹے سچے دعوؤں میں کسی قدر جان اور کسی قدر قوت پیدا کر ہی دی؛

اب ہم انکی ان عیارتوں کا پوست کندہ حال قلمبند کرتے ہیں؛ آج کی رات یہ صاحب نے جن بیچینیوں میں کاٹی اُن مضطربانہ حالتوں کو کچھ وہی جانتے ہونگے اسی اولجھن میں اپنے ہمراہیوں کو جو شام سے آئے تھے بلاکر یہ ٹھہرائی کہ کل کے مجمع میں جس کا وعدہ آج کے خطبہ میں کر دیا گیا ہے یہ مشہور کر دیا جائے گا کہ ان حضرات نے بھی بیعت یزید منظور کر لی ور نورا پھر اس تقریر کے بعد یہ بیان کیا جائے گا کہ اب خارجا یہ سنا جاتا ہے کہ اس اقرار کے بعد اب پھر وہ لوگ انکار کرنے لگے ہیں تو تم لوگ اتنا سنتے ہی اپنی تلواریں نیاموں سے کھینچ کر فوراً اُن لوگوں کے سروں پر آجانا جو خاصکر اسی لئے بلوائے جائیں گے ایسی فوری کیفیت میں ضرور ہے کہ وہ لوگ اپنی اصلی رائوں کے اظہار سے قطعی مجبور ہو کر خاموش رہجائیں گے اور اس کی نسبت کچھ بھی نہ کہہ سکیں گے اور ان کی یہی خاموشی اور سکوت عامتہ الناس کے دیکھنے میں ان کی رضامندی کے اظہار کا باعث ہوجائے گی اور میرا مقصود

میرے ہاتھ آجائے گا اور اگر کامل طور سے دست بدست یزید کی بیعت نہیں بھی ہوگی تو اس معاملہ سے ان حضرات کی وہ ممانعت تو ضرور کسی قدر رفع ہو جائے گی جو کسی طرح ہماری تجویزوں کے پہلوؤں کو آگے بڑھنے نہیں دیتی!

غرض یہ تجویز قائم کرکے امیر صاحب نے دوسرے دن پھر ویسا ہی مجمع جمع کیا اور ان حضرات کو بھی بلایا اور ایک مخصوص جگہ پر جو اہل شام کی نشست سے قریب تھی بٹھلایا اس سے آگے جو کا . روائی کیگئی وہ روضۃ الصفا کی اصلی عبارت سے ملاحظہ فرمائی جاوے:

روز دیگر شد معاویہ باستحضار صنادید قریش وغیرہم فرمان داد و امام حسین علیہ السلام و عبدالرحمن ابن ابی بکر و عبداللہ ابن عمر و عبداللہ ابن زبیر بموجب فرمودہ حاضر گشتند معاویہ بر منبر رفتہ خطبہ آغاز کرد و بتدریج سخن بمقصود رسانیدہ گفت من از مردم سخنان می شنوم کہ آں را اعتبارے نیست و دیروز چناں استماع نمودم کہ جماعتے باہم می گفتند کہ امام حسین علیہ السلام و عبدالرحمن و عبداللہ ابن عمر و عبداللہ ابن زبیر بخلافت یزید راضی نیستند و باوے بیعت نمی کنند از سخن ایشاں متعجب شدم و ایں چہار کس را کہ استادان قریش و اکابر قبیلہ اند بحضور خویش طلبیدم و از ایں معنی شرائط استفسار بجا آوردم لطفہا کردند و بہ بیعت یزید اعتراف نمودند و ایں حدیث در حضور ایشاں میگویم کہ ہر کس را درایں امر شک و شبہہ باشد مرتفع گردد و دریں اثنا اہل شام شمشیرہا از نیام بر آوردہ گفتند کہ اگر ایں چہار کس آنکار بیعت کردند فبہا و الّا ما ہر چہار کس را می کشیم چہ راضی نیستیم کہ ایں بیعت در خفیہ واقع شود با وجودیکہ شوکت و استقلال و عظمت یزید متابعت ایں چہار کس چہ احتیاج است اے معاویہ بما دستوری فرما تا ہر چہار کس را گردن زنیم معاویہ با ایشاں گفت ساکن باشید و شمشیرہائے خود را غلاف کنید و طالب شر و فساد و فتنہ و خون ریختن نباشید اے اہل شام از خدا بترسید و فتنہ گیرید کہ ہدم بنیان دین مبارک نباشد اہالیان و امرائے شام شمشیرہا را در نیام کردند امیرالمومنین امام حسین علیہ السلام و عبدالرحمن ابن ابی بکر و عبداللہ ابن عمر

عبد اللہ ابن زبیر متحیر گشتند و با خود اندیشیدند کہ اگر گوئیم بیعت نکردہ ایم لامحالہ ما را زندہ نگذارند لاجرم دراں محفل زبان را در کام کشیدند و ہیچ نگفتند و دیگراں با یزید بیعت کردند و معاویہ از منبر فرود آمدہ مردم متفرق گشتند و اعتقاد کردند کہ آنچہار کس نیز بحکومت یزید رضا دادند و با وے بیعت نمودند بنابراں اہل مکہ ایشاں را ملامت ہا نمودند و گفتند روز اول کہ معاویہ از شما بیعت یزید التماس کرد او را امتناع نمودید و بعد ازاں در خفیہ بیعت کردید ایشاں سوگند خوردند کہ ما ازیں خبر نداریم و معاویہ بنابر ایں معنی پے بر خویش کلمات نا واقع گفت و ما از بیم شمشیر ہیچ نہ توانستیم گفت " روضۃ الصفا ۳ بمبئی "

بیعت یزید پر اجماع کی صورت واقعہ یہ تھی جو ہمارے معتبر مورخ کی عبارت سے ظاہر ہوئی اس سے ہر شخص معلوم کر سکتا ہے کہ امیر صاحب نے اپنی مشکل کو کن کن دشواریوں سے حل کیا اور اہل اسلام کے ساتھ بیعت یزید کے معاملے میں کہاں تک اپنی دیانت اور امانت سے کام لیا مدینہ سے مکہ تک کی خاک اوڑائی اور یزید کے خلیفہ تسلیم کر لئے جانے کی کیسی کیسی ترکیبیں کی گئیں خطوط سفارشی لکھے گئے خزانوں کے منہ کھول دیئے گئے حقوق قرابت دکھائے گئے صلۂ رحم کے واسطے دلائے گئے گرانمایہ ہدیئے اور تحائف بھیجے گئے سطوت و شوکت سلطانی بھی اہل شام کی مخصوص عداوتوں سے ڈرائے گئے غرض کوئی بات چھوڑی نہیں گئی اور کوئی کوشش اٹھائی نہیں گئی مگر جب ان ترکیبوں سے کوئی ترکیب مفید کار ثابت ہوئی ہو کوئی نہیں ہر طرف سے مجبور ہو گئے تو انہیں عیاریوں کے قدم آ لگے جن کی بدولت انکے تمام دنیا وی امور نے عموماً انتظام پایا تھا۔

اگر غور کی نگاہ سے دیکھا جائے تو بیعت یزید کی شہرت بھی انہوں نے ایسے ہی کرائی جس طرح جھوٹا سچا اعلان دومۃ الجندل میں اپنی خلافت کے لئے کرا لیا تھا اسکے لئے اگر حقوق بنی امیہ کے موید یہ اعتراض پیش کریں کہ ان حضرات کو اسی وقت معاویہ کی غلط بیانی اہل اسلام کے مجمع عام میں ثابت کر دینی ضرور تھی تاکہ وہ لوگ بھی ان کے انکار کو سنکر یزید کی بیعت

کئے ہیں کہ مروان نے مدینہ میں خطبہ پڑھا اور وہ اس وقت معاویہ کی طرف سے مدینہ کا حاکم تھا کہنے لگا کہ معاویہ نے مناسب سمجھا ہے کہ اپنے بیٹے یزید کو اپنے بعد تم لوگوں کا خلیفہ بنائے ابوبکر وعمر کی سنّت پر۔ عبدالرحمٰن ابن ابوبکر کھڑے ہو گئے اور کہا نہیں بلکہ قیصر و کسریٰ کی سنت پر کیونکہ عمر اور ابوبکر نے خلیفہ اپنی اولاد یا اپنی اہلبیت میں سے نہیں بنایا:

بہرحال اب ہم کو اس بحث کے متعلق کچھ لکھنا نہیں ہے ہماری یہ بحث ناظرین کتاب کی نگاہوں میں ضرور ایک مطوّل بیان معلوم ہو گی اس میں شک نہیں کہ ہماری یہ بحث امیر صاحب کی عیاریوں کے حیرت انگیز واقعات کے کامل دفتر اور انکی شعبدہ بازیوں اور ہوش رُبا طلسموں کی مفصل داستان ہے اب ایسی وسیع اور طویل تفصیل کو دیکھکر ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ امیر صاحب نے خلافت یزید کے لئے عامۃ المسلمین سے انکی رضامندی اور قبولیت حاصل کرنے کی کوششوں میں کہاں تک راستبازی اور صداقت سے کام لیا ہے اور اُنہوں نے صلحنامہ کی اس تحریری شرائط کی تعمیل میں کہ خلافت موجودہ کے کل اختیار معاویہ کے بعد امام حسن علیہ السلام یا اُن کے اہلبیتؑ میں سے کسی کی طرف منتقل کر دیں گے یا اس امر کو شوریٰ پر چھوڑ دیں گے اور کسی شخص کو اپنی طرف سے متعین نہیں کریں گے امیر صاحب نے کہاں تک راستی اور صداقت سے کام لیا اور کہاں تک اپنی راستبازی دکھلائی اور جو لکھا تھا اور جسکی تعمیل پر عند اللہ وعند الناس معاہدہ کیا تھا کہاں تک پورا کیا:

اس بحث کے آخر میں ہم یہ فیصلہ کرتے ہیں کہ معاویہ نے اس شرط کی نسبت بالکل خلاف عمل کیا اور اپنے معاہدہ میں اسکے متعلق ایک عہد پر بھی قائم نہ رہا:

تیسری شرط سبّ امیر المومنین علیہ السلام

اس شرط کی تمام و کمال کیفیت ہم اوپر لکھ چکے ہیں مگر تاہم اپنے سلسلۂ بیان قائم کرنے کے لئے ایک مختصر کیفیت جو انہیں سابق بیانات کا خلاصہ ہے جن کو ہم بذیل تذکرہ صلحنامہ

علامہ ابن حجر کے انکار کی تردید میں لکھ آئے ہیں پھر اس مقام پر مندرج کرتے ہیں:

جیسا ہم نے اوپر بیان کیا ہے کہ معاویہ نے اس شرط کو صلحنامہ میں دیکھکر قطعی انکار کر دیا اور حقیقت یوں ہے کہ اسی بدعت کے ساتھ انکو کمال اُلفت و محبت تھی اور اسکی اشاعت و اقامت سے انکے قلب کو کچھ ایسی ہی راحت پہنچتی تھی جسکی وجہ سے وہ اسکے امتناع کو ہرگز پسند نہیں کرتے تھے بس صرف ایک اسی امر سے انکی عداوت علی ابن ابی طالب علیہ السلام میں کمال شدت ثابت ہے کہ تمام شرائط قبول کرنے میں ان کو ایک لحظہ توقف نہیں ہوا بلکہ بکمال رغبت صلحنامے کے تمامی شرائط قبول کر لئے مگر اسنے صاف انکار کر دیا جب امام حسن علیہ السلام کی طرف سے اسپر بہت اصرار کیا گیا تو اسکے رواج کو قطعی بند کر دینے کا اقرار تو نہیں کیا مگر اتنا لکھ دیا کہ جس مجلس میں آپ تشریف رکھتے ہونگے اسمیں وہاں احتیاط کی جائے گی۔

مورخ ابو الفدا لکھتے ہیں کہ اسپر بھی معاویہ نے وفا نہیں کی۔

بہرحال یہ ایجاد امیر صاحب کی ایسی کامل ایجاد تھی کہ انکے بعد بھی پُشت در پشت اور نسل بعد از نسل جاری رہی انکے زمانہ سے لیکر عمر ابن عبد العزیز کی خلافت تک یہ دستور تمام قلمرو اسلامی میں ہمیشہ جاری رہا۔ چنانچہ مورخ ابو الفدا کی اصلی عبارت یہ ہے:

وکان معویۃ وعمالہ یدعون لعثمان فی الخطبۃ یوم الجمعۃ ولسبون علیا وکان المغیرۃ ابن شعبۃ متولی الکوفۃ کان یفعل ذلک فی طاعتہ۔ ابو الفدا النسخہ ع ۱۹۶ ص

معاویہ اور اُسکے عمال جمعہ کے دن خطبوں میں حضرت عثمان کے واسطے دعا کرتے تھے اور امیر المومنین علی علیہ السلام پر لعنت کرتے تھے مغیرہ حاکم کوفہ تھا وہ بھی معاویہ کی اطاعت کی وجہ سے ایسا ہی کیا کرتا تھا پھر ہمارے معتبر مورخ آگے چلکر یہ عبارت تحریر کرتے ہیں: کان خلفاء بنی امیۃ یسبون علیا من سنۃ احدی وخمسین (اربعین) واھل بیتہ التی خلع الحسن علیہ السلام فیھا نفسہ الخلافۃ الی اول سنۃ تسع وتسعین اخر ایام سلیمان ابن عبد الملک فلما ولی عمر ابطل ذلک وکتب الی نوابہ باطلہ ابو الفدا النسخہ ع ۲۱۲ ص

ابتدائے تبلغ خلافت امام حسن علیہ السلام یعنی ۱ھ تا ۹۹ھ یعنے عہد معاویہ سے تا آخر عہد سلیمان بن عبدالملک خلفائے بنی اُمیہ جناب امیر علیہ السلام اور ان کی اہلبیت علیہم السلام پر سب کیا کرتے تھے - جب عمر ابن عبدالعزیز حاکم ہوا تو اُس نے اس بدعت کو موقوف کیا اور اس کے بجائے موقوفی کے لئے تمام احکام اپنے نائبوں کو ملک میں بھیجے۔

ہم صرف سب ثبوت کو اپنے دعا کے لئے کافی سمجھتے ہیں مگر اپنے ناظرین کے مزید اطمینان کیلئے اس ضمن میں عمر بن عبدالعزیز کے خاص لکھے ہوئے دو واقعات اور ذیل میں تحریر کئے دیتے ہیں جو انہوں نے امتناع سب علی علیہ السلام کے اسباب میں لکھے ہیں۔

عمر بن عبدالعزیز کا بیان ہے کہ میں عبداللہ ابن عتبہ ابن مسعود سے کلام اللہ پڑھتا تھا ایک روز لڑکوں میں کھیل رہا تھا اُس وقت ان کا کھیل کیا تھا جناب علی ابن ابی طالب علیہ السلام کو گالی دینا اور انکے اہلبیت علیہم السلام کو برا کہنا لڑکے کھیل رہے تھے کہ ان کا اُستاد عبداللہ ابن عتبہ ابن مسعود آگیا اور مسجد میں چلا گیا جب عمر ابن عبدالعزیز اپنا سبق پڑھنے گیا تب عبداللہ نے اس کی طرف سے منہ پھیر لیا جب میں نے وجہ پوچھی تو عبداللہ ابن عتبہ ابن مسعود نے کہا کہ تو علی علیہ السلام کو بُرا کہتا ہے میں نے نہایت آزادی سے جواب دیا، ہاں اس میں عیب کیا ہے عبداللہ نے کہا تو نے کلام مجید میں کہیں پڑھا ہے کہ اہل بدر سے حق سبحانہ تعالے راضی ہو کر پھر اُن پر غضبناک ہوا ہو میں نے پوچھا کہ کیا علی علیہ السلام اہل بدر تھے اس نے مجھے جواب دیا، ویحک، افسوس ہے تجھ پر تو نہیں جانتا کہ غزوۂ بدر بالتمام جناب علیؑ مرتضے علیہ السلام کے ہاتھوں پر فتح ہوا ہے؛ عمر ابن عبدالعزیز کا قول ہے کہ اُس دن سے میں نے وعدہ کرلیا کہ اب آپ کے حق میں بُرا نہ کہونگا۔

اس واقعہ کے بعد دوسرا واقعہ وہ یوں لکھتے ہیں کہ جب میرا باپ ہشام ابن عبدالملک مدینہ میں امیر ہوا تو میں بروز جمعہ زیر منبر حاضر رہتا تھا وہ خطبہ پڑھنے لگتا تھا اُسوقت تمام خطبہ تو کمال فصاحت و بلاغت سے ادا کرتا تھا مگر جب علی علیہ السلام کی مذمت پر آتا تھا تو اس کی

زبان ژولیدگی کرنے لگتی تھی اور اُس پر ایک عجیب اضطراب طاری ہوتا تھا ایک روز میں نے اُس سے پوچھا کہ آپ تو فصحائے زمانہ میں ہیں پھر یہ کیا بات ہے کہ جب آپ علی علیہ السلام کی مذمت بیان کرنے لگتے ہیں تو آپ کی زبان ژولیدگی کرنے لگتی ہے اُس نے کہا اے فرزند یہ لوگ جو اہل شام وغیرہ سے منبر کے نیچے جمع ہوتے ہیں اگر اس مرد کے فضائل و مناقب سے آگاہ ہو جائیں جس طرح تیرا باپ آگاہ ہے تو سب ہم سے برگشتہ ہو جائیں اور پھر ایک آدمی بھی ہماری اطاعت نہ کرے۔ دیکھو تاریخ کامل ابن اثیر جلد ششم ص ۱۰

ان واقعات سے تو اس بدعت کا جس کے موجد خاصکر امیر صاحب ہی معلوم ہوتے ہیں اس زمانے میں ایسا عام رواج پایا جاتا ہے اور ثابت ہوتا ہے کہ لڑکے کھیلتے بھی تھے تو انکا کھیل بھی یہی تھا اور ان حضرات کے فضائل و مدارج سے ایسی ناواقفیت اور غفلت تھی کہ اُنکے مناقب و معارج کی اصلی حقیقت تو کہاں معلوم ہوتی ان کو یہ بھی معلوم نہیں تھا کہ یہ غزوہ بدر میں شریک تھے یا نہیں۔

اب ہم کو اس سے زیادہ ثبوت پہونچانے کی مطلق ضرورت نہیں ہے اور ہم کو یقین ہے کہ ہمارے ناظرین کی تسکین کے لئے اتنا ہی کافی ہے۔

چوتھی شرط اس کے بعد یہ تھی کہ مضافات فارس کا خراج امام حسن علیہ السلام کی خدمت میں برابر پہنچایا جایا کرے۔

مضافات فارس کی نسبت مختلف الفاظ لکھے ہیں کسی تاریخ میں دارابجرد لکھا ہے کسی میں متعلقات بصرہ کسی میں مضافات مدائن اسی طرح کوئی کچھ نام بتلاتا ہے کوئی کچھ۔ غرض کوئی مقام ہو ہم کو اس سے بحث کم مطلب ہے غرض ہے تو اتنی کہ بلاد اسلامی میں کسی ایک جزو کی نسبت معاویہ نے یہ عہد کیا تھا کہ اس جزو خاص کا خراج امام حسن علیہ السلام کی خدمت میں ہمیشہ پہنچایا رہے گا۔ اب اس کی نسبت جہاں تک تحقیق کیگئی ہے یہ ثابت ہوتا ہے کہ یہ رقم خراج بھی کسی سال میں آپ کی خدمت میں نہیں پہنچائی گئی۔

دیکھو روضتہ الصفا اعثم کوفی ابوالفدا اور طبری؛

پانچویں شرط یہ تھی کہ تا روز صلح جس قدر رقم خزانۂ کوفہ و بصرہ میں موجود ہو وہ امام حسن علیہ السلام اور ان کے متعلقین کے ذاتی مصارف کے لئے تسلیم کر دی جائے؛

اسکی کیفیت ابوالفدا طبری اور روضتہ الصفا کے معتبر مولفین نے یہ لکھی ہے کہ بصرہ کا خزانہ تو جناب عبداللہ ابن عباسؓ کی تقدیر کا حصہ بنا؛ باقی رہی کوفہ کی رقم وہ جناب امام حسن علیہ السلام کے ان طماع ہمراہیوں کے ہاتھ لگی جو ہر وقت اسی کی تاک لگائے بیٹھے تھی

چھٹی شرط یہ تھی کہ دس لاکھ رقم یا ایک لاکھ یا دس ہزار درہم سالانہ امام حسنؑ علیہ السلام کی خدمت میں برابر خلافت کی طرف سے پہنچتا رہے گا؛

اس کی نسبت بھی ہمیں کوئی قوی ثبوت نہیں پہنچا بعض تاریخوں سے یہ پتہ چلتا ہے کہ خلافت کی طرف سے کوئی رقم سالانہ آپ کی خدمت میں پہنچا کرتی تھی مگر کوئی تاریخ اس کی قرار واقعی تعداد نہیں بتلاتی بعض مؤرخ یہ لکھتے ہیں کہ تعین سالانہ کی مستقل شرط نہیں تھی جب معاویہ حجاز کے سفر میں آتا تھا تو جہاں عامۃ المسلمین کے ساتھ سلوک ہوتا تھا وہاں فرزند سید المرسلین صلوات اللہ علیہ وآلہ اجمعین کے ساتھ بھی؛ مگر ہم ان مختلف بیانات پر اعتبار نہیں کرتے کیونکہ جو تاریخیں یہ اختلاف بیان کرتی ہیں وہی تاریخیں آخر میں انہیں شرائط کے فیصلہ میں قطعی طور سے یہ لکھتی ہیں کہ معاویہ نے ان شرائط میں سے ایک شرط پر بھی وفا نہیں کی؛ روضتہ الصفا؛ اعثم کوفی ابوالفدا اور طبری کا قول ملاحظہ ہو؛

ابوالفدا کی عبارت یہ ہے؛ بیت المال کوفہ میں لاکھ درم تھے وہ امام حسن علیہ السلام کے رفقا کے ہاتھ لگے باقی دارالجرد کا خراج وہ کبھی اہلبیتؑ طاہرین کو نہ دیا؛ ترجمہ ابوالفدا صفحہ ۳۴۲ دھلی؛

ایک انگریزی مؤرخ سائمن ڈی آکلی جس کو جانبین سے اتفاق و اختلاف کی کوئی وجہ نہیں ہے اپنی تاریخ ہسٹری آف ساراسینس مطبوعہ لندن کے صفحہ ۳۴۴ میں

بحوالۂ تاریخ الامین یہی لکھتا ہے کہ معاویہ نے اپنے معاہد میں سے کسی عہد کو بھی پورا نہ کیا؛

اب ہماری اس مطول بحث اور اس مسلسل بیان کو پڑھکر جس کی ابتدا ہم نے اس سرخی سے کی تھی کہ امیر معاویہ نے اپنے شرائط میں سے کسی شرط کو بھی پورا نہیں کیا ہمارے ناظرین اپنی بخوبی تسکین کرلیں گے اور یہ سمجھ لیں گے کہ معاویہ نے اس صلحنامہ کے شرائط سے قطعی انحراف اختیار کیا اور اُن شرائط میں سے کسی شرط کو بھی پورا نہ کیا انکی راستبازی صداقت دیانت اور امانت غرض تمام اخلاقی محاسن اس سے معلوم ہوجاتے ہیں اسلئے جن معاہدے کے ساتھ اُنہوں نے اسلام کی حکومت حاصل کی تھی وہ پوری نہیں کی تو تمامی استحقاق باطل ہوگئے اور انکو اپنے اثبات دعوے کے لئے کوئی دلیل باقی نہیں رہی۔

اگرچہ ہم نے اس بحث کے متعلق ضرورت سے زائد طوالت سے کام لیا ہے کیونکہ ہمارے مدعا بیان کے لئے صرف ان تاریخوں کی یہ آخری رائے لکھ دینا کافی تھی جس کو ہم ابھی ابھی اپنی بحث کے آخر حصہ میں لکھ آئے ہیں مگر ہم نے اتنے اختصار کو اپنی کتاب کے ناظرین کے اطمینان کے لئے کامل طور سے کافی نہ سمجھا اور اسی وجہ سے تمام واقعات کو پوری تفصیل کے ساتھ لکھنے کے لئے مجبوری ہوئی؛

بہرحال۔ صلح نامہ کے متعلق تمام حالات کو لکھکر اب ہم اپنی تالیف کے قدیم سلسلہ پر آجاتے ہیں اور یہ بیان ہوا ہے کہ جناب امام حسن المجتبیٰ علیہ السلام کی عزلت نشینی کے واقعات کے نشان ملنا دشوار ہیں کیونکہ تاریخ و سیر کی کتابوں میں واقع صلح نامہ کے بعد آپ کی وفات کے حالات کے سوا اور دوسرے واقعات نہیں ملتے یا دو چار واقعات جو ملتے ہیں وہ اخلاقی مضامین سے متعلق ہیں اس میں تاریخوں کی مجبوری درست ہے کیونکہ جب تک خلافت سے سروکار رہا اُسوقت تک تالیفات میں آپ کے حالات لکھے گئے اور جب سے آپ نے قطعی دست برداری اختیار فرمائی تو آپ کے حالات پر پردہ پڑ تا گیا؛ اس وجہ سے آپکے اس دہ سالہ حالات کا سراغ لگانا ایک سیرت نویس کے لئے ضرور دشوار ہے؛

اوپر ہم نے آپ کی عزلت نشینی اور خانہ نشینی کے روزانہ مشاغل اور فرائض اور طرز معاشرت کی ایک اجمالی صورت ضرور قائم کر دی ہے جس سے ہمارے ناظرین کا پورا اطمینان ہو جائے۔

امام حسن علیہ السلام کی وفات کے حالات

امام حسن علیہ السلام نے دس برس کی مدت حیات صلح نامے کے بعد معاویہ کی ظالمانہ حکومت کے زمانے میں کاٹی آپکی خود معاویہ نے جو اندھیر تمام ملک میں مچا رکھا تھا وہ آپ اپنی آنکھوں سے ملاحظہ فرما رہے تھے آپ کے شیعوں اور محبوں کے ساتھ جو سلوک ہوتے تھے وہ آپ اپنی رأۃ العین مشاہدہ فرماتے تھے مگر سوائے اسکے کہ آپ اُن اجل نصیبوں کے افسوسناک حالات اور قیامت خیز واقعات کو ملاحظہ فرمائیں اور صبر اختیار کریں۔ بھلا بس اور کیا کر سکتے تھے خصوصاً حجر ابن عدی اور انکے ہمراہیوں کے قتل کا افسوسناک اور دل ہلا دینے والا واقعہ سُن کر آپ کے قلب نورانی کا کیا عالم تھا اس کا اندازہ ہماری تحریری قوتوں سے ناممکن ہے۔

امام حسن علیہ السلام کی حیات کا یہ عرصہ انہیں انتشار اور اضطراب میں گذرا اور کسی دن آپ کو ان وحشت خیز اور ملال انگیز اخبار و آثار سننے سے فرصت نہ ملی ؎

اک نہ اک خط ہمیں ہر روز کُھلا ملتا ہے	ہو ہی جاتی ہے احباب سے دنیا خالی

اس شخص کے محزون اور مجروح دل کی کیا کیفیت ہو گی جس پر ہر روز مخالفت زمانہ اور مخاصمت حریفانہ کے گہرے گہرے زخم لگتے ہوں گے ان حالتوں پر بھی حریف مقابل کو آپ کی طرف سے پورا اطمینان نہیں۔

اگرچہ امام حسن علیہ السلام کو اس دست برداری اور عزلت نشینی کے زمانہ میں بھی زندگی کا کوئی لطف اور کوئی حظ حاصل نہیں تھا مگر امیر بھی معاویہ انکے خیالوں اور انکی فکروں سے خالی نہیں تھو وہ باوجود ان تجویزوں کے یہ تدبیر بھی سوچتے تھے کہ امام حسن علیہ السلام کی

ہلاکت بھی ہو اور ہماری برأت بھی: انکا دلی مقصد یہ تھا کہ کسی حیلہ سے آپ کی شہادت ہو جائے مگر اس کی نسبت میری شرکت کا گمان اور شبہ نہ پھیلنے پاوے چنانچہ امام طبری نے اس مضمون کو اپنی کتاب کی صاف صاف عبارت میں لکھا ہے وہ یہ ہے:

چون حسن علیہ السلام رفت حادیہ در تدبیر ہلاک او ایستاد تا او را بچہ رہ ہلاک کند تا مردمان ندانند کہ او را ہلاک کردہ است: تاریخ طبری جلد چہارم ص ۲۰۰

امیر صاحب کی جو تجویزیں ہوتی ہیں دنیا سے نرالی: کہیں آج تک خون ناحق بھی چھپا ہے پھر کس کا خون جو فرزند سید المرسلین اور حجۃ اللہ فی العالمین ہو سلام اللہ علیہم اجمعین۔ غرض امیر صاحب چھپانے کی جتنی اور جیسی فکریں کرتے گئے اتنے ہی انکے معاصی اور معائب طشت از بام ہوتے گئے اپنی برأت کی تدبیروں میں سوچے تو یہ کہ کسی فریب اور عورت کے ذریعہ سے انکی شہادت کی ترکیبیں عمل میں لائی جائیں: اہلبیت کرام علیہم السلام کے طبقہ سے ایسی بے وفائی کی مطلق امید نہ تھا تو معاویہ ہی کا عقیدہ ہو گا: ہم کیا کسی اہل اسلام کا ایسا گمان کرنا اس کے کفر کی دلیل ہے مگر جعدہ بنت الاشعث جو ان دنوں حضرت امام حسن علیہ السلام کے عقد نکاح میں تھی اس کے لئے تجویز کیگئی: جعدہ کا سلسلہ عداوت بھی ملاحظہ ہو:

جعدہ کا باپ اشعث ابن قیس حضرت ابی بکر کے سالے تھے: ان کی عداوت و نفاق کی تفصیل اس کتاب کی جلد اول معارک صفین کے حالات میں دیکھی جائے:

ملا مجلسی علیہ الرحمہ کا قول ہے کہ اشعث امیر المومنین علیہ السلام کے خون ناحق میں شامل اور بشہادت جناب محمد صادق صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم شقی ترین اولین و آخرین میں داخل تھا انکے صاحبزادے محمد برعکس نہند نام زنگی کافور: بمصداق الولد سر لابیہ جناب امام حسین علیہ السلام کے قاتل: چنانچہ جس اخیر ضرب شمشیر سے آپ تیورا کر نا فرش زین سے فرش زمین پر تشریف لائے وہ اسی بدبخت کے ہاتھوں کی صفائی تھی:

جلا العیون جلد ۱ صفحہ ۲۸۷ :

خوب یاد آیا ملا رحمۃ اللہ علیہ نے ان کے حال میں کچھ تھوڑا سا ان کے مظالم کا سلسلہ چھوڑ دیا ہے وہ ہم پورا کئے دیتے ہیں معرکۂ کربلا کے قبل ہی محمد ابن اشعث تھے جنھوں نے حضرت مسلم ابن عقیل کو اس عالم غربت میں اپنے غلام سیاہ رو کی سراغ رسانی پر طوعہ کے گھر میں سو سواروں کی دوڑ لے جا کر جا گھیرا اور اس مظلوم کو زخموں سے معذور اور ہر طرف سے مجبور کر کے گنا ہگاروں کی طرح مشکیں باندھ کر عبد اللہ ابن زیاد کے سامنے ڈال دیا۔ بہر حال جعدہ ایسے باپ کی بیٹی اور ایسے بھائی کی بہن تھی پھر انکے دل میں امام حسن علیہ السلام یا اہلبیت کرام علیہم و علیٰ ابنا ہم سلام کی کیا محبت ہو گی اور اُنسے ان کی ہمدردی کی کیا اُمید ہو سکتی ہے :

امیر صاحب جن توڑ جوڑ کے آدمی تھے وہ دنیا جانتی ہے اُنھوں نے مروان الحکم کے ذریعہ سے جو اُن دنوں مدینہ کا عامل تھا جعدہ بنت الاشعث کی سازش کی فکر لگائی اور اس بدبخت کو اس وعدے پر آمادہ کیا کہ جب تو امام حسن علیہ السلام کی شہادت کی ترکیبوں کو عمل میں لا چکے گی تو ہم تیرا نکاح اپنے ولیعہد یزید کے ساتھ کرا دیں گے وہ ایمان فروش اس کے فریب میں آگئی اور ظاہری ثروت و اقتدار کی فریفتہ ہو کر فرزند رسول صلے اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کی ہلاکت کا باعث ہوئی اور دو یا تین بار جناب امام حسن المجتبیٰ علیہ السلام کو مختلف طریقوں سے زہر دیا مگر چونکہ سمیت کا اثر نہایت کم ہوا اس لئے طبیعت نے اسکا ازالہ آپ ہی کر لیا اور آنحضرتؑ کو صحت ہو گئی معاویہ کو ان کیفیتوں کا تو روزانہ کچا چٹھا پہنچا کرتا تھا جعدہ کے دوبارہ ناکامیاب رہنے کی حقیقت معلوم کر کے اُنھوں نے ایکی بار وہ سریع التاثیر سم قاتل جو روم سے منگوایا تھا مروان کے ذریعہ سے جعدہ کے پاس بھجوایا اور جعدہ سے سابق وعدوں میں دو تین اور تازہ ہدیوں کا اضافہ فرمایا چنانچہ طبری کے مطابق وہ وعدے یہ تھے دو ہزار دینار۔ دس پارچہ زرّین سولہ کوفہ کا

زیت (خوشبودار روغن)

جعدہ ان سب چیزوں کو پاکر اپنے کام میں مصروف ہوئی اور موقع پاکر وہ شہربت سم آلودہ امام حسن علیہ السلام کے پینے والے برتن میں سب کا سب ملا دیا رات کا وقت تھا امام علیہ السلام سونے سے اُٹھے پیاس معلوم ہوئی اور ایکبارگی وہی زہر آلود پانی پی گئے جیسکے ایک گھونٹ نے گلوئے مبارک سے اترتے ہی فرزند رسولؐ اور جگر بند بتولؑ روحنا لہ الفدا کے جگر مبارک کے ایک ٹکڑے کے سو سو ٹکڑے کر دیئے: ابوالفدا ص ۲۴۴ طبری جلد چہارم صفحہ ۶۰۵؛

اس عزلت نشینی کے زمانے ہی میں جیسا ہم اوپر لکھ آئے ہیں آپکو دوبارہ زہر دیا گیا تھا طبری امام حسن علیہ السلام سے خود نقل کرتے ہیں کہ تیسری دفعہ جس میں آپ کی رحلت واقع ہوئی لوگوں نے اس زہر کی نسبت آپ سے استفسار کیا تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ سقیت السم مرتین وھٰذہ الثالثۃ یہ تمام سازشیں مروان کے ذریعہ سے عمل میں لائی گئی تھیں جب جعدہ حسب الوعدہ شام میں پہنچی تو معاویہ نے اس کی طرف کوئی اعتنا نہیں کی؛ انتظار بسیار کے بعد جب اس نے امیر صاحب سے انکے وعدوں کی نسبت زیادہ اصرار کیا تو جواب ملا کہ جب تو نے حضرت امام حسن علیہ السلام سے یکتا اور مقدس شوہر کو جو سبط رسول مقبول صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم تھے کچھ نہ سمجھا اور انکی ہلاکت کا باعث ہوئی تو میں یا میرا بیٹا یزید تجھ سے منتفع ہونے کی کیا اُمید رکھ سکتا ہے اتنا کہکر معاویہ نے اُسکے قتل کا حکم دیا اور وہ شہر دمشق میں قتل کر دیگئی؛ تاریخ طبری جلد چہارم صفحہ ۶۰۷

کفایۃ الطالب کے معتبر مولف لکھتے ہیں کہ قتادہؒ ابن اثیر امام حسن علیہ السلام کی علالت کی خبر سُنکر عیادت کی غرض سے (تشریف لائے) حاضر خدمت ہوئے: ان کا بیان ہے کہ میں نے اُس حالت میں جناب امام حسن علیہ السلام کو پایا کہ آپ کے سامنے طشت رکھا تھا اور آپ جگر مبارک کے ٹکڑے اس میں اگل رہے تھے؛

جس زہر ہلاہل کی یہ قاتل تاثیر ہو اُس سے انسان کی غریب جان کے بچنے کی اُمید کی جا سکتی ہے اور اُس سے جانبر ہونے کی کیا توقع ہو سکتی ہے۔ امام حسن علیہ السلام نے کامل تین روز اسی اضطراب میں کاٹے جس روز آپ کی وفات واقع ہوئی اُس دن آپ نے حاضرین کے مجمع میں ذیل کی وصیتیں جو آپ نے منصب امامت کے لئے نہایت ضروری تھیں ادا فرمائیں جنکو ترجمہ جلاءالعیون سے باسنادِ کتاب کفایۃ الطالب لکھتے ہیں:۔

جناب امام حسن علیہ السلام نے اپنی آخری وصیت کی ابتدا یوں فرمائی کہ میں نے سنا ہے جناب رسالتمآب صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے کہ بعد آنحضرت بارہ خلیفہ ہونگے اور یہ سب تیغ یا زہر سے شہید ہونگے پس طشت سامنے سے اُٹھایا گیا اور حضرت گریاں ہوئے۔ جنادہ بن اُمیہ کا بیان ہے کہ میں نے بھی آپ کی خدمت میں موعظہ سننے کیلئے استدعا کی تو آپ نے بھی وہیں سے اپنی تقریر کا سلسلہ اُٹھایا جہاں سے ختم کیا تھا اور ارشاد فرمایا کہ سفر آخرت پر مہیا رہو اور توشہ سفر قبل اجل پہنچنے کے تحصیل کر لو اور واضح ہو کہ تم دنیا کو طلب کرتے ہو اور موت تم کو طلب کرتی ہے۔ اُس روز کے اندوہ سے باز رہو جس روز تم نہو اور وہ پیش نہیں آیا ہے واضح ہو کہ جو کچھ مال اپنی قوت سے زیادہ تحصیل کروگے اُس میں تمہارا حصّہ نہوگا بلکہ اُس کا دوسرا خزانہ دار ہوگا واضح ہو کہ حلال دنیا میں حساب اور حرام دنیا میں عذاب ہے اور مرتکب شبہات دنیا ہونا موجب عتاب ہے پس دنیا کو اپنے نزدیک بمنزلہ مُردہ جانور کے جانو اور اُس سے نہ لو مگر جس قدر تم کو کافی ہو اگر حلال ہوگا اُس میں زہد ہوگا اور اگر حرام ہوگا گناہ ہوگا اور وبال ہوگا دُنیا میں ایسا کام نہ کرو کہ گویا ہمیشہ یہیں رہنا ہے اور آخرت کے لئے ایسا کام کرو کہ گویا کل ہی مرجاؤگے اگر چاہو بلے قوم و قبیلہ عزیز رہو اور بغیر سلطنت و حکومت کے باہیبت رہو پس معصیت خدا سے بسوئے خدا متوجہ ہو اور جب کوئی حاجت پیش آئے اور مضطرب ہو کہ لوگوں سے مشورت اور مصاحبت کرو تو ایسے شخص کی مصاحبت رہمراہی اختیار کرو کہ اسکی مصاحبت تمہاری زینت ہو اگر تم اسکی خدمت کرو۔ تمہاری حفاظت کرے اگر اُس سے یاوری چاہو یاوری کرے

اگر تم کوئی بات کرو وہ تصدیق کرے اگر دشمن پر حملہ کرو وہ تمہاری تقویت کرے اگر تم ملتجی ہو وہ اپنے ہاتھ احسان کے ساتھ دراز کرے اگر تمہارے احوال میں کوئی رخنہ ظاہر ہو وہ اُس کا انسداد کرے اگر تم سے نیکی دیکھے اُنہیں شمار کرے اور ظاہر کرے اگر اُس سے سوال کرو وہ عطا کرے اور ساکت رہو اور سوال نہ کرو تو وہ خود ابتدا کرے اور اگر اُس پر کوئی بلا وارد ہو تو تم بھی ملول رہو لازم ہے کہ اُس سے تم کو مصیبتیں نہ پہونچیں اور اسکی وجہ سے تم پر بلائیں وارد ہوں اور جب حقوق ضروریہ پیش ہوں تم کو نہ چھوڑے اگر کسی تقسیم میں باہم نزاع کرو تو تمکو اپنے اوپر اختیار کرلے۔

راوی کا بیان ہے کہ جب حضرت امام حسن المجتبیٰ علیہ السلام کا سلسلۂ بیان یہانتک پہنچا تو آپ کے تنفّس کا انتظام بگڑ گیا اور صدائے مبارک منقطع ہوگئی چہرہ کا رنگ بھی متغیر ہو گیا یہ حالت مشاہدہ فرماکر جناب امام حسین علیہ السلام نے بہمراہی اسود ابن الاسود آپ کے سر مبارک کو اپنے آغوش میں لیا اور اپنے برادر بزرگوار کی آنکھوں کے درمیان اپنی محبت و اُلفت کے غیر متحمل تقاضے سے بوسہ لیا جناب امام حسن علیہ السلام نے اپنے بھائی کو ایسے جوش محبت میں بے اختیار پاکر آنکھیں کھولدیں اور وہ تمام دکمال راز جو خدا کی جانب سے آپ کی ذات کے ساتھ مخصوص ودیعت ہوئے تھے جناب امام حسین علیہ السلام کے سپرد فرمائے اسیطرح جناب رسالتمآب صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی اپنی رحلت کے وقت جناب امیر علیہ السلام کو بکمال رازداری اپنی خاص چادر میں لیکر امامت کے تمام راز سپرد فرمائے تھے۔ ابو الاسود کا بیان ہے کہ ان رازوں کے بتانے کے بعد ہی آپ کے جسم مطہر سے آثار مرگ ظاہر ہوئے اور تھوڑی دیر کے بعد روح مقدس نے عالم قدس کیطرف انتقال فرمایا کل من علیہا فان ویبقی وجہ ربک ذوالجلال والاکرام جلاء العیون صفحہ ۲۹۳۔

جناب امام حسن علیہ السلام کی آنکھ بند ہوتے ہی اہلبیت کرام کے گھر میں کہرام مچ گیا جناب امام حسین علیہ السلام نے اُس بیقراری اور گریہ وزاری کی موجودہ حالتوں میں اپنے مظلوم اور

مسموم بھائی کے جسد مبارک کی اخیر خدمتوں سے فراغت پاکر جنازہ تیار کردیا۔ و نماز جنازہ پڑھکر آپ کی نعش مطہر روضۂ رسولخدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف لے چلے۔

روایتوں سے ثابت ہوتا ہے کہ امام حسن علیہ السلام نے روضہ رسول صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم میں دفن ہونے کے لئے مخصوص وصیت بھی فرمائی تھی چنانچہ علامہ ابن اثیر نہایہ میں تحریر فرماتے ہیں فلما اشتد مرضہ (مرضہ) قال لاخیہ الحسین علیہ السلام یا اخی سقیت السم ثلث مرات ولم اسق مثل ھذہ انی لاضع کبدی قال الحسین علیہ السلام من سقاک یا اخی قال ما سوالک عن ھذا اترید ان تقاتلھم اکلھم الی اللہ عز وجل۔ لما حضرتہ الوفاۃ ارسل الی عائشۃ یطلب منہا ان یدفن مع النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فاجابتہ الی ذلک فقال لاخیہ اذا انا مت فاطلب الی عائشۃ ان ادفن مع النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فلقد کنت طلبت منہا فاجابت الی ذلک فلعلہا تستحیی منی فان اذنت فادفنی۔ جب جناب امام حسن علیہ السلام کے مرض میں شدت ہوئی تو آپ نے اپنے بھائی جناب امام حسین علیہ السلام سے فرمایا اے بھائی مجھکو تین دفعہ زہر دیا گیا لیکن کبھی ایسا زہر نہیں دیا گیا میرا جگر کٹ کر گر گیا ہے جناب امام حسین علیہ السلام نے عرض کی کہ آپ کو کس نے زہر دیا ہے آپ نے فرمایا تم کیوں پوچھتے ہو کیا آپ کا اُن سے لڑنے کا ارادہ ہے میں اُن کو خدا کے سپرد کرتا ہوں جب جناب امام علیہ السلام کی وفات کا زمانہ قریب آیا تو عائشہ کے پاس پیغام بھیجا کہ آپ مجھکو آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس دفن ہونے کی اجازت دیں عائشہ نے اُسکو منظور کیا امام حسن علیہ السلام اپنے بھائی امام حسین علیہ السلام سے کہنے لگے جب ہمارا انتقال ہو جائے تو آپ عائشہ سے دفن کرنے کی نسبت کہلا بھیجیں اُنہوں نے مجھ سے شاید بوجہ حیا اقرار کر لیا ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس دفن کرنے کے لئے مجھکو (اجازت) جگہ دیجائے پس اگر وہ اجازت دیدیں تو مجھکو جناب رسولخدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس دفن کرنا لیکن میرا خیال یہ ہے کہ بنی امیہ کی قوم آپ کو وہاں دفن کرنے سے مانع ہوگی پس آپ اُن سے نہ جھگڑیں اور مجھ کو بقیع غرقد میں

دفن کر دیں:

بہرحال امام حسن علیہ السلام کا یہ خیال ضرور تھا کہ مجھکو اپنے جدّ بزرگوار کا جوار نصیب ہو جیسا ہم اوپر آسد الغابہ کی عبارت سے لکھ آئے امام حسین علیہ السلام حسب الوصیت اپنے مسموم اور مرحوم بھائی کے جنازہ کو اُٹھا کر آنحضرت صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کے روضۂ منوّر کیطرف لے چلے:

یہ صحیح واقعہ ہے کہ جو کثرت الناس جوش رقّت اور حُسن مشایعت حضرت امام حسن علیہ السلام کے جنازہ کے ساتھ تھی ویسی عرب میں نہ اس سے قبل اور نہ اس کے بعد آجتک ہوئی جن لوگوں نے عرب کی تاریخیں پڑھی ہیں وہ جانتے ہیں کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی لاش مبارک پر جتنے لوگوں نے نماز پڑھی اور جتنے لوگ شریک ہوئے وہ سب کو معلوم ہیں آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد جناب سیدہ سلام اللہ علیہا کی تجہیز وتکفین سے لیکر آپ کی تدفین تک کے سارے سامان آپ کی وصیت کے مطابق سونی رات کی تنہائی میں انجام دیئے گئے جناب امیرالمومنین علی علیہ السلام کا جنازہ کو فہ میں اُٹھایا گیا فرقۂ خوارج اور بنی اُمیّہ کی بے ادبیوں کے خیال سے آپ کا مدفن مبارک بھی عام طور سے پوشیدہ رکھا گیا حقیقت مشایعت تو یہیں سے معلوم ہوگئی:

یہانتک تو جنازے جناب امام حسن علیہ السلام کی وفات سے پہلے اُٹھے تھے اب انکے بعد جنازوں کے حالات لکھنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے عیاں را چہ بیاں: امام حسین علیہ السلام کے جنازہ کی جیسی کچھ مشایعت ہوئی وہ ظاہر ہے پھر انکے بعد اور نو ائمہ طاہرین علیہم السلام کی زندگی میں زمانہ کیا قدر کرتا تھا جو مرنے کے بعد کرتا اسی ایک فقرہ سے سمجھ لینا چاہیئے۔کہ ان غریب مظلوموں کے جنازہ کی مشایعت میں کون ایسا ہمدرد اور موافق موجود ثابت ہوتا ہے جو اپنی طرف سے اہتمام کرتا اس وجہ سے جناب امام حسن علیہ السلام کے جنازہ کی نسبت یہ خاص شہرت نہایت صحیح ہے:

بہرحال ہم اپنے سلسلۂ بیان پر آجاتے ہیں جنازۂ امام حسن علیہ السلام ابھی روضہ رسُول

صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم تک پہنچنے بھی نہیں پایا تھا کہ ام المومنین عائشہ بہمراہی بنی اُمیہ سدّ راہ
ہوکر دفن سے مانع ہوئیں اس ممانعت کے ظاہر ہوتے ہی ہمراہیان جنازہ کے رگ و پے
میں ایک فوری پرجوشی پھیل گئی خصوصًا بنی ہاشم کی شمشیرہائے آبدار کمر سے کھِنچ گئیں اور قریب تھا
کہ بہت خونریزی واقع ہو اسی اثنا میں محمد ابن حنفیہ اور نیز عبد اللہ ابن عباسؓ اور اُم المومنین
عائشہ سے نزاع لفظی ہو گئی؛
جناب عبد اللہ ابن عباسؓ نے اسکی یادگار میں (واقعہ کے وقت یا اس کے بعد) دو شعر
بھی منظوم فرمائے اہل تاریخ نے اکثر اس شعر کے مفہوم کو لکھا ہے مگر اصل شعر نہیں لکھے ہم
ان اشعار کو لسان الواعظین کے اسناد سے ذیل میں مع اسکے ترجمہ کے لکھتے ہیں:

تَجَمَّلْتِ تَبَغَّلْتِ وَلَوْ عِشْتِ تَفَیَّلْتِ	لَکِ الثُّمْنُ مِنَ التِّسْعِ وَلِلْکُلِّ تَصَرَّفْتِ

آپ اونٹ پر سوار ہو چکیں (جنگ جمل) اور خچر پر بھی سوار ہو چکیں (واقعہ موجودہ)
اور اگر اس سے زیادہ زندہ رہیں تو ہاتھی پر اب کی دفعہ سوار ہو جئے گا نو حصوں میں آپ کا
آٹھواں حصہ ہوتا ہے مگر تاہم آپ کل پر تصرف فرماتی ہیں؛
غرض جانبین میں بات بہت بڑھ چلی تھی اور ہمراہیان اُم المومنین کی طرف سے تیر باری
بھی شروع ہو گئی تھی بلکہ امام مظلوم کے جنازہ میں کئی تیر بھی پیوست ہو گئے تھے بنی ہاشم
پر اُم المومنین کا یہ دوسرا حملہ تھا مگر پہلے سے فرق اتنا ہے کہ اول حملہ زندوں کے مقابلے
میں تھا اور یہ مُردوں کے ساتھ؛
امام حسین علیہ السلام نے اپنے برادر بزرگوار کی وصیت کے مطابق (ابھی ابھی اسد الغابہ
کی عبارت سے لکھی گئی) اور لاش مطہر کی حرمت کے لحاظ سے بنی ہاشم کے بڑھتے ہوئے
غیظ و غضب کو فورًا سنبھال لیا اور اُن کو اپنے مسموم اور مرحوم بھائی کی آخری وصیتیں
یاد دلا کر خونریزی کے ارادوں سے باز رکھا بھائی کے جنازہ کو جنت البقیع میں واپس لائے
اور اپنی مادر گرامی کے پہلو میں دفن فرمایا؛

اب ہم اپنے بیان کی تصدیق میں تاریخ کی اصلی شہادتیں ذیل میں مندرج کرتے ہیں:-

صاحب روضۃ الصفا کی یہ تحریر ہے:

پس برائے او (امام حسن علیہ السلام) گورے کندید ہم پہلوئے گور جناب پیغمبر صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم و برجنازہ نہادہ بیاوردند کہ بگور کنند کہ حضرت عائشہ آگاہ شد بیامد و بر استرے نشستہ در ہانکرو ش کہ آن لاش درگور کنند و مردمان مدینہ برعائشہ بشوریدند کہ نیکو نمی کنی یک روز برشتر ہمی جنگ کنی ودیگر روز براستر از بہر جنازہ منازعت می نمائی و راہ نمی دہی کہ نبیرہ پیغمبر صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم را بگور کنند ہرچند کہ گفتند عائشہ رہا نہ کرد کہ اورا بگور کنند و مردمان بدو گروہ شدند گروہیکہ شیعت عائشہ بود تیر انداختن گرفتند تا جنازہ امام حسن علیہ السلام پُر تیر گشت پس امام حسن علیہ السلام را بہ بقیع غرقد بگور کردند و کسان حسن علیہ السلام آن روز را یوم البغل خواندند چنانکہ حرب بصرہ را یوم الجمل خواندہ بودند۔ طبری جلد چہارم صفحہ ۶۰۵؎

صاحب روضۃ الصفا نے بھی طبری کے مطابق بالکل یہی مضمون اس واقعہ کی تفصیل میں درج فرمائے ہیں جسکو ہم انکی اصلی عبارت کے ساتھ ذیل میں درج کرتے ہیں:-

در بعضی روایات آمدہ است کہ جہت امیرالمومنین حسن علیہ السلام قبرے را نزدیک بقبر جناب رسول صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کندند و جنازہ را برسر قبر نہادند و قبل از دفن عائشہ براین معنی وقوف یافتہ و براسترے سوار شدہ بآن موقع رفت و بہ منع مشغول گشت شیعہ علی علیہ السلام بنیاد غوغا کردہ گفتند اے عائشہ روزے بہ شتر نشستہ محاربت می کنی و روزے براستر سوار شدہ برسر جنازہ نبیرۂ پیغمبر صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم منازعت آغاز می نمائی و نگذاری کہ اورا دفن کنند و چندانکہ سعی نمودند مفید نیفتاد و مردم بدو فرقہ متفرق شدہ بجانب دیگر تیر انداختند چند تیر بجنازہ رسید آنگاہ جناب امام حسین علیہ السلام بنا بروصیتے کہ سابقاً مرقوم گشت جنازہ را بہ بقیع بردند۔ روضۃ الصفا جلد سوم صفحہ ۹ بمبئی

اعثم کوفی کے مستند مؤلف نے بھی قریب قریب یہی عبارت اس واقعہ کی تفصیل میں درج فرمائی ہے اور کتاب المعارف ابن قتیبہ بھی باختلاف الفاظ یہی مضامین لکھے ہیں تاریخ الاسلام مطبوعہ گورکھپور کے ہمعصر مؤلف مولوی محمد احسان اللہ عباسی وکیل عدالت گورکھپور نے بھی اس واقعہ کو زمانہ موجودہ کی گہری تحقیق کے بعد مندرج فرمایا ہے۔

بعض تاریخوں نے یہ لکھا ہے کہ اُم المومنین نے پہلے اجازت دیدی تھی پھر پیچھے بنی اُمیہ کے محض اشتعال اور تحریک سے جن میں سعید ابن عاص اور مروان الحکم کے نام خصوصیت کے ساتھ بتلائے جاتے ہیں منع فرمایا اور بعض روایتیں اُم المومنین کی صاف صاف اجازت دکھلاتی ہیں اور امتناع کو بنی اُمیہ کا قصور بتلاتی ہیں۔

اسکی نسبت یہ اختلاف ہم کو صاف صاف بتلا رہے ہیں کہ اس صحیح واقعہ پر صرف روایت کے رنگ برنگ غلاف ضرور چڑھائے گئے ہیں ورنہ نفس واقعہ کی صحت و صداقت میں کسیکو کلام نہیں ہے اور اگر اس واقعہ کی حقیقت میں کچھ اصل ہی نہوتی تو مورخین کی جماعت کی جماعت نے پھر اسکے وجود ہی سے اپنا قطعی انکار ظاہر کیا ہوتا اور اس کا ذکر ہی نہ کیا ہوتا مگر پورے واقعہ کو لکھکر پھر اُسپر لوگوں کی رائے اور قیاس سے اسکی تردید کی طرف کوشش کرنا اور خصوصاً اُس فرقے کے اقوال سے استدلال کرنا جسکو ملزم کی ہمدردی اور رعایت کرنے کا پورا استحقاق حاصل ہو محض بیکار اور فضول ہے جو ہرگز اعتبار کے قابل نہیں۔

اُم المومنین کا اس وقت تک روضۂ رسول صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پورا تعلق ثابت ہے اگرچہ وہ جائز طور سے اسکی مستحق ہوں یا نہوں جن لوگوں نے اسلامی تاریخیں دیکھی ہیں وہ جانتے ہیں کہ خلیفہ اول کے روضۂ پیغمبرؐ میں دفن کئے جانے کے بعد حضرت عمر نے بھی اپنے دفن کے واسطے انہیں سے (عائشہ سے) اجازت مانگی تھی تو اس سے ظاہر ہوا کہ خلافت کو اس معاملے میں کوئی دخل پہلے سے نہیں تھا اسلئے بنی اُمیہ کے امتناع کو خلافت کے اختیاروں پر اعتبار کرکے اس کا باعث بتلانا بنی ہوئی بات اور گھڑا ہوا فقرہ ہے اور کچھ بھی

نہیں اس کے بعد دوسری روایت کی ظاہری عبارت کہ اُم المومنین نے اجازت دی تھی مگر بنی اُمیہ نے خود اُس میں دخل اندازی کر کے خود بھی مانع ہوئے اور اُم المومنین کے بھی ملزم بنانے کے باعث ہوئے تا یہ بھی وہم باطل اور تحصیل حاصل ہے جس پر کوئی ذی فہم کبھی اعتبار اور اعتماد نہیں کرسکتا اگر مخالفت علی علیہ السلام اور بنی ہاشم کے اعتبار سے ان مظالم کی تخصیص فرقۂ بنی اُمیہ کے سر تھوپی جاتی ہے تو زمانہ کے واقعات کو تحقیق کے ساتھ دیکھنے والے اُم المومنین عائشہ کے دامن کو کب اس الزام سے پاک و صاف پائیں گے بلکہ وہ جانتے ہیں کہ معاویہ ابن ابوسفیان سے پہلے جو بنی اُمیہ کے سلطان تھے اُم المومنین ہی نے مخالفت علی علیہ السلام میں گھر سے باہر قدم نکالا ہے اور حجاز سے لے کر عراق تک تمام بلاد اسلامی میں ہل چل ڈال دی اور ایسے ایسے افسوسناک اور عبرت خیز واقعات پیش آئے جو تمام دیکھنے والوں کے لئے بہت بڑی عبرت اور حسرت کے باعث ہوئے اور ان تمام خصومتوں کا شرمناک نتیجہ آخر جو نکلا اُسکو جنگ جمل کی شکست کی صورتوں میں جناب اُم المومنین نے برأ العین خود مشاہدہ فرمایا۔

ان اختلاف سے اُم المومنین کی برأت صاف نہیں ہوتی بہرحال نفس واقعہ میں کوئی کلام نہیں اور وہ کسی طرح غیر معتبر نہیں سمجھا جاتا اور الزام سے جانبین خالی نہیں سمجھے جاتے اگر اسپر اصرار کرنے والے حضرات بنی اُمیہ تھے تو انکی تجویز اُم المومنین کی مشورت سے ہرگز خالی نہیں تھی۔

یہ تو اُم المومنین کے مویدین کی بحث تھی جو تھوڑی دیر کے لئے ہمارے سلسلہ بیان میں حائل ہوگئی اور ہم کو تھوڑی دیر کے لئے اپنے قدیم سلسلہ کو چھوڑ دینا پڑا انہیں حضرات کی مانند دو چار امیر معاویہ کے مقلدین اور بنی اُمیہ کے معتقدین ہمارے زمانے میں پیدا ہوئے ہیں انکی خام تحقیقات کا یہ دعوے اور اُنکے باطل زعم کی یہ کوشش ہے کہ وہ امام حسن علیہ السلام کے خون کو ایک سرے سے معاویہ کی گردن سے جھڑا دیں اور جہاں تک ہوسکے اس واقعہ کا منہ کسی دوسری طرف پھیر دیا جائے۔

چنانچہ اسی طائفہ میں مرزا حیرت دہلوی ہیں جو سیرۃ المحمدیہ میں صرف دستار والی روایت پر

ادھر اُدھر کے معمولی اعتراض کرکے اس واقعہ کی تضعیف کرتے ہیں اور مروان کے سر معاویہ کا الزام لگاتے ہیں:۔

اُلو سمجھ لینا چاہیئے حقوق اہلبیت علیہم السلام کی پامالی کے لئے جیسے معاویہ ویسے مروان معاویہ کا فعل عین مروان کی کرتوت اور مروان کا فعل عین معاویہ کی کرتوت سمجھنا چاہیئے سہ نشانہ ہونگے ہمیں تیر جس کمان سے چلے: اسلام کے سواد اعظم میں کسی ایک متنفس کو بھی عُذر نہیں ہے اور اسلامی دائرہ میں بلا استثنا یہ امر مسلم ہو چکا ہے کہ امام حسن علیہ السلام کے مسموم کئے جانے کی عملی تکمیل معاویہ کی سازش سے ہوئی تھی مرزا حیرت نے روضتہ الصفا سے دستار والی روایت تو آنکھیں بند کرکے لیعنی طرشہرت سم آلود والی دوسری ترکیب جو فوراً اسکے بعد درج ہے اُٹھول اُبھی نہ دیکھی اور اُسکو ویسا کا ویسا ہی چھوڑ دیا یہ حرکت مولف کی دیانت اور امانت پر شرمناک حملہ کرتی ہے۔

اب ہم [illegible] کی شہادت کا پورا واقعہ روضتہ الصفا کی اصل عبارت سے ابھی [illegible] اسلئے اس کے اعادہ کی کوئی ضرورت نہیں ہے [illegible] اور [illegible] عبارت سے بھی [illegible] تاریخیں چھوڑکر صرف [illegible] تذکرہ خواص الامہ میں اقتباس عائشہ کی نسبت لکھتے ہیں:

[illegible] ابن سعد [illegible] حتضر الحسن قال ادفنونی عند ابی یعنی رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وآلہ وسلم فقام [illegible] امیۃ ومروان ابن الحکم وسعید ابن العاص کان والیا علی المدینۃ فمنعوہ رقامت [illegible] ہاشم لنقاتلہم فقال ابو ھریرۃ ارایتم لو مات ابن موسٰی اقلکان یدفن مع ابیہ قال ابن سعد ومنہم ایضاً عائشۃ وقالت لا یدفن مع رسول اللّٰہ احد۔

ابن سعد نے واقدی سے روایت کیا ہے کہ جب حالت احتضار حضرت امام حسن علیہ السلام پر طاری ہوئی تو فرمایا آپ نے کہ دفن کرنا مجھکو میرے باپ کے نزدیک (یعنی رسول اللہ کے پاس) پس ارادہ فرمایا امام حسین علیہ السلام نے کہ دفن کریں امام حسنؑ کو حجرۂ رسول صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم میں

تاریخ طبری جلد چہارم کا صفحہ ۶۰۵ ملاحظہ کرلیں کہ انکے امام طبری نے دستار والی روایت کے علاوہ اور بھی کوئی روایت لکھی ہے کہ نہیں اور امام صاحب نے بحیثیت مؤلف ان دونوں میں کس روایت پر اعتبار کیا ہے اور کسکو زیادہ تفصیل سے اپنی تالیف میں درج فرمایا ہے۔

اب اسپر بھی یہ قیاس کر لینا کہ نہیں دستار ہی والی ترکیب عمل میں لائی گئی اور وہ خارج از عقل ہے اور اس لئے اس واقعہ کی کچھ اصل نہیں، تو یہ خیالات شیخ چلیوں کے معقولیات سے زیادہ وقعت نہیں رکھتے مرزا حیرت تیرہ سو برس کے بعد اس خون ناحق کے مٹانے اور اسکے الزام سے معاویہ کے بچانے کی کیوں کوشش فرماتے ہیں ہم انکو یقین دلاتے ہیں کہ وہ ان کوششوں میں ہرگز کامیاب نہیں ہوسکتے کہاں تک وہ واقعات چھپائینگے اور کہاں تک اپنے ان کی ناؤں کو چلائینگے معمولی خون تو چھپتا نہیں یہ تو خون جو تھا فرزند رسول صلے اللہ علیہ والہ وسلم اور دلبند بتول سلام اللہ علیہا کا ہوا اگر صاحب کو ان تاریخوں پر اعتبار نہیں آتا تو مروج الذہب مسعودی کی عبارت ملاحظہ فرمائیں: وذکران امرأته جعدة سقته السم وقد کان معاویة دس الیہا ان احتلت فی قتل الحسن علیه السلام وجعلت الیك بمائة

تعجب سا بشیہ لیکن کھڑے ہوئے بنی امیہ اور مروان الحکم اور سعید ابن العاص جو حاکم مدینہ تھا اور روکا انہوں نے امام حسین علیہ السلام کو اور کھڑے ہوئے بنی ہاشم واسطے قتال کے بنی امیہ سے پس کہا ابو ہریرہ نے کہ دیکھا تو نے کہ اگر ہوتا بیٹا موسیٰ کا تو البتہ دفن کیا جاتا ساتھ باپ کے ساتھ اب سعد نے کہا ہے کہ حضرت عائشہ بھی گروہ مانعین میں سے تھیں اور کہا انہوں نے نہ دفن کیا جائیگا کوئی رسول کے ساتھ۔

تاریخ ابو الفدا میں یہ عبارت تحریر ہے: وکان الحسن قد اوصی ان یدفن عند جدہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فلما توفی اراد ذلك وكاد يقع بين بني امية وبني هاشم بسبب ذلك فتنة فقالت عائشة البيت بيتي ولا اذن ان يدفن فيه فدفن بالبقيع

امام حسن علیہ السلام نے وصیت فرمائی تھی کہ ہم دفن کئے جائیں اپنے نانا رسول اللہ صلے اللہ

الف دراهم و زوجتك يزيد فكان ذلك الذي بعثها على سمه فلما مات وفى لها
المعاوية بالمال وارسل اليها انا نحب حيات يزيد ولولا ذلك يوفينا لك بتزوجه
ذکر کرتے ہیں کہ آپ کی بیوی جعدہ نے آپ کو زہر دیا اُس میں معاویہ کی سازش تھی کہ اگر تو نے
کسی حیلہ سے جناب امام حسن علیہ السلام کو قتل کیا تو میں تجھکو ایک لاکھ درہم بھیجونگا اور تیرا نکاح اپنے
بیٹے یزید سے کرونگا پس اس فریب سے اُسکو جناب امام حسن علیہ السلام کے قتل پر برانگیختہ
کیا جناب امام حسن علیہ السلام نے رحلت فرمائی تو امیر معاویہ نے حسب الوعدہ اُسکے پاس مال
روانہ کر دیا اور کہلا بھیجا کہ میں یزید کی زندگی کا خواہاں ہوں اگر اس کا خوف نہوتا تو میں تیرا نکاح
اُسکے ساتھ کر دیتا۔

اب مرزا صاحب اور تاریخوں کے مضامین کو اوپر کی عبارت سے ملالیں ہم اُمید کرتے ہیں کہ اسکو
ملاحظہ فرما کر وہ ضرور اپنے دلیل دعوے کو واپس لینگے اور آئندہ پھر ایسے لغویات اور ظاہر
تحریفات پر جرات نکرینگے ؛

شہادت امام حسن علیہ السلام پر معاویہ کی اظہار مسرت

ہم ان واقعات کو اوپر اُس مقام میں لکھ چکے ہیں جہاں ہم نے امیر معاویہ کی اُن ضرورتوں کو بیان کیا
ہے جسکی وجہ سے معاویہ نے امام حسن علیہ السلام کے خون ناحق میں نہایت عجلت سے کام لیا
اس مقام پر اُن تمام واقعات سے قطع نظر کرکے جو ہم نے بیعت یزید کے متعلق معاویہ کی عجلت کے
ثبوت میں لکھا ہے صرف اُن میں سے تاریخی ثبوت کے انتخاب کو درج کرتے ہیں اور اس توارد کے
لئے ناظرین سے معافی کے خواستگار ہیں:

بقیہ صفحہ ۲۱۷؛ علیہ و آلہ وسلم کے پس جب وفات پائی تو ارادہ کیا بنی ہاشم نے اسکا اور قریب ہوا
کہ درمیان بنی امیہ و بنی ہاشم کے بسبب اس دفن کے فتنہ ہو پس حضرت عائشہ نے کہا کہ مکان میرا ہے اور
میں اذن نہ دونگی کہ وہ دفن کئے جاویں اُس میں پس وہ دفن کئے گئے بقیع میں ؛

حیواۃ الحیوان دمیری میں تاریخ ابن خلکان سے یہ عبارت درج ہے : فی الحیوٰۃ الحیوان قال ابن خلکان لما مرض الحسن علیہ السلام کتب مروان الحکم الی معاویۃ بذالک و کتب الیہ معویۃ ان اقبل المطایا بخبر الحسن علیہ السلام فلما بلغ معویۃ موتہ سمع تکبیرۃ من الخضراء فکبر اھل شام کذالک التکبیر فقالت فاختہ بنت قریظہ لمعویہ اقر اللہ عنک ما الذی کبرت لاجلہ قال مات الحسن علیہ السلام فقال علی موت ابن فاطمۃ سلام اللہ علیہا فکبر فقال ما کبرت شماتۃ

جب امام حسن علیہ السلام بیمار ہوئے تو مروان نے اسکی اطلاع معاویہ کو لکھ بھیجی معاویہ نے لکھا جب وہ تمام ہو جائیں تو مجھکو فوراً خبر دینا جب معاویہ کو خبر وفات معلوم ہوئی تو آواز تکبیر قصر الخضرا سے بلند ہوئی جسکو سنکر تمام اہل شام نے زور زور سے تکبیریں کہیں اسپر فاختہ بنت قریظہ جو اسوقت معاویہ کے پاس موجود تھی کہنے لگی کہ تمہاری تکبیروں کے کہنے کا کیا باعث ہے معاویہ نے کہا امام حسن علیہ السلام نے انتقال کیا فاختہ نے کہا کہ کیا فرزند بتول سلام اللہ علیہا کی موت سنکر بھی تکبیر کہنی چاہیئے معاویہ نے جواب دیا کہ میں نے شماتت کے خیال سے تکبیر نہیں

ذیل کے علماء باتفاق یا خود لکھتے ہیں کہ معاویہ کے کہنے سے جعدہ نے امام حسن علیہ السلام کو زہر دیا :

استیعاب عبد البر ملکی قال قتادۃ سم الحسن بن علی علیہما السلام سمتہ امراتہ جعدہ بنت اشعث بن قیس الکندی و قال طائفۃ کان ذلک منہا بتدسیس معاویۃ الیہا و ما بذل لہا فی ذلک

قتادہ نے کہا کہ زہر دیا گیا حسن ابن علی علیہما السلام کو اور زہر دیا جعدہ بنت اشعث بنت قیس الکندی نے کہا ہے ایک گروہ نے کہ تھا یہ فعل جعدہ کا معاویہ کے اغوا سے وبہ سبب اس مال کے جو معاویہ نے جعدہ کو دیا اس امر کے لئے اور امام حسن علیہ السلام کے متعدد ازدواج تھیں :

ربیع الابرار زمخشری کی یہ عبارت ہے : وقال ابو ھم عمر جعل معاویۃ لجعدۃ بنت الاشعث امراۃ الحسن مأۃ الف درھم حتی سمتہ کہا ابو عمر نے مزد مقرر کیا امیر معاویہ نے واسطے جعدہ بنت اشعث زوجہ امام حسن علیہ السلام کو سو ہزار تک یہاں تک کہ زہر دیا اُسنے امام حسن کو

ملاحظہ ہو

کبھی ملکہ اس خبر سے مجھکو استراحت قلبی محسوس ہوتی ہے:

اسی واقعہ کو امام طبری نے اپنی تاریخ میں عبداللہ ابن عباسؓ کے اسناد سے یہی لکھا ہے۔

عن الفضل بن عباس قال وفد عبداللہ ابن عباس علی معاویۃ قال فواللہ انی لفی المسجد اذ کبر معاویۃ فی الخضراء وکبر اھل الخضراء ثم کبّر اھل المسجد بتکبیر اھل الخضراء فرجت فاختہ بنت قرظہ بن عمرو بن نوفل بن عبد مناف من خوخۃ لہا فقالت سرک اللہ یا امیر ماھذا الذی بلغک فسررت بہ قال موت الحسن علیہ السلام فقالت انا للہ وانا الیہ راجعون ثم بکت وقالت مات سید المسلمین وابن بنت رسول المسلمین فقال معاویۃ نعما واللہ ما فعلت انہ کان کذلک اھلا ان یبکی علیہ ثم بلغ الخبر ابن عباس ان الحسن علیہ السلام توفی قال لذلک کبرت قال نعم واللہ ما موتہ بالذی اجلک ولئن اصبنا بہ فقد اصبنا بسید المرسلین وامام المتقین ورسول رب العالمین صلی اللہ علیہ وآلہ اجمعین فخبراللہ۔

حاشیہ تفسیر: ابوالفدا میں یہ مذکور ہے: توفی الحسن من سم سقتہ امرأتہ جعدۃ بنت الاشعث قیل فعلت ذلک بامر معاویۃ وفات پائی جناب امام حسن علیہ السلام نے اُس زہر سے جو پلایا تھا ان کو انکی زوجہ بنت اشعث نے کہا گیا ہے کہ یہ فعل جعدہ نے بحکم معاویہ کیا تھا:

تذکرہ خواص الامۃ علامہ سبط ابن جوزی میں یوں مسطور ہے وقال الشعبی انما دس الی جعدۃ بنت الاشعث معاویۃ فقال سمی الحسن وازوجک یزید واعطیک مائۃ الف درھم فلما مات الحسن بعثت الی معاویۃ تطلب انجاز الوعد فبعث الیہا بالمال وقال انی احب یزید وارجو حیوتہ ولولا ذلک لزوجتک ایاہ قال الشعبی ومصداق ان الحسن کان یقول عند موتہ وقد بلغہ ما صنع معاویۃ لقد عملت شربتہ وبلغ امنیتہ واللہ لا یفی بما وعد ولا یصدق فیما کہا شعبی نے کہ نہیں ہے سوائے اسکے کہ پوشیدہ طور سے معاویہ نے جعدہ بنت اشعث کو پیغام دیا کہ تو زہر دے امام حسن علیہ السلام کو میں تیرا نکاح یزید سے کردونگا اور تجھکو سو ہزار درہم دونگا پس جس وقت وفات پائی امام حسن علیہ السلام نے پیغام بھیجا جعدہ نے معاویہ کو

[illegible]

فضل ابن عباس کہتے ہیں کہ عبد اللہ ابن عباسؓ بطریق سفارت معاویہ کے پاس گئے ہوئے
تھے وہ ناقل ہیں کہ میں مسجد میں تھا کہ ناگاہ معاویہ نے تکبیر کہی اور قصر خضرا کے سب آدمی تکبیر
کہنے لگے اور ان کی آواز سُنکر مسجد کے آدمی تکبیر کہنے لگے یہ سُنکر فاختہ بنت قرلیظہ بن عمر بن
نوفل بن عبد مناف اپنی کھڑکی سے نکلکر کہنے لگی کہ اے امیر خدا تجھکو خوش رکھے کون ایسی
خبر تجھکو لگی ہے جس کی وجہ سے آپ خوش ہوئے ہیں معاویہ نے کہا امام حسن علیہ السلام کے
مرنے کی خبر سننے سے میں خوش ہوا ہوں فاختہ نے کہا انا للہ وانا الیہ راجعون؛ یہ کہکر رونے
لگیں اور کہنے لگیں افسوس ہے کہ مسلمانوں کا سردار اور رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا
فرزند ارجمند مر گیا معاویہ نے کہا ہاں قسم ہے وہ اسی کا اہل تھا جو کچھ میں نے کیا ہے اور وہ ہرگز
اس کا اہل نہیں تھا کہ کوئی اُسپر روئے یہ خبر عبد اللہ ابن عباسؓ تک پہنچی وہ آرام کر کے معاویہ
کے پاس پہنچے معاویہ نے کہا اے ابن عباسؓ مجھکو معلوم ہوا ہے کہ امام حسن علیہ السلام کا انتقال
ہو گیا عبد اللہ ابن عباسؓ نے کہا کیا تم نے اسی لئے تکبیر کہی تھی معاویہ نے کہا ہاں ابن عباسؓ
نے کہا واللہ اگر وہ مر گئے تو تو بھی باقی نہیں رہے گا اور اگر ہم مر جائیں گے تو سید المرسلین ص

حاشیہ بقیہ؛ ایفائے وعدہ کا بس بھیجا معاویہ نے اُسکے پاس مال اور یہ پیغام کہ میں دوست
رکھتا ہوں یزید کو اور آرزو رکھتا ہوں اُسکی زندگی کی اگر یہ نہوتا تو البتہ تیرا نکاح اس سے کر دیتا
اور کہا شعبی نے کہ مصداق اس قول کا یہ ہے کہ تحقیق حسن علیہ السلام فرماتے تھے اپنی موت کی وقت
جبکہ معلوم ہوا انکو وہ جو معاویہ نے کیا البتہ عمل کیا اُسکے شربت نے (یعنی وہ میری ہلاکت کا
باعث ہو گیا) اور وہ اپنی اُمید کو پہنچا خدا کی قسم ہے نہ وفا کرے گا اُسکو جو وعدہ کیا ہے اُسنے
اور نہ صادق ہو گا اُس میں جسکو وہ کہتا ہے؛

تاریخ حبیب السیر میں یوں مذکور ہے؛

متون کتب و اخبار جہاں اخبار می نماید کہ چون معاویہ ابن ابی سفیان خاطر برآں قرار داد کہ ولید
پلید خود یزید را ولیعہد خود گرداند و می دانست کہ باوجود امام حسن رضی اللہ عنہ این امر تمشیت

اور رسول رب العالمین سلام اللہ علیہم اجمعین کے پاس پہنچیں گے پس خداوند تعالےٰ ہمارے زخم کی مرہم پٹی کرے گا اور ہمارے آنسو پونچھ جائینگے معاویہ نے کہا تجھ پر افسوس ہے اے ابن عباسؓ میں نے کبھی تجھ سے گفتگو نہیں کی کہ تجھکو تیار نہ پایا ہو۔

عرب میں یہ دستور تھا کہ جب کوئی حریف اپنے مقابل حریف کی شکست اور اُسکے مغلوب کرنے میں کامیاب ہوتا تھا تو اپنی انتہا درجہ کی مسرت کا اظہار کرتا تھا اسلام نے جہاں اور مراسم کی ترمیم کی وہاں اس دستور کی بھی منجملہ سب اصلاح اس طرح یہ کی کہ جب کوئی اہل اسلام اپنے دشمن پر غالب آتا تھا تو اپنے اظہار مسرت کے خیال سے تکبیر کے متعدد نعرے بلند کرتا تھا غزوات رسول صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم میں مجاہدین کے یہی آئین تھے اور ابھی تک تمام اسلامی قوموں میں اظہار مسرت کے مخصوص اوقات پر اللہ اکبر کہنے کا عام قاعدہ جاری ہے۔ معاویہ کا یہ جوش مسرت تبلارہا ہے کہ ان کو ایسے دشمن کے خاتمہ پر پوری قدرت اور کامیابی حاصل ہوئی جس کی فکروں میں وہ مدت سے بےچین ہو رہے تھے جناب امام حسن علیہ السلام کی وفات معاویہ کے لئے مغتنمات سے ضرور تھی حقیقت میں یہ واقعہ انکے لئے کتنی بڑی مسرت کا باعث ہوا جس کے لئے اُنہوں نے تکبیروں کے پُرزور نعرے ایسے مارے کہ مجلس کی

بقیہ حاشیہ: نمی پذیرد وزیراکہ یکے از شروط صلح آن بود کہ معاویہ در وقت وفات امر خلافت را بشوریٰ گذارد و بہمگی متوجہ ہدم قصر حیات آں صدر نشین ایوان امامت گشت و مروان الحکم را کہ طرید سید عالم صلعم بود بمدینہ ارسال نمودہ گفت باید کہ ہر تدبیر کہ توانی جعدہ بنت اشعث بن قیس راکہ زوجہ حسن علیہ السلام است فریب دہی؛
روضۃ المناظر میں یہ لکھا ہے وکان وفاتہ بسم سقتہ زوجتہ جعدۃ بنت الاشعث قیل فعلت ذلک بامر معاویۃ وقیل بامر یزید وکان اوصی ان یدفن عند جدہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم فمنعت من ذلک عائشۃ وفات امام حسن علیہ السلام کی اُس زہر سے ہوئی جسکو ان کی زوجہ جعدہ بنت اشعث نے اُنہیں پلایا تھا۔ کہا گیا ہے کہ جعدہ نے اِس فعل کو معاویہ کے

مجلس اور وہ قصہ کا قصہ گو بنچ اٹھا اپنی بے حد مسرت کی پُرجوشیوں میں امیر صاحب کو یہ بھی
خیال نہیں رہا کہ ہم کو اظہار مسرت کی یہ داستان ایک غیر مسلم مخالف کے وقوع وفات کے وقت
ادا کرنے چاہییں وہ بیچ اسکی شہادت کی خبر سن کر علے الاعلان ادا کر رہے ہیں جو فرزند رسولؐ
اور دلبند بتولؑ سلام اللہ علیہم ہے۔

اب معاویہ کے دامن سے امام حسن علیہ السلام کے خون کے دھبے چھڑانے والے حضرات
جو یہ باتیں نالتے ہیں کہ اس واقعہ سے معاویہ کو کوئی تعلق نہیں تھا وہ ان واقعات کو غور سے
ملاحظہ فرما کر اپنی رائیں واپس لے لیں بس ایسے صریح اور صحیح واقعات کے مقابلے بجنست
امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام کی وفات کا باعث معاویہ کو نہ سمجھنا کسی سمجھ دار آدمی کا کام نہیں
ہو سکتا۔ علامہ ابوالفدا تو اس مضمون کی نسبت یہاں تک لکھ چکے ہیں کہ امام حسن علیہ السلام
کے مرنے کی خبر سنکر معاویہ نے نقارے بجوائے۔

ہم اس بحث کے متعلق ... وجہ سے کہ آپ اہل مسلمہ کو بیکار الجھاوے میں ڈال دینا اور
تاریخی مضامین کو خواہ مخواہ مناظرات کے پیمانے پر اتارنا زیادہ لکھنے کی مطلق ضرورت نہیں
دیکھتے۔ یہ بیان کیا جاتا ہے کہ مروان الحکم اُنکی شہادت کا باعث ہوا ایسی ضعیف اور بے
اصل دلیل ہے جو ہرگز سماعت کے قابل نہیں اس میں کسیکو کلام نہیں کہ مروان کا اسوقت
تک ملک میں کوئی حصہ نہیں تھا جس کی وجہ سے وہ جناب امام حسن علیہ السلام کے ساتھ
مخصوص عداوت رکھتا مگر نہیں مروان کو معاویہ کے صرف تعمیل احکام نے اس واقعہ پر مستعد
کر دیا مروان الحکم مدینہ کا امیر تھا امام حسن علیہ السلام وہیں خانہ نشین تھے اُسنے مروان کو

حاشیہ: حکم سے کیا تھا یا یزید کے حکم سے اور وصیت کی تھی امام حسنؑ نے کہ مجھکو میرے جد
بزرگوار کے پاس دفن کرنا مگر عائشہ وہاں دفن ہونے سے مانع ہوئیں۔

سیرۃ الاولیاء میں امیر خسرو تحریر فرماتے ہیں:

جعدہ بنت اشعث الکندی بانگیختہ معاویہ طریقے کہ دست داد امیرالمومنین حسن علیہ السلام را زہر داد ؎

جیسا لکھا مروان نے ویسی ہی تعمیل کی:

یہ الٹی قدر دانی بھی تعریف سے خالی نہیں حقوق معاویہ کے مویدین کو مروان کی اس خیر خواہی کے صلہ میں بہت کچھ انعام واکرام دینا چاہتا تھا کہ اور الٹا الزام اپنا سارا قصور اس کے سر باندھا مروان ہی پر منحصر نہیں ہے ہم نے جہاں تک معاویہ کے حالات کی نسبت تحقیق کی ہے ہم کو تو اچھے طور پر ثابت ہوا ہے کہ کسی نے بھی اجناب کا م اس سے کہ انکی خیر خواہیوں میں سینہ کی جگہ اپنے خون کا دریا بہایا ہو مگر انکی ذات سے سوائے برائی کے بھلائی کا منہ نہیں دیکھا مالک ابن اشتر کے زہر دینے والے کو کیا ملا ابن آثال خالد ابن ولید کے صاحبزادے کے ہاتھ سے لے گیا پایا جعدہ بنت اشعث کو امام حسن علیہ السلام کے قتل کے صلے میں کیا دیا گیا اسی طرح سعید بن العاص اور ... ن ... کی اپنی خدمات کے صلے میں جو نصیب ہوا وہ بھی ہم روضۃ الصفا کی عبارت سے ... لکھ چکے ہیں:

تیرہ سو برس سے بعد ہمارے ہمعصر مورخ نے ان لکھے ہوئے موقعات کے چھپانے کے لئے کیوں کوشش زبانی ہے اسے قبل ان جیسے ہزاروں نے بڑی بڑی جانفشانیاں کیں اور بہت سر پٹکے مگر سوائے مٹی خراب ہونے کے خاک ہاتھ نہ آیا آپ کے امیر صاحب نے آپ سے پہلے خود ہی یہ بنا و بست کیا جاتا تھا کہ یہ الزام انکے سر نہ آئے مگر کہیں صاف سے اچک ایسے واقعات بھی چھپانے سے چھپے ہیں اور ایسے الزامات بھی مٹائے سے مٹے ہیں چنانچہ امام طبری نے اس واقعہ جانگزا کے ابتدا ہی میں امیر صاحب کی ان چالوں کی نسبت کھلکر لکھدیا ہے کہ معاویہ ز تدبیر ہلاک و ر امام حسن علیہ السلام) استادتا اور ابچہ روث ہلاک کند تا مردماں بدانند کہ او را ہلاک کردہ است تاریخ طبری جلد چہارم صفحہ ۶۰۲:

جب لگاتار اسوقت سے اس وقت تک کی کوششیں ان واقعات کو چھپا نہ سکیں اور نہ ان حالات کو صفحہ روزگار سے مٹا سکیں تو ہمارے ہمعصر مورخ کی شمار کس قطار میں ہے:

جو اصل واقعہ تھا وہ لکھدیا گیا اب بھی ہمارے مرزا حیرت اس موقع پر اپنے امیر صاحب کی رعایت

اور استخفاف معائب کی غرض سے جرت فرمائیں اور ایسے کثیر الاسناد واقعات سے انکار کریں تو آئندہ اور انکی خام تحقیقات پر سوائے حسرت اور حیرت کے کیا کہا جا سکتا ہے: فاعتبروا یا اولی الابصار،

یہ خام خیالی اور یہ کورانہ تقلید محض دنیاوی ثروت و اقتدار کے ظاہری اعتبار کے باعث سے قائم ہوئی ہے ورنہ معاویہ میں کوئی ایسے صفات موجود نہیں تھے جنکی وجہ سے انکی متابعت اور اطاعت لازم ہوتی انکے تمام حالات ہم پوری تفصیل کے ساتھ اس سلسلہ کی جلد اول میں جمع کرچکے ہیں پھر انکے لکھنے کی کوئی ضرورت نہیں مگر چونکہ انکے عادات و اطوار اور رفتار و کردار کے متعلق ہم کو تھوڑی سی بحث کرنی ضروری ہے اسلئے ہم انکے ذاتی حالات کے متعلق ان اخبار و آثار کو نہایت اختصار کے ساتھ ذیل میں درج کرتے ہیں جو اسلام کی عام کتابوں میں مندرج ہیں

شیخ عبدالحق صاحب دہلوی مدارج النبوۃ میں لکھتے ہیں:

محدثان گفتہ اند کہ ثابت نہ شد در فضل معاویہ ہیچ روایتے: محدث دہلوی کے علاوہ امام شعیب ابو عبدالرحمن نسائی کا قول ملاحظہ فرمائیے وہ صحیح میں تخریج کرتے ہیں ما اعرف لہ فضلہ الا لااشبع اللّٰہ فی بطنہ یعنی میں معاویہ کی فضیلت بجز اسکے اور کچھ نہیں جانتا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ خدا اسکے پیٹ کو نہ بھرے پھر دوسرے مقام میں امام صاحب انکی نسبت تحریر فرماتے ہیں اما یرضی معاویہ ان یخرج راسا براس فضایل و مناقب سے قطع نظر کرکے کیا معاویہ اسپر راضی نہیں ہے کہ وہ صرف نجات ہی پا جائیں:

علامہ محمد ابن اسحاق اصفہانی وفیات الاعیان امام یافعی اور مراۃ الجنان اور تاریخ ابن خلکان کے اسناد متواتر سے لکھتے ہیں: سمعت مشائخنا بمصر یقولون ان ابا عبدالرحمٰن النسائی فارق مصر فی اخر عمرہ وخرج الی دمشق فسئل عن معاویۃ وما روی من فضلہ فقال اما یرضی معاویۃ ان یخرج راسا براس حتی یفضل وفی روایۃ ما اعرف لہ فضیلتہ الا لا اشبع اللّٰہ بطنہ محمد ابن اسحاق اصفہانی کہتے ہیں کہ میں نے اپنے مشائخ سے سنا ہے کہ امام عبدالرحمٰن نسائی علیہ الرحمہ اپنی آخر عمر میں مصر سے شہر دمشق میں چلے گئے تھے وہاں

لوگوں نے امیر معاویہ کے فضائل و مناقب کی نسبت پوچھا تو امام صاحب نے جواب دیا کہ امیر صاحب اسپر راضی نہیں ہوتے کہ وہ نجات ہی پا جائیں اور ایک روایت میں ہے کہ امام صاحب نے فرمایا مجھے انکی کوئی فضیلت معلوم نہیں سوائے اسکے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انکے لئے فرمایا کہ خدا انکے پیٹ کو نہ بھرے۔

سواد اعظم اہلسنت میں انکی نسبت جو کچھ بکی پڑی ہوئی ہے وہ لطف سے خالی نہیں۔ ان کی خلافت اور امارت آج تک لوگوں کی غیر منفصل بحث میں ہے چنانچہ اس بحث کو نہایت تفصیل کے ساتھ ہمارے معزز معاصر الحاج عبید اللہ صاحب حنفی امرتسری نے اپنی کتاب ارجح المطالب فی عدّ مناقب جناب علی ابن ابیطالب علیہ السلام کے صفحہ ۳۸۷ سے لیکر صفحہ ۴۰۲ تک قریب قریب بیس پچیس ورقوں کے لکھا ہے جس میں انہوں نے ان تمام شبہات اور مغالطوں کو نہایت متانت اور علمائی و متانت سے نقل فرمایا ہے جو اکثر ناواقف حضرات کو معاویہ کی نسبت ان کے کاتب الوحی و خال المومنین و مجتہد مخطی صحابی رضی اللہ عنہ ہونے کی وجہ سے لاحق ہوتے ہیں چونکہ ہم اپنے اس تاریخی سلسلے کو مناظرہ کی چاشنی سے زیادہ تحت نہیں چاہتے اسلئے ہم امیر صاحب کے مؤیدین کی خدمت میں اپنے معزز ہمعصر خواجہ صاحب کی وہ عالمانہ اور منصفانہ تحریر جس کا حوالہ دیا گیا ہے پیش کرکے یہ درخواست کرتے ہیں کہ وہ اسکو غور سے پڑھکر اپنے خیالوں کی غلطی کی اصلاح فرمالیں اور امیر صاحب کی کورانہ تقلید کے گڑھے میں اوندھے منہ نہ گر پڑیں۔

اب ہم خواجہ صاحب کی مفصل اور مطوّل عبارت کا ایک مختصر خلاصہ ذیل میں درج کرتے ہیں وہ یہ ہے کہ معاویہ مسلمان تو تھے مگر مسلمانان الفتح میں داخل اور گروہ مولفۃ القلوب میں شامل۔ چنانچہ امام عبدالبر استیعاب میں لکھتے ہیں هو وابوه واخوه من مسلم الفتح وہ اور اُنکے باپ اور بھائی فتح مکہ کے مسلمانوں میں سے تھے۔

فتح مکہ والے مسلمانوں کا جیسا ایمان ہے وہ سب پر ظاہر ہے ان کا اسلام لانا عین مجبوری اور کمال معذوری اور "اٹکا بنیا سودا کرے" کی مثال پوری پوری ہے۔ ابن اثیر اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ

اور امام عبدالبر استیعاب میں لکھتے ہیں: قال ابو عمر معاویۃ وابوہ من المؤلفۃ القلوب مؤلفۃ القلوب کے رسوخ ایمان کی حقیقت میں کسی بیان کی محتاج نہیں بہرحال کسی نہ کسی طرح صحابہ کا اطلاق اگر ان پر قائم بھی کیا جاوے تو بھی انکے اعمال انکے حرکات انکے کرتوت ایسے گذرے ہیں کہ وہ طبقہ بھی انسے ایک شرمناک سبق لیتا ہے تا ہم ہم یہ دکھلاتے ہیں کہ صرف صحابی کہلانے ہی سے انکی بداعمالیاں محاسن سے نہیں بدل سکتیں اور ان سے عذاب ثواب سے تغیر نہیں ہو سکتے چنانچہ علامہ سعد الدین تفتازانی شرح مقاصد میں لکھتے ہیں: ما وقع بین الصحابۃ من المحاربات والمشاجرات علی الوجہ المسطور والذکر علی السنۃ الثقات یدل بظاہرہ علی ان بعضہم قد جار عن طریق الحق وبلغ حد الظلم والفسق وکان الباعث علیہ الحقد والعناد والحسد واللداد وطلب الملک والریاسات والمیل الی اللذات والشہوات اذ لیس کل صحابی معصوما ولا کل من لقی النبی صلی اللہ علیہ وسلم بالخیر موسوما ۔ جو محاربات اور منازعات صحابہ سے وقوع میں آئے وہ کتب تواریخ میں مسطور اور ثقہ لوگوں کی زبانوں پر مذکور ہیں بظاہر اس امر پر دال ہیں کہ بعض صحابہ طریق حق سے تجاوز کرکے حد ظلم وفسق تک پہنچ گئے ہیں اور باعث اس کا کینہ عناد حسد شدت خصومت طلب ملک وریاست اور شہوات نفسانی کی طرف میلان ہے کیونکہ ہر صحابی معصوم اور نہ ہر وہ شخص جس نے آنحضرت صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم سے ملاقات کی وہ خیر یعنی نیکی کے ساتھ موسوم نہیں تھا۔

علامہ سعد الملۃ والدین کے اس قول سے تو صحابہ کلہم عدول کا باطل پردہ اٹھ گیا اور ان تمام حکم صحابہ کرام کے دائرہ کے چاروں طرف لحوم کیا۔ جس میں مہاجرین اولین بدری، احدی، خندقی اور خیبری غرض ہر طبقہ اور ہر درجہ کے صحابی شامل ہیں تو پیدائش متابعت میں معاویہ کا کیا اعتبار ہے یہ تو غریب فتح مکہ کے بعد والے مسلمانوں میں تھے اور گروہ مؤلفۃ القلوب میں داخل تھے جب طبقہ اولیٰ کا اعتبار ثابت نہیں ہوتا تو انکی عصمت کا خدا ہی حافظ ہے یہ تو تمام صحابہ کی ذی اعتباری کی اجمالی کیفیت تھی جس میں معاویہ اور غیر معاویہ سب شامل تھے اب خاص معاویہ کی

ذاتی قدر و منزلت علمائے کرام کی نگاہوں میں کہاں تک ثابت ہوتی ہے وہ بھی ملاحظہ ہو: علامہ ابن حجر صواعق محرقہ میں تحریر فرماتے ہیں: ومن اعتقاد اھلسنت والجماعت ان ماجری بین معاویۃ وعلی علیہ السلام من الحروب لم یکن المنازعۃ فی الخلافۃ للاجماع علی حقیتھا لعلی علیہ السلام
اہلسنت والجماعت کا اعتقاد ہے کہ جو محاربات معاویہ اور علی علیہ السلام کے مابین واقع ہوئے وہ خلافت کا جھگڑا نہیں تھے کیونکہ علی علیہ السلام کی خلافت پر اجماع ہو چکا تھا:

اس قول سے امیر صاحب کے افعال کی وقعت کہاں تک ہوتی ہے علامہ عبدالشکور سلمی التمہید فی بیان التوحید میں تحریر کرتے ہیں: وقال اھل السنۃ والجماعۃ ان معاویۃ فی حال حیوٰۃ علی علیہ السلام ومن تابعہ وکانوا مخطئین فی دعوی الامارۃ والبیعۃ باغین فی المقاتلۃ مع علی علیہ السلام
اہلسنت والجماعت کہتے ہیں کہ معاویہ اور ان کے پیرو جناب علی مرتضےٰ علیہ السلام کی زندگی میں امارت اور بیعت کے بارہ میں خطاوار تھے اور جناب علی علیہ السلام کے ساتھ جنگ کرنے میں باغی تھے:

لیجئے ایک نشد دو شد خیریت سے ابھی تک تو صرف خطاوار ہی تھے اب باغی بھی ثابت ہوئے ہم علامہ تفتازانی کا ایک دو سطر قول شرح مقاصد سے لکھتے ہیں وہ یہ ہے:
ذھب الکثیرون الی ان اول من بغی فی الاسلام معاویۃ اکثر علما کا مسلک یہ ہے کہ جس شخص نے اسلام میں سب سے پہلے بغاوت کی وہ معاویہ تھے:

علامہ عبدالشکور اور علامہ تفتازانی کے فتاوے کے مطابق تو امیر صاحب پورے باغی ٹھہر گئے ان حضرات نے جو اہلسنت والجماعت کے سواد اعظم میں تمام مقتدا اور پیشوا تسلیم کئے جاتے ہیں تو بالکل دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی کر دیا اور امیر صاحب کی رہی سہی وقعت کو خاک میں ملا دیا اہل اسلام میں اب وہ کون ایسا عقل کا اندھا ہوگا جو باغی اور پھر نمبر اول کے باغی کے مطیع رہنے اور اسکی اطاعت ومتابعت کو اپنا ایمان سمجھنے کا اقرار کرے گا: لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم ہم سمجھتے ہیں کہ جو شامت کے مارے جاہل بیچارے اندھی بھیڑوں کی طرح اس کنوئیں میں گر پڑے ہیں اگر انہوں نے کچھ آنکھ کھولکر دیکھا بھالا اور اپنے آپ کو اس چاہ ضلالت سے نکالا تو خیر

نہیں تو ان کو سچے اسلام والے ضرور لھم اعین لا یبصرون بھا ولھم اذان لا یسمعون بھا میں داخل اور آیہ وانی ہدایہ لا ناصر و لا مولا لھم میں شامل کریں گے ؎

معاویہ کے حفظ معائب کے لئے اسی جیسا ایک اور جالا تنا جاتا ہے اور ایک اور وہم بیان کیا جاتا ہے وہ خطائے اجتہادی کی شق ہے اگرچہ اسکے متعلق بھی ہم پوری بحث اس سلسلہ کی جلد اوّل میں لکھ آئے ہیں مگر بغرض مناسب مقام اور سلسلۂ بیان کے قیام کے لحاظ سے اختصار کے طور پر لکھتے ہیں ؎

معاویہ ابن ابی سفیان کی خطائے منکر پر جو خطائے اجتہادی کا اتنا لمبا چوڑا شرعی پردہ ڈالا جاتا ہے اور عام طور سے ان کا کلنک کا ٹیکہ جو ان کا نوشتۂ تقدیر تھا دنیا کی نگاہوں سے پوشیدہ کیا جاتا ہے حقیقت میں ایسی جہل کوشش ہے جو کبھی مفید کار نہیں ہو سکتی یہ وہ سفید داغ ہیں جو نہ چھپائے چھپے ہیں اور نہ مٹائے مٹے ؎

باآب کوثر و زمزم سفید نتواں کرد	گلیم بخت کسے را کہ بافتند سیاہ

ہم انکی خطائے اجتہادی کی جمی جمائی قلعی صرف دو مستند اور معتبر علما کے اقوال لکھکر کھولے دیتے ہیں ہمارے ناظرین سمجھ لیں گے کہ ان البلہ فریبیوں کی حقیقت کیا ہے چنانچہ کتاب مطالب السئول میں علامہ محمد ابن طلحۃ الشافعی ان کی خطائے اجتہادی کی نسبت اپنی رائے ذیل کی عبارت میں لکھتے ہیں:۔

قیل معاویۃ من کتاب النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وکان خال المؤمنین فکیف یحکم علیہ و علی من معہ یکونھم بقتال علی علیہ السلام بغاۃ فی فعلھم جائزین عن سنن الصواب لقصدھم قاصدین بما ارتکبوہ من فیہم الجبین فی زمرۃ الخارجین من طاعۃ ربھم قلت لم احکم علیہم بصفۃ البغی ولوازمھا وضعا وافتراء واختراعا بل حکمت بھا نقلا واتباعا فانہ دوی الائمۃ الاعیان من المحدثین فی مسانیدھم الصحاح احادیث متعددۃ ترفع کل واحد منھم حدیثہ بسندہ الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قال لعمار ابن یاسر رضی اللہ عنہ تقتلک

الفئة الباغية وهذا الحديث لا خطأ فی اسنادها ولا اضطراب فی متونها فثبت بها ان النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وصف الفئة القاتلة عمارا بکونها باغیة وصفة البغی لا ینفک عنها وهی لازمها۔ والبغی عبارة من الظلم وقصد الفساد فکل من کان باغیا کان ظالما جابرا وکان فاسقا خارجا عن طاعة ربہ فتکون الفئة القاتلة عمارا متصفہ بہذہ الصفات بخبر الصادق المصدوق:

خلاصہ کلام فاضل یہ ہے کہ اگر یہ بات کہی جاتی ہے کہ معاویہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کاتب اور تمام مسلمانوں کے ماموں تھے تم ان پر اور انکے متابعین پر حضرت علی علیہ السلام کے ساتھ جنگ کرنے کے لئے کیوں الزام لگاتے ہو اور کس طرح اُن پر بغاوت کا حکم لگاتے ہو اور یہ ثابت ہو کہ وہ اپنے فعل میں راہ ثواب سے بھٹکے ہوئے اور قصد بغاوت کے مرتکب اور خدا کی طاعت سے خارج ہونے والے تھے ہم کہتے ہیں کہ ہم نے ان پر بغاوت کا حکم بناوٹ جھوٹ اور اپنی طرف سے ہرگز نہیں لگایا بلکہ یہ حکم ہم نے بوجہ نقل و اتباع کے لیا ہے جسکو محدثین میں سے مشہور آئمہ نے اپنے اپنے صحیح مسندوں میں متعدد حدیثوں کے درمیان روایت کیا ہے اور ہر ایک ان میں سے اپنی حدیث کی سند کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم تک پہنچاتا ہے کہ عمار یاسر رضی اللہ عنہ کی نسبت آنحضرتؐ نے فرمایا تھا کہ تجھے باغیوں کا گروہ قتل کرے گا یہ ایسی حدیث ہے کہ جس کے اسناد میں کوئی خلل نہیں ہے اور نہ اسکے متون میں کسی قسم کا اضطراب ہے! پس ثابت ہوا کہ آنحضرتؐ نے عمار یاسر کے قاتلوں کے گروہ کا وصف باغی ہونے کے ساتھ قرار دیا ہے اور بغی کا وصف اُس گروہ سے علیحدہ نہیں ہوسکتا اُس گروہ کے لئے یہ وصف لازمی ہے اور بغاوت کے معنی ظلم اور کثرت فساد کے ہیں پس جو شخص کہ باغی ہے وہ ظالم جابر۔ عدل سے تجاوز کرنے والا اور خدا کی اطاعت سے خارج ہونے والا ہے پس حضرت عمار یاسر رضی اللہ عنہ کے قتل کرنے والوں کا گروہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرمانے کے مطابق ان صفات سے متصف تھا اب محمد ابن طلحہ الشافعی کی ایسی روشن اور واضح دلیل پڑھکر بھی کیا حقوق بنی اُمیّہ کے

مؤیدین عموماً اور امیہ معاویہ کے مقلدین خصوصاً اپنی خطا پر نادم نہیں ہونگے اور کیا اب بھی امیر
صاحب کے مجتہد مخطی یا خطائے اجتہادی کے زعم باطل سے استعفا نہیں دینگے ہم ابھی تک
تو انکے خطاکار اور قصوروار ہی ہونے پر تنہا اصرار کر رہے تھے علامہ موصوف نے تو انکو اور
انکے تمام محاربات و محاربات کو جنکی نسبت اُنکے معتقدین آجتک جہاد فی سبیل اللہ ہونے کا
اعتقاد رکھتے ہیں صحیح مفسدات اور صریح بغاوت ٹھہرا کر انکو ظالم۔ جابر۔ عدل سے تجاوز کرنے والا
یہانتک کہ خدا کی اطاعت سے خارج ہونے والا ٹھہرایا وہ بھی اپنے قول سے نہیں بلکہ مخبر صادق
صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قول سے جسکو تمام معتبر اور مستند محدثین نے باسناد متصل اپنے اپنے
صحاح او مسانید میں لکھا ہے۔ اب ہم نہیں سمجھتے کہ جب محدثین نے تمام تفصیل سے اپنی صحاح
تالیفات میں اس خیال کی کامل طور سے تردید فرمادی ہے تو پھر اس خطائے اجتہادی کے
مسئلے پر اصرار کرنے والی جماعت آنکھوں پر پٹی باندھکر اور دیدہ دانستہ ضلالت کے گڑھے میں کیوں گری
پڑتی ہے اگر علامہ محمد بن طلحہ الشافعی کی تنہا رائے پر اعتبار نہ کیا جاوے تو ہم روضۃ الندویہ
شرح تحفۃ العلویہ سے حافظ محمد بن صلاح الامیر الیمانی جو اہلسنت والجماعت کے سواد اعظم
میں امام الصنعانی کے مشہور خطاب سے یاد فرمائے جاتے ہیں ذیل کی عبارت بلفظہ نقل کرتے ہیں
جسکو امام صاحب نے خاصکر اپنے فرقے کے خام عقائد والوں کی تنبیہ کے لئے مخصوص تحریر فرمایا
ہے: قال النواصب قد خطاء فی الاجتہاد واخطائیہ صاحبہ والعفو فی ذالک مرجو لفاعلہ و
فی اعالی الجنان الخلد راکبہ قلنا کذبتم فلو قال النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لنا فی النار قاتل عمار
وسالبہ وانما دعوی الاجتہاد لمعاویۃ فی قتالہ الا کدعوی ابن حزم ان ابن ملجم اشقی الاخرین
مجتہد فی قتلہ یعنی علیہ السلام کما حکاہ عنہ الحافظ ابن حجر فی تلخیصہ واذ کان من ارتکب ہواہ
نفق باطلا یروج بمایراہ اجتہاد الوبیق فی الدنیا مبطل اذ لا بات احد منکرا الا وقد اذہب لہ عذرا
ناصبی گروہ کے لوگ کہتے ہیں کہ امیر معاویہ انکے دوست سے خطائے الاجتہاد سرزد ہوئی ہے جس
کے فاعل کے لئے خدا سے عفو کی اُمید کی جاتی ہے اور وہ جنت خلد کے درجات عالی میں ہوگا

ہم کہتے ہیں تم لوگ جھوٹ کہتے ہو اگر تمہارا قول سچ ہے تو پھر آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم
نے ہم سے کیوں کہا تھا کہ عمار یاسر رضی اللہ عنہٗ اور ان کے مقتول ہو جانے کے بعد انکے
ہتھیار لے جانے والا جہنم میں ہوگا امیر معاویہ کے لئے انکے جنگ کرنے کے مادّے میں اجتہاد کا
دعوےٰ کرنا ایسا ہی ہے کہ جیسا ابن حزم نے باوجود اس قدر علم وفضل کے ابن ملجم اشقی الآخرین
کو جناب امیرالمومنین علیہ السلام کے قتل میں مجتہد قرار دیا ہے۔ چنانچہ ابن حجر نے تلخیص میں ابن
حزم سے اس بات کو نقل کیا ہے جب کوئی شخص اپنے ہوا و ہوس کے گھوڑے پر سوار ہو کر مذہان
بنا سے وع کرے تو جسکو چاہے اجتہاد کہے ایسی ایسی تاویلات سے دنیا میں کوئی امر باطل نہیں
ہے کا جسکے لئے کوئی نہ کوئی عذر گھڑ لیا نہ جائے۔

امام صنعانی کی اس رائے کے بعد جو اس بحث کا اخیر فیصلہ ہے ہم کو پھر کسی دوسرے قول لکھنے
کی مطلق ضرورت نہیں ہے کیونکہ جب اتنا بڑا محقق ایسے ایسے خیالات کا سد اور اعتقادات فاسد کو
ہذیان سے نسبت دے تو ہم کو ایسے لوگوں سے بمصداق آیہ وانی ہدایہ واعرض عن الجاہلین
زیادہ الجھنے کی ضرورت نہیں ہے اس لئے ہم اس بحث کو تمام ثبوتوں کے ساتھ خاتمہ تک
پہنچا کر اپنے مضامین کے دوسرے سلسلہ کو آغاز کرتے ہیں۔

یہ کہا جاتا ہے کہ جناب امیرالمومنین علیہ السلام کی وفات کے بعد امیر معاویہ تمام بلادِ اسلامی
میں خلیفہ تسلیم کر لئے گئے اور جب خلافت وامارت مسلّم ہو چکی تو متابعت واطاعت بھی
لازمی ٹھیری۔

یہ بھی یاد رہنا خیال ہے اور کچھ بھی نہیں دومۃ الجندل میں ایسی کوری بے ایمانی کیگئی اور
ایمان فروش عمرو عاص نے اپنے سادہ لوح مقابل ابوموسیٰ الاشعری سے جو چال چلی جس کی وجہ
سے معاویہ کی خواہ مخواہ سلطنت ہو گئی دنیا کی نگاہوں سے پوشیدہ نہ رہ سکی جس کا نتیجہ یہ ہوا
کہ باوجود تمام ملکی اختیارات حاصل ہو جانے اور تمام قلمرو اسلامی میں فرماں روائے عصر مان
لئے جانے کے بھی معاویہ کو کسی نے خلیفہ نہ لکھا اور نہ انکی حاصل کردہ سلطنت کو خلافت

تسلیم کیا اس بیان کے ثبوت میں علمائے کرام کے اعتقادات اور ارشادات ملاحظہ فرمائیے:

فخر الاسلام بزودی علیہ الرحمۃ الہدیہ میں تحریر فرماتے ہیں۔ ومعاویۃ ما کان من جملۃ الخلفاء ولکن کان من جملۃ الملوک علی ما روینا عن النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انہ قال الخلافۃ بعدی ثلاثون سنۃ ثم بعدہ ملک عضوض وقد تم ثلاثون بعلی علیہ السلام:

معاویہ خلفا میں سے نہیں ہیں بلکہ ملوک میں سے ہیں بنا بر اس حدیث کے کہ فرمایا جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ اجمعین نے کہ خلافت میرے بعد تیس برس تک رہیگی بعدہ ایک درندہ بادشاہی ہوگی اور تیس برس جناب امیر علیہ السلام تک ہو گئے:

اہلسنت والجماعت کی جماعت میں وہ کون ہوگا جو ایسی صحیح السند حدیث الخلافت من بعدی ثلاثون سنۃ ثم بعدہ ملک عضوض" سے انکار کرے گا تا وقتیکہ اس حدیث سے انکار نہ کیا جاوے امیر صاحب کی خلافت اور ان کا خلیفہ ہونا قطعی محال ہے:

علامہ بزودی کے علاوہ امام جلال الدین سیوطی کے اقوال جنکو ابن ابی شیبہ نے اپنی کتاب مصنف میں نقل کیا ہے ذیل میں نقل کرتے ہیں۔ عن سعید بن جمھان قال قلت لسفینۃ ان بنی امیۃ یزعمون ان الخلافۃ منھم قال کذبوا بنو الزرقاء بل ھم ملوک من اشد الملوک واول الملوک معاویۃ: سعید ابن جمہان کہتے ہیں میں نے سفینہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ بنی امیہ اپنے آپ کو خلفاء جانتے ہیں وہ کہنے لگی یہ گنجی عورت کے جنے جھوٹ کہتے ہیں۔ یہ لوگ سخت ترین بادشاہوں سے ہیں اور اُن میں سے پہلا بادشاہ معاویہ ہے

اب اس سے بڑھکر ہم اپنے دعوے کے ثبوت میں اور کون مستند اور معتبر اقوال ان سے زیادہ پیش کر سکتے ہیں مگر اسپر بھی امیر صاحب کے مویدین کے اصرار کم نہوں تو پھر ہم فخر الاسلام حسن بزودی علیہ الرحمہ کا قطعی فیصلہ درج کئے دیتے ہیں کان احد من الصحابۃ لم یرہ امام حق ولم یعقد لہ عقد الامامۃ کسی صحابی نے انکو امام نہیں لکھا اور نہ اُن پر امامت کا عقد ہوا وما کان من جملۃ الخلفاء اور یہ خلفا میں سے نہیں تھے:

یعنے امامت و خلافت سب رخصت اب رہا کیا معاویہ کی نسبت خیالی اور محض جھوٹی فضیلتوں
نے جیسی جاہل مسلمانوں کی جانوں پر مصیبت ڈھائی ہے وہ بیان نہیں کی جا سکتی انکی آنکھوں پر
جہالت نے تعصب کے پُر زور ہاتھوں سے ایسی سخت پٹی باندھ رکھی ہے کہ وہ باوجود اتنے صحیح
الاسناد اقوال کے حق و باطل میں کچھ بھی تمیز نہیں کرتے نہ محدثین کے اقوال پر اعتبار کرتے ہیں نہ
مخبر صادق علیہ السلام کے قول کی تصدیق جسکو تمام معتبر و مستند محدثین نے بسند متصل اور موثق
اپنے اپنے صحاح میں لکھا ہے اب ہم نہیں سمجھتے کہ جب محدثین کے تمام طبقے نے اپنے صحاح تالیفات
میں اس خیال کی کامل طور سے تردید فرمادی ہے تو یہ اس خطائے اجتہادی پر اصرار کرنے والے
حضرات کیوں اوندھے منہ گڑھے میں گرے پڑتے ہیں نہ وہ لوگ جمہور کے متفق علیہ عقائد پر
نگاہ کرتے ہیں نہ سواد اعظم کے مسلم اصول پر لحاظ تعجب ہے کہ امیر صاحب کے اقتدار اور انکی محبت و
الفت و عقیدت کا تو اتنا لحاظ کیا جاوے مگر بخلاف اسکے جناب رسالتمآب صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے
اقوال پر جو صحابہ اور تابعین و معتبر و مستند محدثین کے قوی اور صحیح اسناد سے مکمل اور مسلسل پایا
جاتا ہے کوئی اعتبار نہیں کیا جاتا اور اسپر کوئی توجہ نہیں فرمائی جاتی ہم کو یقین ہے کہ شاید
اپنے امیر صاحب کے عقیدت کے خیالوں میں اس قدر ترقی کر گئے ہیں کہ اپنے امیر صاحب کو آنحضرت
صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ترجیح دیتے ہیں؛ اللّٰھم احفظنا من ہذہ العقائد الفاسد؛
اسلامی فضیلت شرف صحابیت؛ اعاذ خلافت منصب اجتہاد وغیرہ وغیرہ ایک ایک کر کے
سب تو ہو چکے اب وہ کون شرافت انکے متعلق رہی جاتی ہے جسکے واسطے انکی عقیدت و ارادت
ایسے خلوص کے ساتھ برتی جاتی تھی اب تو ہم جانتے ہیں کوئی شرافت نہیں مگر ہاں خوب وقت
پر یاد آیا انہیں توہمات کے ضمن میں دو خیالی شرافتیں اور بیان کی جاتی ہیں ایک تو خال المومنین
ہونے کی شرافت دوسرے کاتب الوحی ہونے کے اعزاز یہ دو دلیلیں ایسی لاغر ہیں کہ کوئی
عاقل ان پر ذرا بھی توجہ نہیں کرے گا اور انکی تردید کو محض اپنی تضیع اوقات سمجھے گا مگر ہم
جب انکی تمام شرافتوں کی قطع و برید کرتے آئے ہیں تو لگے ہاتھوں انکو بھی کیوں چھوڑنے لگے؛

خال المومنین ہونے کی مہمل شرافت کو محمد ابن طلحۃ الشافعی نے ایسا ناقابل توجہ سمجھا کہ اسکی کوئی لحاظ نہ فرمایا اور اپنی تضیع اوقات سمجھکر اسکی نسبت کچھ نہ لکھا اور ہم بھی اسکو ایسا ہی فضول اور طول کا باعث سمجھکر صرف اتنا لکھے دیتے ہیں کہ اگر خال المومنین ہونے کی شرافت سے انکی فضیلت ثابت کرنے کی کوشش کی جاتی ہے تو پھر اس دائرہ میں حضرت اُم حبیبہ کے بھائی کی تنہا خصوصیت حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا، حضرت عائشہ، حفصہ، سودہ، میمونہ، صفیہ وغیرہ وغیرہ سب کے بھائیوں کے لئے بھی استحقاق قائم کیا جائے گا:

اب کتابت وحی کی دلیل بھی ایسی ہی ناکافی دلیل ہے جو عقل و شعور سے کوسوں دور معلوم ہوتی ہے۔ خال المومنین اور کتابت وحی دونوں شرافتوں کی حقیقتوں کو ملا عبدالرحمن جامی اور حکیم سنائی غزنوی نے جو فرقۂ اہلسنت والجماعت میں شریعت اور طریقت دونوں کے رکن اعظم بتلائے جاتے ہیں اچھی طرح بتلا دیا ہے: ملا جامی کتابت وحی کی نسبت تحریر کرتے ہیں؎

اختلافے داشت با حیدر حق و آنجا بدست حیدر بود	در خلافت صحابیٔ دیگر جنگ با او خطائے منکر بود

خال المومنین کی نسبت حکیم سنائی تحریر فرماتے ہیں:

پسر هند گرچه خال من است		دوستی و یم بکارے نیست
در نوشت او خطے برائے رسولؐ	دیوان	هم دراں نیز اقتدارے نیست
هم در آنجا که شیر یزدان است		از خط و خال اعتبارے نیست

خال المومنین کی فضیلت تو خاک گئی کتابت وحی کی اصلی حقیقت بھی معلوم ہوئی اب اس پر بھی تسکین نہ ہو تو محدث دہلوی شیخ عبدالحق صاحب کا قول مدارج النبوۃ میں دیکھ لیں کہ وہ تحریر فرماتے ہیں:

معاویہ ابن ابوسفیان کنیت کردہ میشود بہ ابی عبدالرحمان یکے از انجملہ این است کہ می نوشت برائے آنحضرت صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم و بعضی گویند نوشت وحی صاحب جامع الاصول می گوید

کتابت وحی بداشت در مواہب لدنیہ می گوید وی مشہور است بکتابت وحی و بعضے گویند وی نمی نوشت وحی را بلکہ می نوشت کتب و مناشیر را؛

لیجئے کتابت وحی کی اہلیت بھی معلوم ہو گئی کہ طبقات محدثین میں سے کسیکو اسکی نسبت صحیح اطلاع ہی نہیں امیر صاحب کی کتابت کا مسئلہ بھی درمیانی افریقہ کی وسعت ہوئی جو آجتک زمانہ موجودہ کے اہل جغرافیہ کو اپنی حقیقت پر آگاہ نکر سکی اور اصل امر تو یہ ہے کہ کتابت وحی کی وجہ سے فضیلت ثابت کرنا ایسا ہی مہمل خیال ہے جسکی بنا کسی سطح پر قائم نہیں رہسکتی؛ چنانچہ اس وہمی نسبت ہمارے قابل قدر معاصر خواجہ عبید اللہ صاحب ارجح المطالب میں تحریر فرماتے ہیں "بعض اتقیاء اس بیان کرتے ہیں کہ وہ کاتب الوحی تھے خیال کرنا چاہئے کہ اگر کتابت وحی سے کسی قسم کی فضیلت ثابت ہوتی ہے تو مروان الحکم کے لئے بھی ثابت ہوتی ہے" ارجح المطالب صفحہ ۲۲۶؛

اب ہمارے لئے ضرور نہیں ہے کہ ہم اسکے متعلق زیادہ لکھکر اپنے عزیز اوقات کو بیکار صرف کریں اور اپنی کتاب کا بے ضرورت حجم بڑھائیں حقوق معاویہ کے موئدین اپنے امیر صاحب کی نسبت جتنی وجوہ اور جن فضیلتیں ثابت کرنا چاہتے تھے وہ تمام وکمال معلوم ہو گئیں اب کوئی گوشہ بھی ایسا باقی نہیں ہے جسکو وہ فضیلت معاویہ میں شمار کرلیتے ہوں اور اسکی کامل تردید اس مختصر کتاب میں تحریر کر دی گئی ہو تا ہم ابھی ایک امر اور رہا جاتا ہے جسکو انکے طرفدار جناب امام حسن علیہ السلام سے حاصل نسبت دیکر بھی فضیلت کی شہادت ثابت کرتے ہیں اور وہ یہ ہے کہ اگر معاویہ لائق نہ ہوتے تو امام حسن علیہ السلام خلافت کے کاروبار انکے تعلق نہ فرماتے؛

اول تو یہ خیال اور تنہا یہ خیال بلکہ وہ تمام توہمات جو فضیلت معاویہ کی نسبت اوپر لکھے گئے ان لوگوں سے مخصوص تعلق رکھتے ہیں جو خلافت اور خلیفہ کے ظاہری معنوں پر فریفتہ ہو کر اپنے جوش عقیدت اور حد خلوص سے تجاوز کر گئے ہیں علمائے کرام نے انکی بہت بڑی روک تھام بھی کی اور تفاسیر و احادیث اور منقولات و معقولات کے دلائل قاطعہ اور براہین ساطعہ سے ان کے عقاید فاسد کی اصلاح بھی فرمائی جو ماننے والے تھے وہ مانے اور جو ضدی تھے وہ نہ

مانے اور دنیا نے ان کو نواصب کے لقب سے یاد کیا جو آجتک یادگار ہے؛

غرض یہ تمام توہمات ناصبی گروہ کے لوگوں کے ہیں جو چیدہ چیدہ اہلسنت کی کتابوں میں پائے جاتے ہیں اب ہم انکے اس خیر واہمہ کی دوا بھی انہیں کے نسخوں سے ڈھونڈھ نکالتے ہیں اور انکی اس لاغر دلیل کی تردید میں اپنے قوی الاسناد اور ذوی استعداد ہمعصر خواجہ عبید اللہ صاحب کی رائے ذیل میں تحریر کرتے ہیں جسکو انہوں نے نہایت سلاست کے ساتھ عام فہم عبارت میں مندرج فرمایا ہے:

اگر امیر معاویہ عاصی اور باغی ہوتے تو جناب امام حسن المجتبیٰ علیہ السلام کیوں خلافت انکے سپرد فرماتے لیکن یہ وہم بھی بیجا ہے کیونکہ امارت عامّہ کی تفویض ایسے شخص کے ہاتھ میں کرنے سے جو بیشتر باغی رہچکا ہو اور پھر تائب ہو کر بباب وصلت اور بیعت شیخین کے اتباع کا عہد کرتا ہو کوئی اعتراض امام حسن علیہ السلام کے خدّام کی طرف عائد نہیں ہوتا جناب امام حسن علیہ السلام نے جو عہد امیر معاویہ سے تفویض امارت کے وقت لیا ہے وہ اعمال سابقہ سے منبزلہ توبہ تصوّر کیا جا سکتا ہے لیکن جناب امام حسن علیہ السلام کی امارت عامہ تفویض فرما دینے سے امیر معاویہ کا امور سابقہ میں محفوظ عن الخطا ہونا ثابت نہیں ہوتا اسکی ٹھیک مثال ایسی ہی ہے کہ ایک گاؤں کے مالک نے غلہ کا انبار مساکین پر خیرات کرنے کے لئے جمع کیا ہو ایک رہزنوں کا سردار اُسے غارت کرنا چاہے مالک اسکی حفاظت کے واسطے اُس سے جنگ کرے پھر ایک مدت کے بعد مالک فوت ہو جاوے اور اسکا بیٹا ان رہزنوں کے سردار سے یہ عہد لے کر کہ غلّہ ہم اس شرط سے تمہارے سپرد کرتے ہیں کہ تم اسکو مساکین پر صرف کیا کرو اور اس میں خیانت نہ کیا کرو وہ غلہ کا انبار اسکے سپرد کر دے اور اس تفویض سے فتنہ و فساد فرو ہو جاوے اور خونریزی مٹ جائے تو اس سے نہ اُس غلہ کے مالک کی نسبت جو ان غارتگروں سے حفاظت غلّہ کے لئے جنگ کرتا تھا کوئی اعتراض وارد ہو سکتا ہے اور نہ اس مالک کے بیٹے کی طرف جس نے یہ عہد لے کر غلّہ اُن رہزنوں کے سپرد کیا ہے اور غلّہ کی حفاظت سے ... ہی صرف چھپا

[illegible] ملک [illegible] خلق خدا کو ناحق کے کشت و خون سے بچایا ہے ورنہ ان رہزنوں کا افسر جس نے [illegible] اس لئے تفویض نہیں ہوا تھا اور وہ اس میں بیجا تصرف کرنا چاہتا تھا اعتراض سے بچ سکتا ہے البتہ اگر اس عہد کے بعد وہ اپنے قول و فعل میں صادق نکلے اور رعایا کو اپنے عہد کے موافق [illegible] تو یہ خیال کیا جائے گا کہ اس نے اپنے اعمال سابقہ سے توبہ کی اور [illegible] تصرف کرنا [illegible] کیا اور اگر یہ وہ راہزن یا اسکا جانشین اپنے عہد سے انحراف [illegible] تو یہ عاصی متصور ہوگا اور اسکے ساتھ اسکے عہد کے زندہ یا اسکے جانشین [illegible] چنانچہ اسی بنا پر جناب امام حسین علیہ السلام نے امیر معاویہ کے [illegible] لگا اور حقوق الناس میں حدود اللہ سے تجاوز [illegible] کی شادی کا مجوز ہونے لگا تنبیہ کرنا چاہا تھا اور جناب امام حسین علیہ السلام [illegible] محق تھے کیونکہ خلافت دراصل انہیں کا حق تھا:

[illegible] جب جناب امام حسن علیہ السلام خلافت کو ترک کرنا چاہتے تھے تو امیر معاویہ [illegible] خلافت کے لئے یوں منتخب فرمایا اور خلافت کسی دوسرے کے سپرد کیوں نہ فرمائی جناب امام حسن علیہ السلام کے اس انتخاب سے یہ نتیجہ پیدا ہوتا ہے کہ امیر معاویہ اپنے عہد میں [illegible] ہونگے جس کی وجہ سے جناب امام حسن علیہ السلام نے خلافت انہیں کے سپرد فرمائی [illegible] حضرت امام حسن علیہ السلام کسی دوسرے کو اس منصب کے لئے منتخب فرماتے:

یہ [illegible] تتبع کتب سیر و تواریخ سے ناشی ہوتا ہے کیونکہ جناب امام حسن علیہ السلام نے خلع خلافت کے وقت امیر معاویہ کو امارت عامہ اس وجہ سے سپرد فرمائی تھی اور دوسرے کو اس لئے منتخب نہیں کیا تھا کہ بغیر اس کے خونریزی کا انسداد محال تھا اگر جناب امام حسن علیہ السلام کسی اور صحابی کو امارت سپرد فرماتے تو ضرور معاویہ انکے ساتھ بھی وہی معاملہ کرتے جو جناب امیر علیہ السلام سے ساتھ کر چکے تھے:

اس کے ماسوا خلافت راشدہ کا زمانہ منقضی ہو چکا تھا اب ملکت عضوضہ کے عہد کی صبح

نمودار ہونے والی تھی بجز معاویہ کے اور کوئی صحابی اسکو پسند نہیں کرتا تھا بفحوائے "اعط القوس باریہا" جناب امام حسن علیہ السلام نے امیر معاویہ کو اس منصب کے لائق سمجھا اور جس امر کے واسطے وہ برسوں سے کشت وخون کر رہے تھے اُن کے حسب منشا اُنہیں کے سپرد کیا" ارجح المطالب صفحہ ۴۶۷ لاہور"

اب ایسی قوی اور واضح رائے کے بعد ہم اپنی طرف سے اس بحث میں کسی خاص تحریری اضافہ کی مطلق ضرورت نہیں دیکھتے ہماری کتاب کے ناظرین امام حسن علیہ السلام کی وہ ضرورتیں جو تفویض خلافت کی نسبت معاویہ کی خصوصیت کے ساتھ وابستہ تھیں بخوبی سمجھ گئے ہونگے ہمارے لائق ہمعصر کا یہ بیان کہ اگر امام حسن علیہ السلام کسی اور صحابی کو امارت تفویض فرما دیتے تو امیر معاویہ انکے ساتھ بھی وہی معاملات کرتے جو جناب امیر علیہ السلام کے ساتھ کر چکے تھے کیسا صحیح اور قطعی فیصلہ ہے اس میں تو شک نہیں کہ جناب امام علیہ السلام نے یہ تمام کوششیں صرف اہل اسلام کو آئندہ خونریزیوں سے بچانے کے لئے اور بلادِ اسلامی میں امن وامان پھیلانے کیلئے فرمائی تھیں اب انکو چھوڑکر کسی اور کو امارت ملتی تو مسلمانوں کے قتل وخون اور ملک کی تباہی وبربادی کا ویسا ہی سلسلہ برابر جاری رہتا اور امام حسن علیہ السلام کا اصلی مقصود جو مخصوص امت اسلامیہ کی محافظت اور خونریزی کی ممانعت تھی مفقود ہوجاتا تو ایسی حالتوں میں امیر صاحب کے مؤیدین تو اور بھی دُنیا کپھاڑ پھاڑکر اعتراض کو موجود ہوجاتے۔

امام حسن علیہ السلام کی صلح پر اعتراض کرنے والے خاصکر وہی حضرات نکلیں گے جو معاویہ کی محبت واُلفت کی پُر جوشیوں میں دنیا ومافیہا کی خبر نہیں رکھتے وہ ہمارے ان بیانات کو پڑھکر اپنے توہمات لاطائل اور مغالطات باطل کی اصلاح کرلیں اور سمجھ لیں کہ معاملات صلح سے جناب امام حسن علیہ السلام کا جو مدعا تھا وہ صرف اپنے جدّ بزرگوار صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اُمت کی محافظت تھی اسکے سوا کچھ بھی نہیں جن ضرورتوں کی وجہ سے یہ نتیجہ نکالے گئے تو

کوئی شرافت یا فضیلت نہیں تھی بلکہ انکی شریر طبیعت اور فساد انگیز فطرت جو کسی وقت اور کسی حالت میں اپنی سرکشی اور سرتابی کے آزادانہ اور مفسدانہ خیالوں میں کسی دوسرے کے آگے اطاعت اور فرمانبرداری کا سر جھکانے والی نہیں تھی اگر امام حسن علیہ السلام کے تفویض امارت سے بحث کرکے امیر صاحب کی فضیلت ثابت کرنے کی کوشش کی جائے گی تو ہم یقین دلاتے ہیں کہ بمصداق آیہ کریمہ عسی ان تکرھوا شیئا وھو خیر لکم انکی نفسانیت خباثت اور مذمت کے سوا اور کچھ بھی ثابت نہ ہو سکے گا:

تفویض امارت سے امام حسن علیہ السلام کے ضعف واخطاء رائے تجویز کرنے والے حضرات بھی سمجھ رکھیں کہ ہم تو ان معاملات میں امام حسن علیہ السلام کے خادموں کی طرف ایسا اعتقاد رکھنا کہاں تک ایسا وہم کرنا بھی معصیت سے خالی نہیں سمجھتے بلکہ معاملات صلح میں امام حسن علیہ السلام کی نسبت ضعف رائے کی جائے حفاظت مالتقدم رعایت حقوق الناس۔ اصلاح امت اور تحفظ عن الفساد اور امن وامان عامہ کے تمام محاسن ایسی بےنظیر شانوں میں پایہ ثبوت تک پہنچتے ہیں کہ پھر انکی مثال کسی دوسرے کے احوال میں نہیں پائی جاتی:

تفویض امارت کے نتائج اس کے اسرار وغوامض کی خوبیوں کی حقیقت معلوم کرنے کے لئے اُن اقوال واسباب کو دیکھنا ضروری ہے جنکو علم اصول کے ماہرین اور علم کلام کے متقنین نے اپنی اپنی مستند تالیفات میں درج فرمایا ہے انکو دیکھکر ہر شخص کامل طور سے سمجھ لے گا کہ حقیقت میں جناب امام حسن علیہ السلام نے معاویہ سے صلح نہیں فرمائی بلکہ اسلام اور اسکی حقیقت کی ڈوبتی ہوئی کشتی کو ایک ایسے طوفانی تہلکہ سے نکال لیا ہے جو سالہا سال سے اُسکو چاروں طرف سے گھیرے تھا اور قریب تھا کہ اسکو تہ آب کردے:

تاریخی دُنیا میں امام حسن علیہ السلام کی مصالحت پر جو آج تک رائے دی جاتی ہے وہ ہم ایک ایسے محقق کے قول سے ذیل میں درج کرتے ہیں جو اپنی تحریری اور تقریری قبولیت کے اعتبار سے ہندوستان میں اپنی آپ مثال مانا جاتا ہے دیکھو سیرۃ المحمدیہ میں ڈاکٹر سر سید احمد خان

کی وہ رائے جو اس مصالحت کی نسبت اُنہوں نے دی ہے بلفظہ اس عبارت میں مندرج ہے:۔

حضرت امام حسن علیہ السلام جب خلیفہ ہوئے تو اُنہوں نے تمام حالات اور واقعات پر غور فرما کر سمجھ لیا کہ اسکی صلاح ممکن نہیں اصلاح اُمت کی آسائش اور قتل و خونریزی اور فساد دور کرنے کا صرف ایک ہی علاج ہے کہ اس دو عملی سے یکسوئی ہو جائے اُنہوں نے نہایت دانائی نیکی اور امت کی بھلائی کی نظر سے جسکی نظیر دنیا میں نہیں ہے خلافت سے ہاتھ اُٹھایا درحقیقت یہ کام حضرت امام حسن علیہ السلام ہی جیسے کریم النفس شخص سے ہو سکتا تھا جس نے اُمت کے امن کے لیے اپنی ملازمن کو چھوڑ دیا جس کے سامنے قیصر و کسریٰ کی بھی کچھ حقیقت نہیں تھی:۔ دیکھو سیرۃ المحمدیہ مطبوعہ ... ص ۱۹۳

بہرحال ہم نے اپنے اس مفصل بیان میں اُن تمام مظالموں مغالطوں اور وہموں کی کامل تردید کر دی ہے جو ان معاملات میں اکثر کورانہ تقلید اور جاہلانہ تاویل سے پیدا ہو جایا کرتا ہے اور ان میں سے ہر ایک شبہ کو پوری تفصیل سے لکھکر ان کو محدثین مفسرین اور مورخین کے اقوال سے رد کر دیا ہے کہ آئندہ کے لئے نہ جائے سخن باقی رہے اور نہ مجال دم زدن:۔

اگرچہ اس بحث کے متعلق ہم کو اختیار تھا کہ ہم بھی اور وسعت بیانی سے کام لیتے مگر ہم جیسا اوپر بیان کر آئے ہیں ہمارا یہ مقصود ہرگز نہیں ہے کہ ضرورت سے زائد ہم اپنے تالیفی مقاصد کو تاریخی مضامین کے پایہ سے بڑھا کر علم الکلام اور مناظرہ کے بیانات تک پہنچائیں اسلئے ہم اس بحث کے متعلق اس سے زیادہ تفصیل و تشریح کو ارباب کلام اور اصحاب مناظرہ کے خاص فرائض سمجھکر ختم کرتے ہیں اور اپنی کتاب کے موجودہ سلسلۂ بیان کو جناب امام حسن علیہ السلام کے محاسن اخلاق کے بیان کی طرف پھیرتے ہیں جو ترکیب تالیف اور ترتیب مضامین کے اعتبار سے ہماری تالیف کے اس حصہ کا اصلی مدعا قرار پا چکا ہے:۔

حضرت امام حسن علیہ السلام کے محاسن اخلاق

ہم کو آپ کے اخلاق حسنہ کی تفصیل میں کسی طول و طویل بیان کی اس وجہ سے ضرورت نہیں

ہوئی ہیں آپ کے محاسن اخلاق کے واقعات ایسے شہرۂ آفاق ہیں کہ میرے یا کسی کے بیان کے محتاج نہیں اور آپ کی ذات مجمع الحسنات کے ساتھ ایسی خصوصیت کے ساتھ مترادف اور چسپاں ہیں کہ عام اصطلاح میں دنیا کے تمام اہل کلام جب کسی کی اخلاقی خوبیوں کا ذکر کرنے لگتے ہیں تو اخلاق کے بعد پہلا لفظ جو انکے منہ سے نکلتا ہے وہ حسن ہوتا ہے پھر جب یہ صفت ذات جامع الصفات کے ساتھ ایسی لازم و ملزوم قطعی ہو تو پھر اسکی تفصیل اور تشریح کی مطلق ضرورت باقی نہیں رہتی مگر تاہم ان کتب واقعات سے جو اسوقت ہمارے پیش نظر ہیں ہم صرف چند واقعات کی نقل پر اکتفا کرتے ہیں اور محاسن اخلاق کے موجودہ سلسلہ میں ہم پہلے جناب امام حسن علیہ السلام کے حلم وحیا کے واقعات ذیل میں تحریر کرتے ہیں۔

جناب امام حسن علیہ السلام کا حلم

علامہ ابن سعد تحریر فرماتے ہیں: عن عمیر ابن اسحٰق قال کان مروان امیرا علینا فکان یسب علیا کل جمعۃ علی المنبر والحسن علیہ السلام یسمع ولا یرد شیئا ثم ارسل الیہ رجلا یقول لہ بعلی بعلی بعلی وبک وبک وبک وما وجدت مثلک الا مثل البغلۃ یقال لہا من ابوک فیقول امی الفرس فقال لہ الحسن علیہ السلام ارجع الیہ فقل لہ انی واللہ ما امحو عنک شیئا مما قلت ولکن موعدی وموعدک اللہ تعالیٰ فان کنت صادقا فاجزاک اللہ بصدقک وان کنت کاذبا فاللہ

عمیر ابن اسحاق کہتے ہیں کہ مروان ہم پر امیر تھا اور وہ ہر جمعہ کو منبر پر چڑھکر جناب امیر علیہ السلام پر سب کیا کرتا تھا اور جناب امام حسن علیہ السلام سنا کرتے تھے اور کچھ جواب نہ دیتے تھے اسنے ایک دن ایک آدمی امام حسن علیہ السلام کے پاس بھیجا اور یہ کہلا بھیجا کہ علیؑ پر علیؑ پر علیؑ پر تم پر تم پر تم پر تمہاری مثال خچر کی ہے جب اس سے پوچھو کہ تیرا باپ کون ہے تو وہ کہتا ہے کہ میری ماں گھوڑی ہے جناب امام حسن علیہ السلام نے یہ سنکر فرمایا کہ تو واپس جاکر ہماری طرف سے کہدے کہ خدا کی قسم ہے کہ ہم تجھ سے کسی بات کو نہیں بھولے لیکن ہمارے تیرے درمیان

اعیان الشیعہ

پروردگار عالم انصاف فرمائے گا۔ اگر تو سچ کہتا ہے تو خدائے تعالے تجھکو تیری صداقت کی جزا دیگا اور اگر تو جھوٹ کہتا ہے تو یہ سمجھ لے کہ پروردگار عالم کا انتقام نہایت سخت ہے :

اسی روایت کو علامہ ابن حجر نے بھی صواعق محرقہ میں باختلاف الفاظ لکھا ہے :

کہاں ہیں امیر معاویہ کی محبت و اُلفت پر جان دینے والے آنکھیں کھولکر اس واقعہ کو پڑھیں اور سلطنتِ ملی اس شرط اور اس کے بار بار اقرار کو یاد کریں اور پھر اس اخیر فیصلہ پر غور کریں کہ جس محفل میں امام حسن علیہ السلام موجود ہونگے وہاں سب علی علیہ السلام سے پرہیز کیا جائے گا اُس مجلس میں امام حسن علیہ السلام بالنفس النفیس موجود ہیں اور زبان دراز مروان انکے سامنے اپنے بیہودہ سرائی اور بدزبانی کے جوہر دکھلا رہا ہے :

کہ نہیں لیکن کہ اہلبیت طاہرین علیہم السلام سے اُنکے ان دیکھے تعدد اور ان جانی خطا کے عوض میں اس قدر نفرت اور بیزاری اختیار کیجائے گی اور ان کی محبت و اُلفت جو احکام الہی اور اقوال جناب رسالت پناہی کے مطابق واجب ثابت ہو چکی ہے کہاں تک کھلاتی ہے۔ ان بارامانت کلامیوں کے جواب میں امام حسن علیہ السلام کے محاسن اخلاق پر بھی غور کیا چاہیئے کہ ہماز بھی اپنے سوال کا جواب دیتا ہے اور خالی مکان بھی اپنے مخاطب کو آواز دیتا ہے مگر امام حسن علیہ السلام کا حلم اور آپ کا سکوت ایسا لاجواب اور اپنی آپ مثال ہے کہ وہ ایسی سخت اور ناقابل برداشت کلامیوں کا اپنی طرف سے کوئی جواب نہیں دیتا ہے

اور اُس کی بدزبانی ایک سے	سُن بھی لو اپنی خموشی ہے ہزار

مروان کی ایک اور زبان درازی کی کیفیت پر علامہ ابن سعد یوں تحریر فرماتے ہیں :-

عن زر ابن سواد قال کان بین الحسن علیہ السّلام وبین مروان کلام فاقبل علیہ مروان فجعل یغلظ وحسن علیہ السّلام ساکت :

زر ابن سواد سے مروی ہے کہ جناب امام حسن علیہ السلام اور مروان کے درمیان گفتگو ہو رہی تھی مروان گالیاں دینے لگا جناب امام حسن علیہ السلام چپ ہو رہے :

اس روایت کو بھی علامہ ابن حجر نے صواعق محرقہ میں لکھا ہے۔

اب ان کے ایک اور بھائی صاحب کا واقعہ ملاحظہ ہو۔ ملا مجلسی علیہ الرحمہ جلاء العیون میں لکھتے ہیں جس کے ترجمہ کی بلفظہٖ عبارت یہ ہے:

ایک روز امام حسن علیہ السلام اپنے گھوڑے پر تشریف لئے جاتے تھے ایک مرد شامی آپ کے سامنے آیا اور دشنام و ناسزا بہت کچھ آپ کو کہا حضرت نے جواب اس کا نہ دیا یہاں تک کہ وہ اپنے کلام سے فارغ ہوا پس امام حسن علیہ السلام نے اسکی جانب دیکھکر اسکو سلام کیا اور تبسم فرما کر ارشاد فرمایا اے مرد مجھے گمان ہے کہ تو غریب ہے اور گویا چند امور میں تجھے شک ہوا ہے اگر تو مجھ سے کسی چیز کا سوال کرے تو میں تجھے عطا کروں گا اگر مجھ سے طلب ہدایت کرے تو تجھے ہدایت کروں اگر مجھ سے سواری مانگے تو تجھے سواری دے دوں اگر تو بھوکا ہے تو سیر کر دوں اگر برہنہ ہے تو کپڑے پہنا دوں اگر محتاج ہے تو فی الحال غنی کر دوں اگر تجھے کسی نے نکالا ہے تو میں تجھکو پناہ دوں اگر کوئی حاجت رکھتا ہے میں اسکو بر لاؤں اپنا سامان اٹھالا اور میرے گھر چلکر میرا مہمان ہو تو تیرے لئے بہتر ہوگا اسلئے کہ ہمارا گھر وسیع ہے اور جو کچھ درکار ہوگا وہ سب میرے پاس موجود ہے۔ جب اس مرد شامی نے حضرت کا کلام سنا تو یکایک رونے لگا اور کہا میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ زمین پر خلیفۂ خدا اور نائب رسول ہیں اور خدا خوب واقف ہے کہ خلافت و رسالت کے لئے کون جگہ لائق ہے قبل اسکے میں آپکو اور آپ کے باپ کو سب سے زیادہ دشمن رکھتا تھا اور اب سب خلق سے زیادہ آپ مجھے محبوب ہیں۔ پس وہ شخص اپنا سامان حضرت کے گھر لایا اور جبتک مدینہ میں رہا امام حسن علیہ السلام کا مہمان رہا۔ ترجمہ جلاء العیون صفحہ ۲۵۵ جلد ایک و باختلاف قصیر یہ روایت کتاب مطالب السئول میں حضرت عائشہ سے بھی منقول ہے۔ دیکھو فصل المبین صفحہ ۳۸۔

یہ وہ صفات مخصوصہ ہیں جن کی نظیر سے انسان کی طبیعت عموماً خالی پائی جاتی ہے اور ممکن نہیں کہ ہم ایسی کریم النفسی اور تحمل کی مثال اپنے موجودہ زمانے میں پیدا کر سکیں اس جیسے بہت

سے واقعات ہمارے پیش نظر ہیں جنکو ہم اپنے سلسلۂ بیان میں آسانی سے درج کرسکتے ہیں گر
چونکہ اخلاق ائمہ طاہرین سلام اللہ علیہم اجمعین کا مسئلہ ایسا ہی مسلّم امر اور متواترات سے ہے جس
سے کسیکو انکار نہیں اسلئے ہم اس سے زائد تفصیل کو مناسب نہیں سمجھتے مگر اسی ضمن میں عمیر ابن
اسحٰق کی اس رائے کو جو انہوں نے امام حسن علیہ السلام کے محاسن اخلاق کی نسبت تحریر فرمایا ہے
اپنے مدعا کے لئے کافی سمجھکر ذیل میں لکھے دیتے ہیں:۔

عن عمیر ابن اسحٰق قال ما تکلم عندی احد کان احب الیّ اذا تکلم ان یسکت من الحسن
علیہ السلام وما سمعت منہ کلمۃ فحش قط الا مرۃ فانہ کان بین الحسن علیہ السلام وعمرابن عثمان
خصومۃ فی ارض بعرض الحسن علیہ السلام امراً لم یرضہ عمر فقال الحسن علیہ السلام
فلیس عندنا الا ما رغم انفہ قال فھذہ اشد کلمۃ فحش ما سمعتہا منہ قط اخرجہ ابن سعد

عمیر ابن اسحٰق کہتے ہیں کسی نے میرے پاس گفتگو نہیں کی کہ مجھے بھلی معلوم ہوئی ہو جبکہ جناب
امام حسن علیہ السلام بات کرنے لگتے تو اس کا مخاطب کا چپ رہجانا حضرت کے سامنے البتہ
بھلا معلوم ہوتا تھا میں نے کبھی کوئی فحش کلمہ حضرت امام حسن علیہ السلام کی زبان سے نہیں سنا
ایک دفعہ جناب امام حسن علیہ السلام اور عمر ابن عثمان میں ایک زمین کی نسبت جھگڑا تھا جناب
امام حسن علیہ السلام نے ایک امر پیش کیا؛ عمر ابن عثمان اس پر راضی نہیں ہوا امام حسن علیہ السلام
نے فرمایا ہمارے پاس انکی ناک پر مٹی ڈالنے کے سوا اور کوئی امر نہیں ہے: عمیر ابن اسحاق کہتے
ہیں کہ گویا یہ بہت بڑا فحش کلمہ تھا جو میں نے آجتک جناب امام حسن علیہ السلام سے سُنا تھا:

حکیم سنائی جو سواد اعظم اہلسنت میں حامی شریعت ہونے کے علاوہ ہادی طریقت ہیں
اپنی کتاب حدیقہ میں بذیل تذکرہ معاویہ ابن ابی سفیان یوں رقمطراز ہیں: وہو ہذا

خال با بود خصم ما خالی	لیک خالے ز خیر ما خالی
خال مشکیں نبود بر خورشید	خال بر دیدہ بود لیک سپید
آنکہ مرد دغا و تلبیس است	آں نہ خال و نہ عم کہ ابلیس است

وانا خوانی کنوں معاویہ اش — وانکہ در ہاویہ امت زاویہ اش

تیہ حق زیں جہاں بہ بیہودہ — سگ بود کز کلیچہ تکیہ یزد

تا بتیں ر.ح خواہد وتعف صدر — روز خود بدر خواہد وشب قدر

آلہ حیہ الہ وہمسا فق نیست — نہ م مخلوق وترس خالق نیست

اروہ ختماں .. بندہ پ حر — طمع اینجا و دوزخ آں جا بہ

ا… د … حیرح لبود — کیسہ بر کاسہ بر تواند بود

… ا … آں بو مقیاں — کہ بر آرند نام شاں بزباں

آں … اں و آں … سفہ زیاد — کہ نرفتند جز براہ عناد

ا … بود محنت دوست — کے ز سبہ عوام با بت اوست

… ایں یک زیاد بداند — طاغیاں ہم چو قوم عاد بداند

… دوراند درجہاد و ہشت — یا خبانتش زباغ ہائے بہشت

و … جوابے میان خوف ورجا — طمع لقمہ دان و بیم قفا

…لہ او بہ علیؑ بہ دوں آید — روز محشر بگو کہ چوں آید

ہر کہ باشد خوارج و ملعون — واجب آنست کش بریزی خوں

پس تو گوئی کہ حزم وحلم ووقار — بود با حالت معاویہ یار

بغی کردن بر او حلیمے نیست — علیؑ آزردن از حکیمے نیست

مصطفےٰ ہر گاہ رفتن از دنیا — چوں بہ بیچید منزل عقبےٰ

جملہ اصحاب مرد را گفتند — کہ چہ بگذاشتی برآشفتند

گفت بگذاشتم کلام اللہ — عترتم را نکو کنید آں گاہ

آنکہ زابلیس حیلہ جوید وغدر — او مراد رلیسی را چہ داند قدر

علیؑ از حساں زبوں بودے — شیر با گاؤمیش چوں بودے

صورت ملک را کہ روح ندشت ✱ از پئے مرد صورتے بگذاشت

ملک معنی گرفت و نیک براند ✱ آیتے عزل این جہاں برخواند

نشنوی غافل از بنی ہاشم ✱ وزید اللہ فوق ایدیهم

داد حق شیر این جہاں ہمہ را ✱ جز وطایش نہ داد فاطمہ را

دور کرد آں دو گبہ ناخوش را ✱ سیہ کرد آن دو گونہ آتش را

جانب ہر کہ با علیؑ نہ نکواست ✱ در دکان دماغ شمس بہاست

کند از بہر لوت و باد بروت ✱ سینہ را ہم چو قلعہ الموت

از برائے دو سیر روغن گاؤ ✱ معدہ چوں آسیہ گلو چوں ناؤ

خال ما داد بہر دنیا را ✱ زہر بہر نور چشم زہرا را

گر ہمی خال بایدت ناچار ✱ پور بوبکر را تو خال انگار

عائشہ بہ است خواہر او ✱ خال ما بہ بود نہ مادر او

حفصہ و زینب و دوم زینب ✱ آنکہ اورا خزیمہ بودش اب

باز میمونہ بود و ریحانہ ✱ کز شد آراستہ بدو خانہ

چوں قتادی بدخت بوسفیاں ✱ کہ ازو گشت خاندان ویراں

ایں ہمہ جفت مصطفیٰ بودند ✱ جملگے مادران ما بودند

ہر یکے را بہ اوراں بودند ✱ مصطفیٰ را بسان جاں بودند

از چہ مخصوص شد بخالے ما ✱ ابن سفیاں زبان حالے ما

جائے تطویل نیست در گفتار ✱ اقتصار اندریں سخن پیش آر

اے سنائی سخن دراز مکش ✱ کوتہی بہ ز قصہ ناخوش

کرم وجود

حلم وحیا کے بعد اب حضرت کے جود وسخاوت کے چند واقعات ذیل میں قلمبند ہوتے ہیں؛ علامہ ابن حجر صواعق محرقہ میں حافظ ابونعیم کی حلیۃ الاولیا سے نقل کرتے ہیں۔

وقاسم اللہ مالہ ثلاث مرّاۃ حتیٰ انہ کان نعلا ویقسمک نعلا ویعطی خفا ویقیمک خفا

آپ نے اپنے کل مال کو تین بار راہ خدا میں لٹایا اور دو دفعہ اپنا نصف مال بخش دیا یہاں تک کہ اپنے پاؤں کی ایک نعلین رکھ لی اور ایک راہ خدا میں دے دی؛

امام یافعی نے مراۃ الجنان میں اسکی نسبت یہ عبارت لکھی ہے؛

انہ خرج للہ تعالیٰ من مالہ ثلاث مراۃ وشاطوہ مرتین حتی فی نعلہ امام موصوف ایک دوسرا واقعہ اس طرح لکھتے ہیں:

انہ سالہ سائل فاعطاہ خمسین الف درھم وخمسمائۃ دینار وقال ایت بحمّال یحمل لک یاتی بحمّال فاعطاہ طبلسانہ وقال یکون کراء الجمال من قبلی۔

ایک شخص نے امام حسن علیہ السلام سے کچھ مانگا آپ نے اُسکو پچاس ہزار درہم اور پانسو دینار عنایت فرمائے اور کہا حمّال کو لے آ کہ اُٹھا کر لے جائے وہ حمّال کو لے آیا آپ نے اُس حمّال کو اپنی عبا اُتار کر دیدی اور ارشاد فرمایا کہ مزدور کی مزدوری بھی ہمارے ہی پاس سے ہونی چاہیئے؛

نورالابصار کے ذی اعتبار مؤلف ذیل کا واقعہ لکھتے ہیں؛

ان رجلا سالہ وشکا الیہ حالہ فدعا الحسن علیہ السّلام وکیلہ وجعل یحاسبہ علی نفقاتہ ومقبوضاتہ حتیٰ استفضاھا فقال ھات الفاضل فاحضر خمسین الف درھم ثم قال ما فعلت بالخمس مائۃ دینار التی معک قال عندی قال فاحضرھا فلمّا احضرھا دفع لدراھم والدنانیر الیہ واعتذر منہ؛

ایک شخص نے جناب امام حسن علیہ السلام سے کچھ مانگا اور اپنے حال زار کی شکایت کی آپ نے اپنے وکیل کو بلا بھیجا اور آپ اُس سے اپنی آمدنی اور خرچ کی جانچ کرنے لگے

یہاں تک کہ تمام جانچ ہو چکی تو آپ نے اپنے وکیل سے پوچھا اب جو کچھ اور فاضل ہو وہ لے آ وہ پچاس ہزار درہم لے آیا پھر آپ نے فرمایا کہ تیرے پاس پانچ سو دینار بھی تھے وہ تو نے کیا کئے وکیل نے عرض کی وہ میرے پاس موجود ہیں آپ نے فرمایا انکو حاضر کر جب اُسنے حاضر کئے آپ نے وہ سب درہم و دینار اُس سائل کو دے دیئے اور پھر اُس سے عذر خواہی بھی کی :

پھر نور الابصار کے مؤلف ایک دوسرا واقعہ لکھتے ہیں :

ومن کرمہ ما نقل عنہ انہ سمع رجلا یسال اللہ ربہ ان یرزقہ عشرۃ آلاف درہم ثم انصرف الحسن علیہ السّلام الی منزلہ و بعث بہا الیہ ۔

جناب امام حسن علیہ السلام کے جود و کرم کی نسبت نقل ہے کہ آپ نے سُنا ایک سائل خدائے جل جلالہ سے دس ہزار درہم مانگ رہا ہے آپ وہاں سے گھر لوٹ پڑے اور اُسکے پاس دس ہزار درہم بھیج دیئے :

امام حسن علیہ السلام کے جود و کرم کے متعلق یہ ایسے بے نظیر اور بے عدیل مضامین ہیں جن کی مثال سے دنیا کی تاریخیں بالکل خالی ہیں انہیں جیسے اور چند واقعات ہم ذیل میں قلم بند کرتے ہیں :

ایک سائل نے امام حسن علیہ السلام سے سوال کیا حضرت نے حکم دیا کہ اس سائل کو چار سو درہم دے دیئے جائیں کاتب نے سہواً چار سو دینار لکھ دیئے جب وہ نوشتہ مہر کے لئے حضرت کے پاس آیا تو آپ نے اُسے دیکھکر فرمایا کہ یہ ہمارے کاتب کی بخشش ہے بس چار ہزار درہم اور اضافہ فرماکر اس نوشتہ پر اپنی مُہر ثبت فرمائی :

اس روایت کو علامہ ابن حجر نے صواعق میں اور علامہ السلیمان الحنفی القندوزی نے اپنی معتبر کتاب المودۃ فی القربےٰ میں مختلف طریقوں سے درج کیا ہے :

جب جناب امام حسن علیہ السلام نے جعدہ بنت الاشعث کو جس نے حضرت کو آخر میں

زہر دلا کر شہید کیا تزویج فرمایا تو پانچ سو درہم واسطے مہر کے مطابق سنت مقرر فرمایا اور پھر ایک ہزار درہم بخشش کے طور پر عنایت فرمائے؛

جناب امام حسن علیہ السلام کو معاویہ نے طلب کیا جب آپ اُسکے پاس تشریف لے گئے تو دیکھا کہ کسی علاقہ سے خراج میں بہت سا مال ومتاع آیا ہے اور محاسب اسکی فہرست طیار کر رہا ہے جب محاسب نے فہرست تیار کر لی تو وہ فہرست معاویہ کو دے دی اور معاویہ نے اپنے اظہار کرم وسخاوت کی غرض سے جناب امام حسن علیہ السلام کو دے دی آپ نے لے لی جب اُس صحبت سے آپ مجلس کی طرف تشریف لے جانے لگے تو معاویہ کے خادموں میں سے ایک خادم نے آپ کی نعلین اُٹھا کر آپ کے سامنے رکھ دی آپ نے وہ فہرست جو بھی آپکے دست مبارک میں تھی بجنسہ اس کے حوالہ کر دی اور مجلس سے کیطرف واپس آ گئے؛

جب معاویہ شام سے مدینہ میں آیا تو ایک دن دربار عام کر کے تمام اشراف مدینہ کو بلایا اور ہر شخص کو اسکی لیاقت کے مطابق پچاس ہزار درہم سے لے کر ایک ہزار درہم تک عطا و بخشش کئے پس جناب امام حسن علیہ السلام آخر مجلس میں تشریف لے آئے معاویہ نے اپنے اظہار سخاوت کی غرض سے کہا کہ آپ دیر کر کے مخصوص اسلئے تشریف لائے ہیں کہ جب میرے پاس کچھ نہ رہے اور میں آپ کو کچھ نہ دے سکوں تو لوگ اس حال کو مشاہدہ کر کے مجھے بخیل کہیں یہ کہکر وہ اپنے خزانچی کے پاس گیا اور کہا کہ جس قدر رقم کہ اسوقت تک سب لوگوں کو دے دی جا چکی ہے اُتنی ہی رقم جناب امام حسن علیہ السلام کو دے دی جائے؛ خزانچی سے یہ تاکید کر کے امام حسن علیہ السلام سے مخاطب ہوا اور کہنے لگا کہ دیکھو میں سیر مند ہوں امام حسن علیہ السلام اس کے اصلی مطلب کو سمجھ گئے خزانچی کی طرف متوجہ ہوئے اور بآواز بلند چلا کر فرمایا کہ جا یہ ساری رقم میں نے اپنی طرف سے تجھے ہبہ کر دی معاویہ سے کہدے کہ میں پسر سیدۂ نساء العالمین و فرزند بضعۃ خیر المرسلین ص سلام اللہ علیہم اجمعین ہوں؛ ترجمہ جلاء العیون صفحہ ۲۵۵؛

مروان کی بدسلوکیاں زبان درازیاں اور گستاخیاں اور اسکی عام بداخلاقیاں جو اُس نے

حضرت امام حسن علیہ السلام کی شان میں جا ئز رکھی تھیں وہ اوپر کے واقعات سے ظاہر ہو گئیں اب اُسی مروان کے ساتھ کرم و سخاوت اور خلق و مروت کے محاسن سلوک جو امام حسن علیہ السلام نے قائم رکھے وہ ذیل کے واقعہ سے روشن ہے:

ایک دن مروان اپنی صحبت میں اپنے احباب سے کہنے لگا کہ مجھکو جناب امام حسن علیہ السلام کی سواری کا خچر بہت پسند ہے اُسکو میں کسی ترکیب سے لینا تو چاہتا ہوں مگر اپنی طرف سے مانگنا گوارا نہیں کرتا ابن ابی عتیق نے کہا کہ اگر میں تجھے دلا دوں تو تو اقرار کر تو میری تیس حاجتیں بر لائے گا؛ مروان نے کہا البتہ؛ ابن ابی عتیق نے کہا کہ کل جس وقت تیری صحبت میں لوگ جمع ہوں تو امام حسن علیہ السلام کو تم ضرور بلا بھیجنا میں انکے سامنے قبائل قریش کی تعریف کرونگا اور امام حسن علیہ السلام کا کوئی ذکر نہیں کرونگا تو تم مجھ سے اس کا سبب دریافت کرنا میں اپنی بات بنا لونگا؛ غرض یہ صلاح تو اُس دن ٹھہ لی؛ دوسرے دن جب مروان کی صحبت گرم ہوئی تو جناب امام حسن علیہ السلام حسب صلاح بلائے گئے آپ تشریف لائے تو ابن ابی عتیق نے فضایل و مناقب قریش بیان کرنے شروع کر دیئے۔ جب خاتمہ پر پہنچا تو مروان نے ٹوکا کہ تو نے تمام قریش کے محامد اوصاف بیان کئے اور رئیس قریش امام حسن علیہ السلام کا کچھ ذکر نہیں کیا ابن ابی عتیق نے جواب دیا کہ میں نے صرف اشراف قریش کے اوصاف بیان کئے ہیں اگر پیغمبروں اور رسولوں کے مناقب و مدارج بیان کرتا تو البتہ حضرتؑ کا بھی ذکر کرتا اور آپ کا نام سب پر مقدم رکھتا اُسوقت اتنا ہی ذکر ہو کر رہگیا جب وہ صحبت برخاست ہو گئی تو امام حسن علیہ السلام باہر تشریف لائے اور چاہا کہ اپنے خچر پر سوار ہوں تو ابن ابی عتیق آپ کے ہمراہ دروازے تک آکر آپ کو سوار کرنے لگا امام حسن علیہ السلام اُسکے دلی مطلب کو سمجھ گئے۔ متبسم ہو کر فرمایا تو کیا چاہتا ہے اس نے عرض کی میں آپ کے خچر پر سوار ہونا چاہتا ہوں امام حسن علیہ السلام خچر پر سے فوراً نیچے اُتر آئے اور اپنے خاصہ کا خچر اس کو عنایت فرمایا؛

ایک شخص امام حسن علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہنے لگا کہ اے فرزند امیر المومنین

علیہ السلام میرا ایک دشمن ہے وہ بڑا بے رحم اور ستمگار ہے بوڑھوں کی حرمت و عزت نہیں کرتا اور بچوں پر رحم و شفقت نہیں فرماتا یہ سنکر امام حسن علیہ السلام نے اُس سے پوچھا کہ وہ تیرا دشمن کون ہے کہ میں تیرا انتقام اُس سے لوں اُس نے کہا یا حضرت وہ دشمن میرا میری تہیدستی اور پریشانی ہے حضرتؑ نے تھوڑی دیر کے لئے سر جھکا لیا پھر خادم کو بُلاکر فرمایا کہ جو کچھ مال میرا بچا ہو حاضر کر خادم پانچ ہزار درہم لایا حضرت نے وہ سب رقم اُس مرد سائل کو دے ڈالی اور اُسکو قسم دے دی کہ جس وقت تجھکو تیرا یہ دشمن ستائے تو تو اس کی شکایت مجھ سے کرنا کہ میں اُس کے ستم کو تجھ سے دفع کردوں گا: جلاء العیون صفحہ ۲۵۶ ۔

در الابصار کے مصنف مؤلف تحریر فرماتے ہیں: قیل للحسن علیہ السلام لای شئ نراک لا ترد سائلا وانکنت علی فاقۃ فقال انی للّٰہ سائل وفیہ راغب وانا استحیی ان اکون سائلا وارد سائلا وان اللّٰہ تعالیٰ عودنی عادۃ عودانی ان نفیض نعمتہ علی دعوتہ انا افیض نعمتہ علی النّاس ان نفیض نعمتہ علی النّاس فاخشی ان قطعت العادۃ ان یمنعی العادۃ وانشدا اذا ما اتانی سائل قلت مرحبا بمن فضلہ فرض علی معجّل ومن فضلہ فضل

جناب امام حسن علیہ السلام سے لوگوں نے پوچھا کہ آپ کو ہم دیکھتے ہیں کہ باوجودیکہ آپ فاقہ سے رہتے ہیں تو بھی سائل کو رد نہیں کرتے آپ نے فرمایا میں خدا کی درگاہ کا سائل ہوں اور اُسی سے مانگنے والا ہوں اور مجھے حیا آتی ہے کہ خود سائل ہوکر سائل کو رد کروں خداوند تعالےٰ نے میرے ساتھ یہ عادت جاری رکھی ہے کہ وہ اپنی نعمتیں مجھے پہنچاتا ہے اور میں نے یہ عادت کی ہے کہ اسکی فرستادہ نعمت اس کی مخلوق پر پہنچاتا رہوں پس میں ڈرتا ہوں کہ عادت اللہ کی منقطع نہو جائے اگر میں اپنی عادت ترک کردوں پھر یہ اشعار منظوم فرمائے ؎

جب میرے پاس سائل آتا ہے تو میں اسکے لئے مرحبا کہتا ہوں اُس کے فضل ہی سے مجھ پر فضل جلدی ہوتا ہے اور اُسی کے فضل سے ہر ایک فاضل کو فضیلت ہے اور جو امر انسان کی عمر میں وہ حصہ نہایت ہی افضل ہے جس میں کہ وہ بخشش کرتا ہے۔

متعلق جود و کرم

نزہتہ المجالس کے ذیقعدہ مصنف تحریر فرماتے ہیں:

جاءت جاریۃ للحسن علیہ السلام تحیۃ بشئ من الریحان فقال انت حرۃ لوجہ اللہ فقیل لہ جاءتک جاریۃ بریحان فاعتقہا فقال قال اللہ تعالیٰ واذا حییتم بتحیۃ فحیوا باحسن منہا

ایک کنیز نے امام حسن علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو کر پھول ہدیۃً پیش کیا آپ نے اُس کنیز سے فرمایا کہ تو خالصاً للہ آزاد ہے لوگوں نے کہا کہ پھول کنیز ہدیہ لائی اور آپ نے اُسکو آزاد کر دیا اس کا کیا سبب ہے آپ نے فرمایا کہ اللہ جلشانہٗ نے فرمایا ہے جس وقت ہدیہ دیئے جاؤ تم ساتھ کسی چیز کے پس ہدیہ دو تم بہتر اُس سے:

صواعق محرقہ اور اسعاف الراغبین میں ہے:

ومنہا ای من وقائع کرم الحسن علیہ السلام ما رواہ المداینی قال خرج الحسن والحسین و عبد اللہ بن جعفر حجاجا ففاتہم اثقالہم فجاعوا وعطشوا فنظروا العجوز فی خباء فقالوا اھل من شراب قالت نعم فاناخوا الیہا ولیس الا شویۃ فی کسر الخیمۃ فقالت احلبوا وامتذقوا لبنہا ففعلوا ذلک وقالوا لہا ھل من طعام قالت لا الا ھذہ الشاۃ فلیذبحہا احدکم حتی اھئی لکم ما تاکلون فقام الیہا احدھم فذبحہا وکشطہا ثم ھیأت لکم طعاما فاکلوا واقاموا حتی ابردوا فلما ارتحلوا قالوا لہا نحن نفر من قریش نرید ھذا الوجہ فاذا رجعنا سالمین فالمی بنا فانا صانعون الیک خیرا ثم ارتحلوا واقبل زوجہا فاخبرتہ عن القوم والشاۃ فغضب الرجل وقال ویحک تذبحین شاتی لاقوام لا تعرفینہم ثم تقولین نفر من قریش ثم بعد مدۃ الجاتہا الحاجۃ الی دخول المدینۃ فدخلاھا وجعلا ینقلان البعر الیہا و یبیعانہ ویعیشان منہ فمرت العجوز فی بعض سکک المدینۃ فاذا الحسن علیہ السلام علی باب دارہ جالس فعرف العجوز وھی لہ منکرۃ فبعث الحسن غلامہ فردھا فقال لہا

لها یا امۃ اللہ تعرفینی قالت لا قال انا ضیفک یوم کذا و کذا فقالت بابی انت و امی فامر الحسن فاشتری لها من شاۃ الصدقۃ الف شاۃ وامر لها الف دینار و بعث بها غلامہ الی اخیہ الحسین علیہ السلام فقال بکم وصلک اخی الحسن فقالت بالف دینار و الف شاۃ فامر لها الحسین بمثل ذلک ثم بعث بها الی غلامہ عبد اللہ ابن جعفر فقال بکم وصلک الحسن و الحسین علیہما السلام فقالت بالفی دینار و الفی شاۃ فامر لها عبد اللہ ابن جعفر بالفی دینار و الفی شاۃ و قال لو بدأت لا تبعتہما فرجعت العجوز الی زوجہا باربعۃ آلاف شاۃ و اربعۃ الاف دینار۔

مدائنی نے کہا ہے کہ سفر کیا جناب امام حسنؑ و امام حسینؑ و عبد اللہ ابن جعفر علیہما السلام نے حج کی غرض سے اور اتفاقاً اُن حضرات کے وہ شتر جن پر زاد راہ بار تھی گم ہو گئے پس یہ بزرگوار گرسنہ اور تشنہ لب ہوئے اور اسی حالت میں ایک ضعیفہ تک پہنچے جو اپنے خیمہ میں تھی اور اس ضعیفہ سے انہوں نے کہا کہ آیا کوئی شربت ہے ہمارے پینے کو یعنی دودھ یا مثل اس کے اُس ضعیفہ نے کہا کہ ہاں موجود ہے پس اُن صاحبوں نے اپنے شتران سواری کو وہاں بٹھلایا اور حال یہ تھا کہ وہاں کوئی اور چیز سوائے ایک چھوٹی سی بکری کے نہیں تھی جو خیمہ کے ایک گوشے میں بندھی ہوئی تھی اس ضعیفہ نے کہا کہ اس بکری کا دودھ دوہ کر اس میں پانی ملاؤ اور پیو پس اُن حضرات نے ایسا ہی کیا اور پھر اُس ضعیفہ سے کہا کہ آیا کچھ کھانا ہے اس نے کہا کہ بجز اس بکری کے اور کوئی چیز نہیں ہے آپ لوگوں میں سے ایک شخص اسکو ذبح کرے تاکہ میں آپ لوگوں کے لئے خورش تیار کروں پس اُن حضرات نے اُس بکری کو ذبح کیا اور کھال جدا کی پھر اس ضعیفہ نے طعام انکے لئے مہیا کیا پس اُنہوں نے طعام نوش فرمایا اور قیام کیا یہاں تک کہ وقت خنک میں داخل ہوئے پس جس وقت اُنہوں نے وہاں سے کوچ کیا تو اُس ضعیفہ سے کہا کہ ہم لوگ قریش سے ہیں اور ارادۂ حج رکھتے ہیں جس وقت ہم سالم لوٹیں تو تم ہمارے یہاں آؤ ہم تمہارے ساتھ نیک سلوک کرینگے پھر روانہ ہو گئے شوہر اس ضعیفہ کا اپنے مکان پر آیا تو اُس ضعیفہ نے اس بکری کے ذبح اور اُن صاحبوں کے آنے کا اور طعام نوش فرمانے کا حال بیان کیا اُس کا

شوہر غصہ ہوا اور کہا کہ واے ہو تجھپر کہ تونے ذبح کیا میری بکری کو مسافروں کے لئے اور نہ نشان دیا تونے مجھکو ان کا مگر صرف اتنا کہ وہ چند آدمی قبیلۂ قریش سے تھے اسکے بعد اتفاق ایام سے کوئی ضرورت ان دونوں زن وشوہر کو مدینہ میں لائی تو اُنہوں نے یہ اختیار کیا کہ مینگنیاں جمع کرکے لاتے اور اُسکو فروخت کرکے زندگی بسر کرتے ایک روز گذرس ضعیفہ کا مدینہ کے بعض کوچوں میں ہوا ناگاہ امام حسن علیہ السلام اپنے دروازے پر بیٹھے تھے امام حسن علیہ السلام نے اُس ضعیفہ کو پہچانا مگر وہ حضرت کو نہ پہچان سکی حضرت نے اپنے غلام کو بھیجا اور وہ اُسکو آپ کی خدمت میں بُلا لایا آپ نے اُس ضعیفہ سے پوچھا کہ اے کنیز خدا تو مجھکو پہچانتی ہے اُسنے کہا نہیں حضرت نے فرمایا کہ میں فلاں روز تیرا مہمان ہوا تھا ضعیفہ نے کہا ہاں میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں پس آپ نے حکم فرمایا کہ ہزار بکریاں صدقے کی اسکے لئے خریدی گئیں اور معہذا ہزار دینار بھی اسکو دیے گئے اور پھر اپنا غلام اُسکے ساتھ کرکے اپنے بھائی جناب امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں بھیجا امام حسین علیہ السلام نے اُس سے دریافت کیا کہ بھائی صاحب نے تم کو کس قدر عطا کیا ہے اُس نے عرض کیا کہ ہزار بکریاں اور ہزار دینار پس آپ نے بھی اسیقدر عطا فرمایا پھر ضعیفہ کو اپنے غلام کے ساتھ عبداللہ ابن جعفر کی خدمت میں بھیجا اُنہوں نے بھی دریافت کیا کہ حضرت حسن وحسین علیہما السلام نے تم کو کس قدر عطا کیا ہے کہا کہ دو ہزار دینار اور دو ہزار بکریاں پس حضرت عبداللہ نے بھی اُس کے واسطے دو ہزار بکریاں اور دو ہزار دینار کا حکم کیا اور فرمایا اگر تو پہلے میرے پاس آئی ہوتی تو میں اتباع حضرات حسنینؑ نکرتا پس وہ ضعیفہ اپنے شوہر کے پاس مع چار ہزار دینار اور چار ہزار بکریوں کے واپس گئی ؎

فصول المہمۂ مطالب السؤل اور نور الابصار کے معتبر مؤلفین جناب امام حسن علیہ السلام کی جامعیت اور کمال علمیہ کے ثبوت میں ذیل کا واقعہ تحریر فرماتے ہیں ؎

روی الامام ابو الحسن علی ابن احمد الواحدی رحمۃ اللہ فی تفسیرہ المسمیٰ بالوسیط مایرفعہ بسندہ ان رجلا قال دخلت مسجد المدینۃ فاذا انا برجل یحدث عن رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وآلہ وسلم والناس حولہ فقلت اخبرنی عن شاھد ومشھود فقال نعم اما الشاھد فیوم الجمعۃ واما المشھود فیوم عرفۃ فجزتہ الی آخر یحدث عن رسول اللہ صلعم فقلت اخبرنی عن شاھد ومشھود فقال نعم اما الشاھد فیوم الجمعۃ واما المشھود فیوم النحر فجزتہما الی غلام اخر وجھہ کالدینار وھو یحدث عن رسول اللہ صلعم فقلت اخبرنی عن شاھد ومشھود فقال نعم اما الشاھد محمد صلعم واما المشھود فیوم القیامۃ اما سمعتہ عز وجل یقول یا ایھا النبی انا ارسلنٰک شاھدا ومبشرا ونذیرا وقال اللہ تعالیٰ ذٰلک یوم مجموع لہ الناس وذٰلک یوم مشھود فسالت عن الرجل الاول فقالوا ابن عباس رض وسالت عن الثانی فقالوا ابن عمر وسالت عن الثالث فقالوا الحسن ابن علی ابن ابیطالب علیہما السلام فکان قول الحسن علیہ السلام احسن

امام ابوالحسن علی ابن واحدی اپنی تفسیر مسمّی بہ وسیط میں اپنے اسناد سے روایت کرتے ہیں کہ کہا ایک مرد نے کہ داخل ہوا میں مسجد مدینہ میں ناگاہ دیکھا میں نے کہ ایک مرد کے قریب ہوں اور وہ حدیث رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیان کرتا ہے اور لوگ اُس کے گرد جمع ہیں بس میں نے اُس سے پوچھا کہ خبر دے مجھکو شاہد ومشہود سے یعنی شاہد ومشہود سے تنزیل میں کیا مُراد ہے اُس نے جواب دیا کہ شاہد روز جمعہ اور مشہود روز عرفہ ہے پس میں اُسکو چھوڑ کر دوسرے کے پاس گیا کہ وہ بھی حدیث رسول بیان کرتا تھا میں نے اُس سے کہا کہ مجھکو شاہد ومشہود سے خبر دے اُس نے کہا کہ شاہد یوم جمعہ ہے اور مشہود یوم قربانی بس میں اُن دونوں کو چھوڑ کر ایک لڑکے کے پاس گذرا جس کا چہرہ مثل دینار کے چمکتا تھا اور حدیث رسول بیان کرتا تھا اُس سے میں نے کہا خبر دے مجھکو شاہد ومشہود سے بس کہا اُسنے کہ شاہد محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اور مشہود روز قیامت ہے آیا نہیں سُنا تو نے کہ فرمایا جناب باری عز اسمہٗ نے "یا ایھا النبی انا ارسلناک شاہدا ومبشرا ونذیرا" اور فرمایا قیامت کے بارے میں خدائے سبحانہ تعالیٰ نے کہ "ذالک یوم مجموع لہ الناس وذالک یوم مشہود" پس دریافت کیا میں نے مرد اول کو یعنی جس سے میں نے پہلے ملاقات کی تھی کہ یہ کون ہیں تو معلوم ہوا کہ یہ ابن عباس رض ہیں اور

دوسرے کی نسبت پوچھا تو لوگوں نے کہا کہ ابن عمر ہیں جب تیسرے شخص کے حال کا استفسار
ہوا تو لوگوں نے کہا کہ وہ حسنؑ ابن علیؑ ابن ابی طالب علیہما السلام ہیں بس قول جناب
امام حسن علیہ السلام کا احسن تھا؛

پھر انہیں کتابوں میں آپ کی جامعیت اور فصاحت و بلاغت کا

واقعہ لکھا ہے :- نقل انہ یوما اغتسل و خرج من دارہ فی حلۃ فاخرۃ وبزۃ وطاھرۃ بمحاسن
سافرۃ وقسمات ناضرۃ ونفحات ناشرۃ ووجہہ یشرق حسنا وشکلہ قد کمل صورۃ ومعنی والاقبال
یلوح من اعطافہ ونضرۃ النعیم تعرف من اطرافہ وقاضی القدر قد حکم ان السعادۃ من اوصافہ
ثم رکب بغلۃ فارھۃ غیر قطوف وسار مکتنفا من حاشیتہ بصفوف فلو شاھدہ عبد مناف لارغم
بمفاخرتہ بہ معاطس انوف وعدہ وجدہ لاحرار خصل الفخار یوم التفاخر بالوف فعرض لہ
فی طریقہ من محاویج الیھود ھم فی ھدم قد انھکتہ العلۃ وارتکبتہ الذلۃ واھلکتہ القلۃ
وجلدہ یستر عظامہ وضعفہ یقید اقدامہ وضرہ قد ملک زمامہ وسوء حالہ قد حبب
الیہ حمامہ وشمس الظھیرۃ تشوی شواہ واخمصہ تصافح ثری ممشاہ وعذاب عر عریتہ
قد عراہ وطول طواہ وھو حامل جر مملوا علی مطاہ وحالۃ تضعف علیہ القلوب القاسیۃ
عند مراٰتہ فاستوقف الحسن علیہ السلام وقال یا بن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
انصفنی فقال فی ای شی قال جدک یقول الدنیا سجن المؤمن وجنۃ الکافر وانت
مومن وانا کافر فما اری الدنیا الا جنتک تتنعم فیھا وتستلذ بھا وما اراھا الا سجنا لی قد
اھلکنی ضرھا واتلفنی فقرھا فلما سمع الحسن علیہ السلام کلامہ اشرق علیہ نور التائید
فاستخرج الجواب الحق بفھمہ من خزانۃ علمہ واوضح للیھودی خطاء ظنہ وخطل زعمہ فقال
یا شیخ لو نظرت الی ما عد اللہ تعالی للمؤمنین الذین تتجافی جنوبھم عن المضاجع من نعیم
الجنان والخیرات الحسان فی الدنیا والاٰخرۃ مما لا عین رأت ولا اذن سمعت لعلمت انی قبل
انتقالی الیہ فی ھذہ الدنیا فی سجن ضنک ولو نظرت الی ما عد اللہ لک ولکل کافر فی الدنیا

والآخرة من سعير نار الجحيم ونكال العذاب المقيم لرأيت انك قليل مصيرك
اليه الان فى جنة واسعة ونعمة جامعة فانظر الى هذا الجواب الصادع بالثواب
كيف تفجرت بمستغذ به عيون علمه وانبعث بمستقربه فنون فهمه فياله جوابا
ما امتنه وصوابا ما ابينه وخطابا ما احسنه صدر عن علم مقتبس من مشكوٰة
نور النبوة وتائيد موروث من آثار معالم الرسالة ؛

منقول ہے کہ ایک روز حضرت امام حسن علیہ السلام نے غسل فرمایا اور حلۂ فاخرہ اور لباس [illegible]
زیب جسم مطہر فرماکر دولت سرا سے باہر تشریف لائے محاسن [illegible] نورانی تھی اور اعضا [illegible]
تر و تازہ تھے اور خوشبوئیں حضرت سے [illegible]
اور شکل ہمایوں کامل تھی باعتبار صورت و معنی کے اور اقبال [illegible]
نعمت دست و پائے حضرت سے ظاہر تھی اور [illegible] قدر [illegible]
آنحضرتؐ سے ہے پھر حضرت ایک ایسے الاغ پر سوار [illegible] کبھی نہیں [illegible] تشریف
لے چلے حضرت اس طرح کہ حضرت کے خدام اور اصحاب [illegible] احاطہ کئے ہوئے تھے پس اگر
حضرت کو عبد مناف دیکھتے تو بسبب مفاخرت کرنے [illegible] ذات والا سے ناکیں خاک پر رگڑتے
اور شمار کرتے حضرتؑ کو تنہا برابر ہزاروں کے واسطے حاصل کرنے غلبہ فخار کے برور تفاخر پس
جبکہ آپ اسطرح باجاہ و جلال رواں تھے راستے میں ایک بوڑھا آدمی پرانے کپڑے پہنے ہوئے
محتاجین یہود سے سامنے آیا بیماری نے اسکو ضعیف کردیا تھا اور ذلت اسپر سوار تھی اور قلت
مال نے اسکو قریب ہلاکت پہنچایا تھا اور اس کا پوست اسکی ہڈیوں کو چھپائے تھا اور ضعف نے
اس کے پاؤں میں بیڑیاں ڈال دی تھیں اور اسکی زمام سختی ایام کے قبضۂ تصرف میں تھی اور
سوء حال نے اسکو اپنی موت کا دوست کردیا تھا اور آفتاب نیمروز اس کے چہرے کی جلد کو
بھونتا تھا اور کف پا اس کے مصافحہ کرتے تھے خاک سے عذاب غم برہنگی اس کو لاحق تھا
اور طول گرسنگی نے اسکی شکم کو ضعیف اور پیچیدہ کردیا تھا اور باین حالت وہ ایک گھڑا بھرا ہوا

اپنی پشت پر اُٹھائے ہوئے تھا اُسکو دیکھکر دل ہائے سخت اُسپر رحم کرتے تھے اُس محتاج نے حضرت امام حسن علیہ السلام کو ٹھہرایا اور عرض کیا یا ابن رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میرا انصاف کیجئے حضرت نے فرمایا کس بارے میں اُسنے کہا آپ کے جدّ امجد فرماتے ہیں کہ دُنیا مومن کا قیدخانہ اور کافر کے لئے جنّت ہے اور آپ مومن ہیں اور میں کافر پس نہیں دیکھتا ہوں میں دنیا کو جنّت مگر آپکے واسطے کہ آپ اس میں متنعم ہیں اور لذت پاتے ہیں اُسکے ساتھ اور نہیں دیکھتا ہوں میں اسی دنیا کو قیدخانہ مگر اپنے لئے کہ مجھکو اسکی سختی نے ہلاک اور اس کے فقر نے تلف کردیا ہے جب امام عالیمقام نے اس کا کلام سُنا تو حضرت پر نُور تائید روشن ہوا اور جواب حق بسبب اپنے فہم کے اپنے خزانۂ علم سے استخراج فرمایا اور خطائے ظن یہودی اُسپر ظاہر کی اور فساد زعم اس کا اسپر عیاں کیا اور ارشاد فرمایا کہ اگر تو اُس چیز پر نظر ڈالتا جو جناب باری عزّ اسمہٗ نے مہیا فرمائی ہے اُن مومنین کے واسطے کہ جن کے پہلو خوابگاہ سے علیحدہ رہتے ہیں از قبیل نعماء بہشت و زنان صاحب جمال دُنیا و آخرت میں بایں خوبی کہ نہ کسی کی آنکھ نے اسکو دیکھا اور نہ کسی کے کان نے سُنا تو البتہ جانتا کہ تحقیق میں قبل اسکے کہ اُن نعمتوں کی طرف انتقال کروں اس دار دُنیا میں قیدخانہ تنگی میں ہوں اور اگر دیکھتا تو اُس چیز کیطرف جسکو مہیا کیا ہے اللہ جل شانہٗ نے تیرے لئے اور واسطے ہر کافر کے سعیر نار جحیم و نکال عذاب مقیم سے تو البتہ دیکھتا تو کہ ہر آئینہ قبل جانے طرف اُس عذاب کے تو اسوقت ایک جنّت وسیع اور نعمت جامع میں ہے :

پس یا ایہا النّاظرین اس جواب کی طرف نظر کریں کہ جو ظاہر کرنے والا صواب کا ہے کس طور سے اس کلام شیرین سے آنجناب کے چشم ہائے علم جوشش زن ہیں اور کس طریقہ سے اس کلام عجیب و غریب سے شاخیں دانائی امام ہمام علیہ السلام کی باور ہیں سبحان اللہ کیا ہی جواب متین اور کلام سراپا صواب و روشن ہے اور کیسا خطاب نیک ہے کہ صادر ہوا ہے اُس ہمّ سے جو مقتبس ہے مشکوٰۃ نور نبوّت سے اور ظاہر ہوا ہے اُس تائید سے

جو مورو ثی ہے آثار معالم رسالت سے:

کتاب فصول المہمہ اور مطالب السئول میں یہ نقل مندرج ہے:

فی کلامہ نقل الحافظ ابو نعیم رحمۃ اللہ تعالیٰ فی حلیۃ بسندہ فیہا ان علیاً سئال ابنہ الحسن علیہ السّلام عن اشیاء من امر المروۃ فقال یا بنی ما السداد فقال یا ابت السداد دفع المنکر بالمعروف قال ما الشرف قال اصطناع العشیرۃ وحمل الجریرۃ قال فما المروۃ قال العفاف واصلاح المال قال فما الدّقۃ قال النّظر فی الیسیر ومنع الحقیر قال البذل فی العسر والیسر قال فما الشح قال ان تری ما فی یدیک سرفا وما انفقتہ تلفا قال فما الاخاء قال المساواۃ فی الشدّۃ والرّخاء قال فما الجبن قال الجراۃ علی الصدیق والنکول عن العدو قال فما الغنیمۃ قال الرّغبۃ فی التقوی والزّھادۃ فی الدّنیا ھی الغنیمۃ الباردۃ قال فما الحلم قال کظم الغیظ وملک النفس قال فما الغنی قال رضاء النفس بما قسم اللہ تعالیٰ لہا وان قل وانما الغنی عن النفس قال فما الفقر قال شرہ النفس فیکل شئی قال فما المنعۃ قال شدّۃ الباس ومنازعۃ اعز الناس قال فما الذل قال الفزع عند المصدوقۃ قال فما العی قال العبث باللحیۃ وکثرۃ البزق عند المخاطبۃ قال فما الجراۃ قال موافقۃ الاقران قال فما الکلفۃ قال کلامک فیما لا یعنیک قال فما المجد قال ان تعطی فی العزم وتعفو عن الجرم قال فما العقل قال حفظ القلب کلما استوعبتہ قال فما الخرق قال معاداتک امامک ورفعک علیہ کلامک قال فما السنا قال اتیان الجمیل وترک القبیح قال فما الحزم قال طول الاناۃ والرفق بالولاۃ قال فما السفہ قال اتباع الدناۃ ومصاحبۃ الغواۃ قال فما الغفلۃ قال ترکک المسجد وطاعتک المفسد قال فما الحرمان قال ترکک حظک وقد عرض الیک قال فمن السیّد قال الاحمق فی مالہ والمتہاون فی عرضہ یشتم فلا یجیب المہتم بامر عشیرتہ ھو السیّد فھذہ الاجوبۃ الصادرۃ منہ علی بدیہۃ حاضرۃ ومادّۃ فضل وافرۃ وفکرۃ علی استخراج الغوامض قادرۃ:

نقل کیا ہے حافظ ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب حلیۃ الاولیا میں اپنی سند سے کہ حضرت علی علیہ السلام نے اپنے فرزند ارجمند حضرت امام حسن علیہ السلام سے سوال کیا اُن چند چیزوں کے بارے میں جو اُمور مروّت سے (علم الاخلاق) ہیں پس فرمایا حضرت علی علیہ السلام نے کہ اے فرزند سداد[۱] کیا ہے امام حسن علیہ السلام نے عرض کی بُرائی کو نیکی کے ساتھ دفع کرنے کو سداد کہتے ہیں آپ نے پوچھا شرف[۲] کیا چیز ہے عرض کی اپنے قبیلہ پر احسان کرنا اور انکی خطا اپنے اوپر اُٹھا لینا آپ نے پوچھا مروّت[۳] کیا ہے عرض کی عفاف حال اور اصلاح مال کو مروت کہتے ہیں آپ نے پوچھا دقّت[۴] کیا ہے عرض کی نظر کرنا تھوڑی چیز پر اور منع کرنا چھوٹی چیز کا آپ نے پوچھا کرم[۵] کیا ہے عرض کی کہ مرد کا اپنے نفس کی نگہداشت کرنا اور اپنی زوجہ کی فروگذاشت فرمایا سماحت[۶] کیا ہے عرض کی سختی اور آسانی میں صرف کرنا فرمایا بخیلی[۷] کیا ہے عرض کی جو ہاتھ میں ہو اس کو اسراف اور جو خرچ کیا جائے اُسکو تلف سمجھا جائے فرمایا کہ خویشاوندی[۸] کیا ہے عرض کی مساوی ہونا دونوں کا شدت سختی اور فراخی میں فرمایا کہ جبن[۹] کیا ہے عرض کی کہ دوست پر جرأت کرنا اور دشمن سے بھاگ کھڑے ہونا فرمایا کہ غنیمت کیا ہے عرض کی رغبت کرنا پرہیزگاری میں اور بے رغبتی کرنا دُنیا میں یہی غنیمت باردہ ہے فرمایا کہ حلم[۱۰] کیا ہے عرض کی ضبط کرنا غصے کا اور نفس کا مالک ہونا فرمایا کہ غنی[۱۱] کیا ہے عرض کی راضی ہونا اُس سے جو اللہ جلّشانہ نے اسکی قسمت ٹھیرائی ہو اگرچہ تھوڑا ہی ہو اور بجز اس کے نہیں ہے کہ خواہشات نفسانی سے علیحدہ اور بے پروا ہونا غنا ہے فرمایا فقر[۱۲] کیا ہے عرض کی کہ حریص ہونا نفس کا ہر چیز میں فرمایا منعت[۱۳] (رفعت) کیا ہے عرض کی شدت یاس اور اغ النّاس سے منازعت فرمایا ذلت[۱۴] کیا ہے عرض کی فزع کرنا نزدیک مصیبت کے فرمایا غی[۱۵] (درماندگی) کیا ہے عرض کی بازی کرنا ریش سے اور کثرت سے تھوکنا وقت خطاب کے فرمایا جرأت[۱۶] کیا ہے عرض کی موافقت اقران سے فرمایا کلفت[۱۷] کیا ہے عرض کی کلام کرنا اُمور لایعنی میں فرمایا مجد[۱۸] کیا ہے عرض کی عطا کرنا حالت تاوان میں اور درگذر کرنا جُرم سے فرمایا عقل[۱۹] کیا ہے عرض کیا حفاظت قلب کی جس وقت کہ اُسکو ظرف اسرار ظرف یا دوا شت بناوے فرمایا خرق[۲۰] (بیوقوفی) کسکو کہتے ہیں عرض کی اپنے امام کو دشمن

رکھنا اور اُسیر اپنے کلام کو بلند کرنا فرمایا [21] سنا کیا ہے عرض کی نیک باتوں کا بجالانا اور بُری باتوں کا ترک کرنا فرمایا [22] حزم کیا ہے عرض کی درنگ اور تامل کو طول کرنا اور حکام کے ساتھ نرمی کرنا فرمایا [23] سفہ کیا ہے عرض کی زانیوں کی پیروی کرنا اور گمراہوں کی ہمنشینی فرمایا [24] غفلت کیا ہے عرض کی مسجد کو ترک کرنا اور مفسد کی اطاعت کرنا فرمایا [25] حرمان کیا ہے عرض کیا ترک کرنا اُس اپنے نصیب وحصے کا جو سامنے پیش ہوا ہے فرمایا [26] سید کون ہے عرض کی جو احمق ہے اپنے مال میں اور سُستی کرتا ہے اپنی آبرو میں گالیاں کھاتا ہے اور جواب نہیں دیتا اور اپنے قبیلہ کے کام میں مہتم ہے وہی سید ہے؛

پس یہ ایسے جوابات ہیں کہ حضرت امام حسن علیہ السلام سے فی البدیہہ بغیر فکر کے صادر ہوئے ہیں شاہد ہیں آپ کی اجیرۃ باہرہ اور بدیہۃ حاضرہ پر اور گواہ ہیں آپکے اُس مادہ فضل پر جو وافر ہے اور ایسی فکر پر جو استخراج غوامض پر قادر ہے؛

تذکرہ خواص الائمہ علامہ سبط ابن جوزی سے یہ نقل تحریر کرتے ہیں۔

ولما سلم الحسن علیہ السلام الامر الی معاویۃ اقام بتجہیز الی المدینۃ فاجتمع الی معاویہ رہط من شیعتہ منہم عمر ابن العاص والولید بن عقبۃ وھو اخو عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ لامہ وکان علی علیہ السلام وقد جلدہ فی الخمر وعتبہ وقالو یزید ان نحضر الحسن علی السبیل الزیارۃ لنجلہ قبل مسیرۃ الی المدینۃ فنہاہم معاویۃ وقال انہ لسن بنی ہاشم فالحوا علیہ فارسل الی الحسن فاستزارہ فلما حضر شرعوا فتنا ولوا علیا علیہ السلام والحسن ساکت فلما فرغوا الحسن حمد اللہ واثنی علیہ وصلی علی رسولہ محمد صلعم قال ان الذی اشرتم الیہ قد صلی الی القبلتین وبایع البیعتین وانتم بالجمیع مشرکون وبما انزل اللہ علی نبیہ کافرون وانہ حرم علی نفسہ الشہوات وامتنع عن اللذات حتی انزل اللہ فیہ یا ایہا الذین امنوا لا تحرموا طیبات ما احل اللہ لکم وانت یا معاویۃ ممن قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فی حقہ اللہم لا تشبعہ او لا اشبع اللہ بطنک وبات امیر المؤمنین یحرس رسول اللہ ص عن المشرکین وفداہ نفسہ لیلۃ الہجرۃ حتی انزل اللہ تعالیٰ وصفہ ومن الناس من یشری نفسہ ابتغاء مرضات اللہ

ووصفہ اللہ بالایمان فقال تماو لیکم اللہ ورسولہ والذین آمنوا والمراد بہ امیر المومنین وقال رسول اللہ انت منی بمنزلۃ ھارون من موسیٰ وانت اخی فی الدنیا والآخرۃ وانت معاویۃ نظر النبی الیک یوم الاحزاب فرآی اباک علی جمل یحرض الناس علی قتالہ واخوک یقود الجمل وانت تسوقہ فقال لعن اللہ الراکب القائد والسائق وما قابلہ ابوک فی موطن الا ولعنتہ وکنت معہ وانت الذی کنت تنھی اباک عن الاسلام حتی قلت مخاطبالہ شعر یا صخر لاتسلمن طوعا فتفضحنا ؛ بعد الذی ببدر اصبحوا فرقا ؛ لا ترکنن الی امر تقلدنا ؛ والراقصات بنعمان بہ الخرقا ؛ وولاک عمر الشام فخنتہ ثم ولاک عثمان فتربصت علیہ وکنت یوم بدر واحد والخندق والمشاھد کلھا تقاتل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وقد علمت المسلمون الفراش الذی ولدت علیہ ثم التفت الی عمر ابن عاص وقال اما انت یا ابن النابغۃ فانہ ادعاک خمسۃ من قریش غلب علیک الامھم وھو العاص وولدت علی فراش مشترک وفیہ نزل ان شانئک ھو الابتر وکنت عدو اللہ وعدو رسولہ وعدو المسلمین وکنت اضر علیھم من کل مشرک واما انت یا ولید فلا الوم علی بغض امیر المومنین فانہ قتل اباک صبرا وجلدک فی الخمر لما صلیت بالمسلمین الفجر سکرانا وقلت ازیدکم وسماک اللہ فی کتابہ فاسقا وسمی امیر المومنین مومنا فی قولہ افمن کان مومنا کمن کان فاسقا لا یستون واما انت یا عتبۃ فلا الوم فی امیر المومنین فانہ قتل اباک یوم بدر واشترک فی دم ابن عمک شیبۃ وانکرت علی من غلب علی فراشک ووجدتہ نائما عن مرتک ثم نفض الحسن علیہ السلام ثوبہ وقام ؛

جب سپرد کیا حضرت امام حسن علیہ السلام نے امر خلافت معاویہ کو تو مدینہ منورہ کے سفر کا سامان شروع کیا پس جمع ہوا معاویہ کے پاس ایک گروہ اُس کے رفقا کا جن میں عمر عاص اور ولید ابن عقبہ کہ بھائی تھا حضرت عثمان ابن عفان کا ماں کی طرف سے اور حضرت امیر المومنین علی علیہ السلام نے اُسے شراب خواری کی حد شرعی لگائی تھی اور عتبہ تھا اُن لوگوں نے معاویہ سے کہا کہ ہمارا ارادہ ہے کہ ہم بسبیل زیارت امام حسن علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوں تاکہ انکو قبل روانگی مدینہ شرمندہ کریں معاویہ نے کہا ان لوگوں کو روکو اور کہا کہ حسنؑ قبیلہ بنی ہاشم کے زبان آور ہیں مگر ان لوگوں نے

اسپر اصرار کیا (کیونکہ اُن کا خیال تھا کہ امام حسن علیہ السلام کو بات نہیں کرنی آتی) پس امیر معاویہ نے امام حسن علیہ السلام کو بلایا جب لوگ جمع ہوئے تو اُنہوں نے گفتگو شروع کی اور حضرت علی علیہ السلام کے معائب بیان کرنے شروع کئے اور حضرت حسنؑ خاموش تھے پس جب وہ فارغ ہوئے تو حضرت امام حسن علیہ السلام نے حمد و ثنائے باری کی اور جناب رسالت پناہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود بھیجا پھر فرمایا کہ وہ جناب جنکی طرف تم نے اشارہ کیا اُنہوں نے نماز پڑھی دونوں قبلوں کی طرف اور دو بیعتیں کی اُسوقت کہ تم تمام مشرک تھے اور اُس چیز سے منکر تھے جو نازل فرمائی جناب باری نے اپنے نبیؐ پر اور اُس جناب نے بتحقیق کہ حرام کیا اپنے نفس پر خواہشات نفسانی کو اور باز رہے لذات سے یہاں تک کہ نازل فرمایا جناب باری نے آیۂ یا ایہا الذین آمنوا لاتحرموا الطیبات ما احل اللہ لکم "اور تو اے معاویہ وہ شخص ہے کہ رسولخدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جس کے حق میں فرمایا کہ اے اللہ میرے نہ سیر کر شکم اس کا یا نہ شکم پر کرے اللہ اس کا اور امیر المومنین علی ابن ابیطالب وہ تھے کہ حفاظت کرتے تھے رسول صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مشرکوں سے اور فدا کیا اپنی جان کو شب ہجرت میں رسول اللہ پر یہاں تک کہ نازل فرمایا اللہ جلشانہ نے انکی شان میں آیۂ من یشری نفسہ ابتغاء مرضات اللہ" پس فرمایا جناب باری نے نہیں ہے حاکم تمہارا مگر اللہ اور اُس کا رسولؐ اور وہ کہ ایمان لائے اور عمل کئے نیک اور نماز پڑھتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں اُس حالت میں کہ رکوع میں ہوتے ہیں اور مراد اس سے امیر المومنین علی علیہ السلام ہیں اور فرمایا ان کے حق میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ تو مجھ سے بمنزلہ ہارون کے ہے موسیٰ سے اور تو بھائی میرا ہے دنیا و آخرت میں اور تو معاویہ وہ شخص ہے کہ نظر کی نبیؐ نے بروز احزاب پس دیکھا رسولخدا نے تیرے باپ کو کہ اونٹ پر سوار ہے اور لوگوں کو برانگیختہ کرتا ہے قتال رسولؐ پر اور بھائی تیرا مہار کھینچتا تھا اونٹ کی اور تو اُس کو پیچھے سے ہنکاتا تھا پس فرمایا رسول اللہ نے کہ لعنت کرے اللہ سوار پر اور کھینچنے والے پر اور ہانکنے والے پر اور تہ مقابلہ کیا رسولخدا نے تیرے باپ کا کسی جگہ پر مگر لعنت کی رسولخدا نے اُس پر اور تھا تو اس کے ساتھ

اور تو وہ شخص ہے کہ روکتا تھا اپنے باپ کو اسلام سے یہاں تک کہ تو نے مخاطب ہو کر اُس سے یہ شعر پڑھے ترجمہ اے صخر نہ اسلام لا تو رغبت سے پس رسوا کرے گا تو ہم کو بعد ان لوگوں کے جو بدر میں ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالے گئے اور نہ تو میلان کر ایسے امر کی طرف کہ ڈالے تو ہماری گردنوں میں قلادہ بیوقوفی کا اس کے سبب سے قسم ہے اُن اونٹوں کی جو تیز روی کرنے والے ہیں وادی نعمان میں؛

اور والی کیا تجھکو عمر نے شام کا پس خیانت کی تو نے انکی اور پھر والی کیا تجھکو عثمان نے پس انتظار کیا تو نے اُن پر بدی کا اور تھا تو بروز بدر و اُحد و احزاب اور کل مشاہد میں کہ مقاتلہ کرتا تھا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اور تحقیق کہ جانا ہے مسلمانوں نے اُس فراش کو جسپر تو پیدا ہوا ہے پھر التفات کیا حضرت امام حسن علیہ السلام کی طرف اور فرمایا کہ اے پسر نابغہ وہ شخص ہے کہ دعوے کیا تھا چار شخصوں نے قریش سے اور غالب ہوا اُن پر وہ شخص جو بڑا لئیم تھا ان میں اور وہ عاص ہے اور تو پیدا ہوا فراش مشترک پر اور تیرے بارے میں خدا نے اپنے نبیؐ سے یہ فرمایا کہ تیرا دشمن مقطوع النسل ہے اور تھا دشمن اللہ جلشانہٗ اور اُسکے رسول صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اور مسلمانوں کا اور تھا تو زیادہ نقصان رساں اُن پر ہر مشرک سے اور تو اے ولید میں نہ ملامت کرونگا تجھکو عداوت کرنے پر امیر المومنین علیہ السلام کی کیونکہ اُس جناب نے قتل کیا تیرے باپ کو بے بس کر کے اور کوڑے لگائے تجھکو حد شرا بخواری میں جسوقت کہ نماز پڑھائی تو نے مسلمانوں کو نشہ کی حالت میں اور کہا تو نے کہ میں زیادہ کروں اور رکعتوں کو اور نام رکھا اللہ جلشانہ نے تیرا اپنی کتاب میں فاسق اور نام رکھا امیر المومنین علیہ السلام کا مومن اس آیہ میں آیا پس وہ شخص کہ مومن ہے مثل اس کے ہے کہ فاسق ہے نہیں برابر ہوتے؛ اور لیکن تو اے عتبہ تجھکو بھی میں ملامت نہ کرونگا امیر المومنین علیہ السلام کے باب میں کیونکہ تحقیق کہ امیر المومنین علیہ السلام نے تیرے باپ کو بروز بدر قتل کیا اور تیرے عمزاد بھائی شیبہ کے خون میں شریک ہوئے اور انکار کیا تو نے اس شخص پر جو تیرے فراش پر

تصرف ہوا اور باپ تو اپنے سلوک ہوتے ہوئے ساتھ تیری زوجہ کے اس کے بعد جناب امام حسن علیہ السلام نے اپنے کپڑے جھاڑے اور کھڑے ہو گئے :

حکیم سنائی غزنوی نے آپکے محامد اشفاق اور مکارم اخلاق میں اپنی کتاب حدیقہ میں یہ اشعار یادگار زمانہ لکھے ہیں :

اے سنائی وے خوف سخن — در ثنائے گزید میر حسن
آنکہ عین نطفہ گزیر — شاہ اسلام و شرع و خسرو دیں
بوعی ... دمشام ... — آید از گیسوانش بوئے علی
در سیادت ... سیداوست — در رسالت رسول سیداوست
ہیبتش در سیادت از سلطاں — حبش در زیادت از سبحاں
چوں علی در نیابت نبوی — کوثر وامی ... دعوی
نامہ دوست جائے دل اوست — دوست را چیست بہ ز نامہ دوست
قرة العین مصطفیٰ او بود — سید القوم انبیا او بود
آنچناں دُر دراں صدف او بود — اصفیا را حق نامی او بود
حاروباں ... ورہشا را — جد او ... خدیجہ اکبر ...
... صدق ... — مہتر ... ر ...
بردہ مانند ب محلول نسیم — پاک ... خلق کریم
نماندہ بود از ... — دیدہ ... حبیب مولا
... ہمسر ... — نقد تریاک ... کرم
بال باید ز مردم بے باک — عود ناید ز دود چوب ...
... در چشم او ... — زہر در کام او زلال بود
وانکہ زاں واسطہ چشیدن زہر — واں ز دشمن بسے کشیدن قہر

بجهانید جنانش از ره حلق — ... نات خلق
روز باطل چو حق شود پنهان — ... ... سدان
چون جوان خیر را اسیر کند — ... چوب ریر کند
گر نه این بد بروی او آمد — ... ... او آمد
بود از آن درد مروی همه روز — ... چو ... شهر فروز
خوار شد چون خرد ز بهر پناه — ... از ... کرمش جاه
حافظ شرع پنج حرف اندر شرع — راسخ اصل بود و ثابت فرع
چون بهار است بر وضیع و شریف — ... و خوبروی پاک و لطیف
فلک ... دواج — ... تخت ... پروین تاج
مسند قدرش بر از افلاک — مشرب و منهلش ز عالم پاک
مشرب ... و منهل جگرش — باشد از حوض جدش و پدرش
مانده آباد از سخای کفش — خاندان نبوت از شرفش
کرده خصمان براو جهان فراخ — تنگ همچون درون گهه ...
تا ... وم بار کرد عزم درست — ... ز بهر هم چو بار نخست
راست کرد و بداد آن ناپاک — که جهان باد از خبث آن پاک
صد و هفتاد اند پاره جگر — بدر انداخت زان لب چو شکر
جان بداد اندران غم و حسرت — باد بر جان خصم او لعنت

تمام شد

خلق و مروت

حضرت امام ... علیه السلام ...

سزا ہوا حضرت نے اسکی تادیب چاہی اس غلام نے کہا الکاظمین الغیظ حضرتؑ نے فرمایا میں نے اپنے غصہ کو فرو کیا غلام نے پھر کہا والعافین عن النّاس حضرتؑ نے فرمایا میں تیرے گناہوں سے درگذرا اس غلام نے عرض کی واللہ یحب المحسنین حضرتؑ نے فرمایا میں نے تجھے آزاد کیا اور پہلے سے رقم مشاہرہ میں دونا مشاہرہ بڑھا دیا۔

(۲) ایک روز امام حسن علیہ السلام کا گذر گروہ فقرا میں ہوا وہ لوگ کچھ نان خشک کے ٹکڑے زمین میں رکھے ہوئے کھا رہے تھے حضرت کو دیکھا تو آپ سے اپنی دعوت قبول فرمانے کے لئے استدعا کی حضرت فوراً گھوڑے سے اُترے اور فرمایا خدا متکبر لوگوں کو دوست نہیں رکھتا اتنا کہکر ان کے سامنے زمین پر بیٹھ گئے اور ان کے ہمراہ ان کا ماحضر تناول فرمایا آپ کی برکت سے انکے کھانے میں مطلق کمی نہوئی پھر اپنے ہمراہ حضرت ان فقرا کو اپنے دولتسرا میں لائے اور بہت سے طعام ہائے لذیذ ان کو کھلائے اور خلعت فاخرہ دے کر ان کو رخصت فرمایا۔ جلاء العیون صفحہ ۲۵۰۔

(۳) امام یافعی مراۃ الجنان میں لکھتے ہیں۔ ذکر جماعۃ من العلماء فی تصانیفھم انہ مر بصبیان معھم کسر خبز فاستضافوہ فنزل علی فرسہ فاکل معھم ثم حملھم الی منزلہ وکساھم وقال لبد لھم لانھم لو یجدوا غیر ما اطعمونی ونحن نجد اکثر منہ۔

علما کی ایک جماعت نے اپنی تصانیف میں اسکا ذکر کیا ہے کہ جناب امام حسن علیہ السلام ایک دفعہ چند لڑکوں کے پاس سے ہوکر نکلے اُن کے پاس روٹیوں کے ٹکڑے تھے لڑکوں نے آپ کی ضیافت کی آپ گھوڑے پر سے نیچے اُتر پڑے اور ان کے ساتھ کھانا کھانے کو بیٹھ گئے پھر ان کو اپنے گھر لے گئے اور ان کو نئے کپڑے پہنائے اور ان کے لئے صلہ عطا فرمانے کے لئے حکم دیا اور فرمایا کیونکہ ان کے پاس سوائے اس کے جو انہوں نے مجھے کھلایا ہے اور کچھ نہیں تھا اور ہمارے پاس تو اس سے زیادہ ہے۔

امام حسن علیہ السلام کے محاسن اخلاق اور رفق مدارا کے یہ واقعات تو وہ ہیں جو انسانی

طبقات کے ساتھ مشہور و معروف ہیں اب ہم آپ کے محاسن اخلاق و ترحم کا ایک واقعہ اور لکھتے ہیں کہ انسانی طبقہ پر منحصر نہیں مخلوق خدا کے عام طبقہ کے ساتھ آپ کے اخلاق و اشفاق یکساں ہوتے تھے:

ایک روز جناب امام حسن علیہ السلام بیٹھے کھانا نوش فرما رہے تھے اور ایک کتا سامنے کھڑا تھا حضرت خود ایک لقمہ کھاتے تھے اور دوسرا لقمہ اس کے آگے ڈال دیتے تھے حاضرین میں سے ایک صاحب نے عرض کی یا ابن رسول اللہ مجھے اجازت دیجئے کہ میں اسکو نکال دوں حضرت نے ارشاد فرمایا رہنے دو مجھے خدا سے شرم آتی ہے کہ کوئی جاندار میرے کھانے کی طرف دیکھے اور میں اسے کھانا نہ دوں اور ہنکا دوں:

اب ان واقعات سے بڑھکر اور کون حالات ہونگے جو محاسن اخلاق اور رفق و مدارا کے ثبوت میں لکھے جائیں گے امام حسن علیہ السلام کی مقدس سیرۃ کے متعلق ابھی ہمارے پاس کافی سرمایہ ہے مگر ہم حسب وعدہ اپنے ناظرین کو اپنے بیان کی طوالت کے ہاتھوں زیادہ زحمت دینا گوارا نہیں کرتے کیونکہ ہماری تالیف کا موجودہ حصہ جس میں ہم نے اخلاقی باتوں کے لکھنے کا وعدہ کیا ہے وہ ایک مانا ہوا مسئلہ ہے کہ وہ کسی طرح ہمارے بیان کا محتاج نہیں ہے اسلئے ہم آپ کے اخلاقی واقعات سے قطع نظر کر کے آپ کے روحانی تقدس اور تقویٰ و عبادت کے حالات کا ذکر آغاز کرتے ہیں جو جناب امام حسن علیہ السلام کی ذات معدن البرکات کے ساتھ خداوند عالم کی طرف سے مخصوص ودیعت فرمائے گئے تھے:

خوفِ خدا

ملا محمد باقر مجلسی علیہ الرحمہ جلاء العیون میں تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت امام حسن علیہ السلام اپنے زمانے میں عابدترین و زاہدترین و فاضل ترین مردم تھے اور جب حج کو تشریف

لے جاتے تھے تو پا پیادہ جاتے تھے اور جب موت و قیامت اور صراط کو یاد فرماتے تھے تو رونے لگتے تھے اور جب عرض اعمال بارگاہ حق تعالےٰ کا دل میں خیال آتا تھا تو ایک نعرہ مار کر بیہوش ہو جاتے تھے اور جب نماز کو کھڑے ہوتے تھے تو تمام بدن خوف خدا کی وجہ سے کانپنے لگتے تھے اور جب بہشت و دوزخ کو یاد کرتے تھے تو مثل مار گزیدہ کے لرزاں رہتے تھے کہ جس طرح کسی کو سانپ یا بچھو نے کاٹ کھایا ہو اور خدا سے سوال بہشت کرتے تھے اور آتش جہنم سے پناہ مانگتے تھے اور جب قرآن میں یا ایہا الذین آمنوا پڑھتے تھے تو لبیک اللھم لبیک فرماتے تھے اور کسی حال میں کسی نے امام حسن علیہ السلام کو نہیں دیکھا مگر یاد خدا میں

علامہ ابن حجر صواعق محرقہ میں آپ کے اوصاف میں لکھتے ہیں وکان الحسن علیہ السلام سیدا حلیما کریما زاھدا ذا سکینة ووقار وذا حشمة وجوادا اخرج ابونعیم فی الحلیة انه قال الحسن علیه السلام انی لاستحیی من ربی ان القاه ولم امش الی بیته فحج عشرین مرة ماشیا واخرج الحاکم عن ابن عمر قال لقد حج الحسن علیه السلام خمسة وعشرین حجة ماشیا

جناب امام حسن علیہ السلام بہت بڑے صاحب حلم، صاحب کرم اور صاحب زہد تھے اور بہت بڑے صاحب یقین و وقار اور اہل حشمت و اقتدار۔ حلیة الاولیا میں حافظ ابو نعیم لکھتے ہیں کہ جناب امام حسن المجتبیٰ علیہ السلام فرماتے تھے کہ مجھے شرم آتی ہے کہ میں خدا کے گھر جاؤں اور ننگے پاؤں نہ ہوں۔ امام حسن علیہ السلام نے بیس حج پیادہ پا فرمائے امام حاکم مستدرک میں تحریر فرماتے ہیں کہ ابن عمر سے مروی ہے کہ امام حسن علیہ السلام نے پچیس حج پا پیادہ ادا فرمائے۔

آخر والی روایت باسناد فریقین زیادہ تر صحیح ہے اور متفق علیہ۔ علامہ ابن اثیر حجوں کی خاص کوئی تعداد نہیں لکھتے انکی عبارت یہ ہے قیل ان الحسن ابن علی علیهما السلام حج عدة حجات ماشیا وکان یقول انی لاستحیی من ربی ان القاه ولم امش الی بیته جناب امام حسن المجتبیٰ علیہ السلام نے بہت سے پا پیادہ حج ادا فرمائے اور فرمایا کرتے تھے کہ مجھے حیا آتی ہے کہ میں اپنے رب سے ملوں اور اسکی طرف پیادہ پا نہ جاؤں۔

اکثر لوگوں نے آپ سے اتنی زحمت نہ اُٹھانے کے لئے کوشش کی مگر حضرت نے اس عادت حسنہ کی ترک سے قطعی انکار کیا، چنانچہ ملّا مجلسی علیہ الرحمہ نے ترجمہ جلاء العیون میں ذیل کا واقعہ تحریر فرمایا ہے :

سعد ابن ابی وقاص نے ایک مرتبہ آپکو سفر مکہ میں پیادہ پا چلتے ہوئے دیکھکر عرض کی کہ یا ابن رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ کا اس سفر دور و دراز میں پیادہ پا چلنا اور تمام لوگوں کو بے ادبی کے خیال سے نہایت ناگوار گذرتا ہے اس لئے بہتر ہے کہ آپ بھی سوار ہوں اس لیے جناب امام حسن علیہ السلام نے اُنکے جواب میں ارشاد فرمایا کہ ہم اس امر میں مجبور ہیں اس وجہ سے کہ ہم نے حج بیت اللہ میں پیادہ روی کے مخصوص طریقے کو اپنے ذمہ نذر کر لیا ہے اسلئے اسکی [illegible] کاری بھی ہمارے لئے حج کے برابر فرض ہے۔ جلاء العیون صفحہ ۲۴۳ :

استغراق عبادت اور [illegible] کاری فرائض کے مقابلے میں آپکی ذات مجمع الحسنات کو دنیاوی تعلقات سے کوئی [illegible] نہیں رہتا تھا اور حوادثات زمانہ کے متعلق آپ کے دل پر کوئی اثر نہیں ہوتا تھا چنانچہ آپکی دختر [illegible] میں سے ایک دختر نے قضا فرمائی جس سے آپ زیادہ مانوس تھے اسکی تعزیت میں آپکے احباب میں سے کسی احباب نے نہایت پر اثر الفاظ لکھے آپ نے جو [illegible] سے جواب میں تحریر [illegible]

تمہارا خط تعزیت [illegible] مجھے [illegible] تم نے مجھے تسلی دی ہے پس مصیبت و ختر کے اجر کو میں خدا سے مانگتا ہوں [illegible] تسلیم کر لیا ہے اور اسکی بلا پر صابر ہوں بدرستیکہ مجھے زمانے کے [illegible] نے مشغول کیا ہے مصیبت ہائے زماں اور ان دوستوں کی مفارقت میں [illegible] الفت و محبت رکھتا تھا اور وہ برادر جنکو میں اپنا دوست جانتا تھا اور ان کے دیکھنے سے خوش ہوتا تھا اور میری آنکھیں اُنکے دیکھنے سے روشن ہوتی تھیں انکی بدولت [illegible] مبتلا ہوا ہوں پس مصائب نے ناگاہ ان کو کھینچ لیا اور پورے ان کو اٹھا کر لشکرہائے مردگان میں لے گئے اور یہ آپس میں باہمدیگر مجاور ہیں بغیر اسکے کہ آپس

میں کوئی آشنا ہوں یا ایک دوسرے کی ملاقات کریں یا ایک دوسرے سے بہرہ مند ہوں اور ایک دوسرے کی زیارت کو جاویں با وجودیکہ گھر انکے ایک دوسرے سے بہت قریب ہیں انکے خانہائے بدن انکے صاحبوں سے خالی ہیں ان کے دوستوں اور یاروں نے انسے دوری اختیار فرمائی ہیں مثل انکے گھروں کے اور کسی کا گھر نہیں دیکھا ہے اور مثل ان کی قرارگاہونکے دوسرا مکان کسی نے نہیں معائنہ کیا ہے انکے گھروں میں وحشت انگیز ساکن ہوئے ہیں اُنہوں نے اپنے خانہائے مالوف سے دُوری اختیار کی ہے انکے دوستوں نے بغیر دشمنی کے انسے مفارقت کی ہے اور انکو بوسیدہ اور کہنہ ہونے کے لئے گڑھوں میں ڈال دیا ہے اور وہ میری لڑکی ایک کنیز مملوک تھی اور وہ بھی اُسی راہ میں گئی جس راہ میں گزشتگاں پہلے اُس سے جا چکے ہیں اور آئندہ جانے والے ہیں۔ والسلام ترجمہ جلاء العیون صفحہ ۲۵۲

ترک تعلق اور تمام روحانی تعلیمات کے سبق لینے والوں کے لئے جناب امام حسن علیہ السلام کا صرف یہ خط ایک دفتر کے برابر ہے اور وہ اس مختصر لیکن پُرمعنی تحریر سے بے ثباتی دُنیا اور اجل موعودہ کے حکم کی نسبت عبرت کے کافی اثر محسوس کر سکتے ہیں اب اس مضمون کی تحریر کے بعد ہم جناب امام حسن علیہ السلام کی علمی لیاقتوں کے چند واقعات اپنے سلسلۂ بیان میں مندرج کرتے ہیں۔

لیاقت علمی

(۱) ایک دن معاویہ کی مجلس میں عمرو عاص نے امتحاناً جناب امام حسن علیہ السلام سے پوچھا کہ کرم و تجد و مروت کیا چیز ہے۔ اُمید ہے کہ آپ ان میں سے ہر ایک کو جدا جُدا بیان فرمائیں آپ نے جواب دیا کرم نیکی کرنے کے معنوں میں مستعمل ہوتا ہے لیکن اصل کرم وہ ہے جو قبل از سوال اور خالی از خیال عوض ہو تجد کے معنی رفعت کے ہیں لیکن اصل تجد وہ ہے کہ دشمنوں کو اپنے مکارم سے دفع کرتا رہے۔ اور مقام مکروہات میں صبر کرتا رہے۔ اب رہی مروت۔ مروت کے

معنی آدمیت کے ہیں اور آدمیت کی اصل مراد یہ ہے کہ آدمی اپنے دین کو نگاہ رکھے اور اپنے نفس کی کثافت و آلودگی سے حفاظت کرے اور باداے حقوق خدا و خلق قیام کرے جسے دیکھے پہلے خود سلام کرے۔ پس معاویہ نے عمرو عاص کو ملامت و نفرین کی اور کہا تونے اہل شام کو فاسد کر دیا اور فضایل جناب امام حسن علیہ السلام پر مطلع کر دیا: عمرو عاص نے کہا ان باتوں کو چھوڑ دے اہل شام ہم کو دین کے لئے دوست نہیں رکھتے بلکہ دنیا کیواسطے دوست رکھتے ہیں شمشیر و مال ہمارے ہاتھ میں ہے اس لئے سخنان امام حسن علیہ السلام مفید نہیں ہوں گے: جلاء العیون صفحہ ۲۶۶:

(۲) ایک روز جناب امیرالمومنین علیہ السلام کوفہ کے محلہ رحبہ میں بیٹھے ہوئے تھے ایک شخص آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر کہنے لگا کہ میں آپ کی رعیت سے ہوں اور آپ کے اہل شہر سے ہوں آپ نے فرمایا تو جھوٹ کہتا ہے تو نہ میری رعیت سے ہے نہ میرے اہل شہر سے لیکن حقیقت یہ ہے کہ تجھکو قیصر روم نے معاویہ کے پاس چند مسائل دریافت کرنے کے لئے بھیجا ہے چونکہ معاویہ ان مسائل کا جواب نہیں جانتا اسلئے اُس نے تجھکو پوشیدہ میرے پاس بھیجدیا ہے کہ تو مجھ سے اپنے سوالوں کا جواب پوچھ لے اُس شخص نے کہا ہے تو ایسا ہی معاویہ نے پوشیدہ مجھے بھیجا ہے کہ کوئی شخص اس راز پر بجز خدا کے مطلع نہیں ہے اتنا سنکر جناب امیرالمومنین علیہ السلام نے فرمایا میرے ان دونوں فرزندوں میں سے (حضرات حسنین علیہم السلام حاضر تھے) جس سے تو چاہے سوال کر اُسنے امام حسن علیہ السلام کو دیکھا آپ نے فرمایا تو مجھ سے پوچھنے آیا ہے کہ حق و باطل میں کیا فرق ہے اور زمین و آسمان میں کتنی مسافت ہے اور مغرب و مشرق میں کتنی دوری ہے اور قوس و قزح کیا چیز ہے اور مخنث کسے کہتے ہیں اور وہ دس چیزیں کونسی ہیں جو ایک دوسرے سے زیادہ سخت ہیں: سائل نے کہا ہاں میں انہیں چیزوں کے دریافت کرنے کو آیا ہوں پس جناب امام حسن علیہ السلام نے فرمایا حق و باطل میں چار اُنگل کا فرق ہے جو آنکھ سے دیکھو وہ حق ہے اور جو کان سے سُنو وہ ناحق: اور آسمان و زمین میں بقدر نفرین

مظلوم اور بمقدار حد نگاہ فاصلہ ہے اور مشرق و مغرب میں بقدر مسافت یک روزہ آفتاب ہے اور قوز ح نام شیطان کا ہے اور یہ قوس بنام شیطان نہیں ہے بلکہ قوس خدا ہے اور علامت فراوانی روزی ہے اور اہل زمین کے لئے غرق ہونے سے امان ہے اور مخنث وہ ہے کہ معلوم نہو کہ وہ مرد ہے یا عورت اور دونو مقام اُسکے ہوں پس تا بلوغ انتظار کریں اگر محتلم ہو مرد ہے اور اگر حائض ہو اور پستان اُبھر آئیں عورت ہے اور اگر اس سے بھی ظاہر نہ ہو تو دیکھیں کہ پیشاب کرتے وقت اسکی دھار سیدھی ہو تو مرد ہے اور اگر برگشتہ بول پشت بہے تو عورت ہے اسکے بعد وہ دس چیزیں جو ایک دوسرے سے زیادہ سخت ہیں یہ ہیں کہ خدا نے سخت پیدا کیا اور لوہے کو اس سے زیادہ سخت پیدا کیا کہ لوہا پتھر کو توڑ دیتا ہے اور آگ لوہے سے زیادہ سخت ہے کہ اُسے گھلا دیتی ہے اور پانی آگ سے زیادہ سخت ہے کہ اسے بجھا دیتا ہے اور ابر پانی سے زیادہ سخت ہے کہ حکم اُسکا پانی پر جاری ہے اور ہوا ابر سے زیادہ سخت ہے کہ ہوا اسکو حرکت دیتی ہے اور ہوا سے سخت وہ فرشتہ ہے کہ ہوا جسکے حکم میں مقرر کیلئے ہے اور اُس فرشتہ سے سخت ملک الموت ہے جو اسکی روح کو قبض کرے گا اور ملک الموت سے زیادہ سخت موت ہے کہ خود ملک الموت بھی اُسے مرے گا اور موت سے زیادہ سخت خدا کا حکم ہے کہ اُسی کے حکم سے وارد ہوتی ہے اور دفع بھی ہو جاتی ہے :: وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ترجمہ جلاء العیون صفحہ ۲۶۰ و حیات القلوب جلد دوم۔

(۲۲) امام حسن علیہ السلام بخیال ادب کبھی جناب امیر المومنین علیہ السلام کے مقابلے میں باتیں نہیں کرتے تھے بعض اہل کوفہ نے جناب امیر المومنین علیہ السلام سے کہا کہ حضرت امام حسن علیہ السلام کلام کرنے سے قاصر ہیں پس جناب امیر علیہ السلام نے امام حسن علیہ السلام کو طلب فرمایا اور ارشاد کیا کہ تمہاری نسبت لوگ ایسا خیال کرتے ہیں تم منبر پر جاؤ اور اپنے فضل و کمال کو ان پر ظاہر کرو امام حسن علیہ السلام نے عرض کی کہ آپ کے سامنے مجھے یارائے کلام نہیں ہے جناب امیر علیہ السلام نے فرمایا اے فرزند میں تمہارے سامنے سے ہٹا جاتا ہوں پس جناب امیر

المومنین علیہ السلام نے لوگوں کو جمع فرمایا جناب امام حسن علیہ السلام منبر پر تشریف لے گئے اور یہ خطبہ پڑھا کہ ایہا الناس اپنے پروردگار کا کلام سمجھو حق تعالےٰ فرماتا ہے: اِنَّ اللّٰہَ اصْطَفٰۤی اٰدَمَ وَ نُوْحًا وَّ اٰلَ اِبْرٰهِیْمَ وَ اٰلَ عِمْرٰنَ عَلَى الْعٰلَمِیْنَ ذُرِّیَّةًۢ بَعْضُهَا مِنْۢ بَعْضٍ وَ اللّٰهُ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ واضح ہو کہ ہم ذرّیت برگزیدۂ آدمؑ و سلالۂ نوحؑ و برگزیدہ آل ابراہیمؑ و فرزند پسندیدہ اسمٰعیلؑ و آل محمد صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم ہیں ہماری مثال تم میں آسمان کی طرح ہے کہ ہماری وجہ سے فیض و رحمت تم پر برستی ہے اور ہم بمنزلۂ خورشید انور ہیں کہ جہان کو اپنے نور سے روشن کیا ہے اور ہم شجرۂ زیتونہ ہیں کہ خدائے سبحانہ تعالےٰ نے قرآن میں اسکی نسبت مثل دی ہے اور برکت یاد کیا ہے کہ نہ مشرق میں ہے نہ مغرب میں پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اسکی جڑ ہیں اور علیؑ مرتضےٰ علیہ السلام اسکی شاخ ہیں اور ہم بخدا اسی درخت کے میوے ہیں جو کوئی اس کی شاخوں میں سے کسی شاخ کو اختیار کرے وہ ناجی ہے اور جو اس درخت سے دوری اختیار کرے وہ ناری ہے:

امام حسن علیہ السلام نے خطبہ کو یہاں تک پہنچایا تھا کہ جناب امیر المومنین اقصائے مسجد سے اٹھ کھڑے ہوئے اور روئے مبارک کھینچتے ہوئے تشریف لائے یہاں تک کہ منبر پر جا کر درمیان دو دیدہ امام حسن علیہ السلام پر بوسہ دیا اور فرمایا ابن رسول اللہ صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم تم نے اپنی حجت قوم پر خوب تمام کی اور اپنی اطاعت ان پر واجب کی پس وائے ہو اسپر جو اب بھی تمہاری مخالفت کرے: جلاء العیون صفحہ ۲۵۷

(۴) ایک مرتبہ معاویہ نے اپنی صحبت میں امام حسن علیہ السلام کی لیاقت و جامعیت کا امتحان لینا چاہا اور آپ سے درخواست کی کہ آپ ممبر پر جا کر خطبہ پڑھیں کہ لوگوں پر آپ کا نقص ظاہر ہو جاوے امام حسن علیہ السلام منبر پر تشریف لے گئے اور بعد حمد و ثنائے الٰہی فرمایا جو مجھے پہچانتا ہو پہچان لے اور جو نہ پہچانتا ہو وہ پہچان لے کہ میں حسنؑ ابن علیؑ ابن ابیطالب علیہما السلام ہوں اور میں فرزند فاطمۂ زہرا سلام اللہ علیہا ہوں جو دختر جناب سید المرسلینؐ

اور بفعہ حضرت ختم المرسلینؐ ہیں میں صاحب فضائل اور معجزات و دلائل ہوں میں فرزند امیر المومنین علیہ السلام ہوں کہ مجھے میرے حق سے محروم رکھا ہے ہم اور ہمارے بھائی حضرت امام حسین علیہ السلام سید جوانان اہل بہشت سے ہیں؛ میں صاحب رکن و مقام و مکہ و منیٰ ومشعر عرفات ہوں؛

جب معاویہ نے یہاں تک حضرت کا خطبہ سُنا وہ ڈرا کہ لوگ کہیں حضرت کی طرف مایل نہ ہوجائیں تو عرض کی یا ابو محمدؑ اب آپ رطب کی تعریف فرمائیں اس کلام سے کیا کام ہے آپ نے ارشاد فرمایا کہ ہوا رطب کو بڑھاتی ہے اور گرمی پکاتی ہے اور سردی اس کو لطیف و پاکیزہ کرتی ہے؛

اتنا فرماکر حضرت نے پھر اپنے مطلب کی طرف رجوع فرمایا اور کہا کہ میں فرزند پیشوائے خلق ہوں اور جگر بند جناب فخر الانبیا محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ہوں اتنا سُنکر معاویہ اور خائف ہوا کہ اس کلام کے بعد حضرت ایسا موعظہ نہ فرمائیں کہ لوگ مجھ سے منحرف ہوجائیں یہ خیال کرکے کہا کہ آپ نے جو کچھ فرمایا وہ کافی ہے آپ منبر سے نیچے تشریف لائیے پس آپ منبر سے نیچے تشریف لائے؛ جلاالعیون صفحہ ۲۵۰

اسی مضمون کی نسبت آپ کی حاضر جوابی ذکاوت اور انجلائے طبعی کے چند واقعات اور ذیل میں درج کرتے ہیں؛

(۵) معاویہ نے ایک دن آپ کے جود و کرم کی شہرت سنکر لکھ بھیجا کہ لاخیر فی اسراف قلم بلاغت رقم سے جو نکتہ اس کے جواب میں لکھا گیا جس نے معترض کے حواس اُلٹ دیئے وہ یہ تھا لا اسراف فی خیر

(۶) اسیطرح ایک اور واقعہ امام یافعی نے مرأۃ الجنان میں درج فرمایا ہے؛ ما روی انہ بلغہ ان اباذر رضی اللہ عنہ یقول الفقر احب الیّ من الغنا والسقم احب الیّ من الصحۃ فقال رحم اللہ اباذر اما انا اقول من الکل علی حسن اختیار اللہ تعالیٰ لہ لم یحب ما اختار اللہ

روایت ہے کہ جناب امام حسن علیہ السلام کو خبر لگی کہ ابو ذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میرے نزدیک تونگری سے فقیری بہتر ہے اور صحت سے بیماری اچھی ہے۔ آپ نے فرمایا ابو ذر پر خدا رحم کرے میں یہ کہتا ہوں کہ جس نے خدا کے اختیار پر توکل کیا وہ کیوں خدا کے اختیار کے سوا اور کچھ اختیار کرے۔

(۷) زمانہ کے بعض کوتہ اندیشوں نے آپ سے آپ کی صلح کی نسبت اعتراض پیش کئے آپ نے فوراً اسکے جواب میں ارشاد فرمایا وہ شخص عیب نہیں لگایا جا سکتا جو اپنا حق کسی اور کو دیدے بلکہ اُس شخص پر عیب رکھا جاتا ہے جو دوسروں کا حق لے لیتا ہے ہر امر حق نفع پہنچانے والا ہے اور ہر امر باطل اپنے اہل کو ضرر پہنچانے والا ہے۔ جلاء العیون صفحہ ۲۰۵

(۸) اسی طرح ایک دوسرے شخص نے معاملات صلح کی نسبت آپ سے پوچھا تو امام حسن علیہ السلام نے فوراً اُس کے جواب میں ارشاد فرمایا کہ اگر میں معاویہ سے جنگ کروں تو یہی لوگ رمنافقین ہمراہی مجھے اپنے ہاتھ سے پکڑ کے معاویہ کو دے دیں خدا کی قسم میرے لئے معاویہ سے صلح کرنا اور محفوظ رہنا کہیں بہتر ہے کہ اُس کے ہاتھ میں آجاؤں اور وہ مجھے بخواری قتل کرے یا مجھ پر احسان کرکے چھوڑ دے اور تا روز قیامت بنی ہاشم کے قبیلہ میں یہ عار باقی رہجاوے اور ہمیشہ فرزندان معاویہ ہمارے فرزندوں اور ہمارے مُردوں اور زندوں پر احسان رکھیں۔ جلاء العیون صفحہ ۲۰۶

ہم نے نہایت اختصار کے ساتھ آپ کے ذاتی اور صفاتی محاسن کی نسبت چند واقعات صرف اپنے سلسلۂ بیان قائم رکھنے کے لئے لکھدیئے اور تاہم ہمارے پاس اسکے متعلق کافی سرمایہ موجود ہے مگر جیسا اوپر لکھ آئے ہیں کہ الحمد للہ ہمارے آئمہ معصومین اور اہلبیت طاہرین سلام اللہ علیہم اجمعین کے محاسن اخلاق اور تمامی فضائل و شمائل ایسے مشہور معتبر اور متواتر ہیں جو میری کسی توضیح و تصریح کے ہرگز محتاج نہیں ہو سکتے اسلئے ہم اُن تمام واقعات کو طوالت کے خوف سے قلم انداز کرتے ہیں اور اپنی تالیف کے تمامی مضامین کو

خواجہ محمد پارسا کے اُن اشعار پر ختم کرتے ہیں جنکو صاحب روضۃ الصفا نے آپ کے حالات کے خاتمہ پر اپنی کتاب میں درج فرمایا ہے۔ وھو ہذا:

اگر عمرے بیارایم سخن را	نشاید نعت من نعت حسین را
سخن گیرم کہ مر دُرِّ عدن نیست	سزائے وصف اخلاق حسن نیست
سخن گر بگذرد از چرخ اخضر	ہنوز از قدر او باشد فروتر
سخن را گر بہ علیین رسانم	رسانیدن بقدرش کے توانم
کمالش گرچہ نزد ماست ظاہر	زبان ما بوصف اوست قاصر
دو گیتی را وجودش زیب زین است	نظیر او اگر جوئی حسین است

تمت بالخیر والعافیہ

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علےٰ رسولہ وآلہٖ اجمعین کہ کتاب دوم از سیرۃ اہلبیتؑ کرام مشتمل بر احوال خیر و برکت اشتمال جناب سبط اکبر جگر گوشہ حیدر صفدر امام زمین و زمن حضرت ابو محمد الحسن علیہ السلام است از تاریخ بست و ہشتم ماہ محرم الحرام روز شنبہ ۱۳۲۲ھ ہجری بنقلش پرداختم و امروز بتاریخ سوم ماہ ربیع الاولیٰ روز شنبہ سنہ الیہ مرتب ساختم

المولف

اولاد حیدر

مختصر فہرست کتب مطبوعہ مطبع یوسفی دہلی

سراج غم فی مجلس ماتم جلد اول

بیان مصائب و اظہار نوائب واقعہ کربلا میں یہ ایک نہایت جگرخراش جانکاہ اور مستند روایات کا کامل ذخیرہ ہے جس میں جناب رسولخدا صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کی وفات حسرت آیات سے لے کر جناب امام حسین علیہ السلام کی شہادت تک پنجتن پاک علیہم السلام کے مصائب درج ہیں جن کا ایک ایک لفظ قلوب مومنین میں غم سید الشہدا علیہ السلام کو ہردم تازہ کرتا ہے؛ قیمت صرف (عہ) ، جلد سوم قیمت ۱۴ ار علاوہ محصولڈاک

آیات جلی فی شان مولانا علیؑ

فضایل و مناقب جناب امیر علیہ السلام میں جتنی کتب آج تک تصنیف و تالیف ہوئی ہیں) ان سب میں مندرجہ بالا کتاب کو اسلئے خاص شرف حاصل ہے کہ اس میں خاص کتاب خدا کی اُن چارسو آیات کی تشریح بیان کی گئی ہے جو خصوصًا مراتب جناب امیر علیہ السلام پر دلالت کرتی ہیں؛ قیمت صرف ۷ر علاوہ محصولڈاک

علوم القرآن

جناب مولانا و مقتدانا مولوی السید محمد ہارون صاحب قبلہ ممتاز الافاضل زاد مجدہٗ العالی کی وہ تازہ اور زرّیں تصنیف ہے جس میں کلام مجید سے اُنچاس علوم کی طویل مثالیں دے کر بتلایا ہے کہ اس کتاب محکم میں جملہ خشک و تر کے متعلق اشارات موجود ہیں؛ قیمت ۱۰ ار

مراثی نگار جلد اول

اس میں بے حد بیش بہا رقت خیز اور رزم بزم کے لحاظ سے اعلیٰ درجہ کے پندرہ مرثیے مندرج ہیں؛ ضخامت ۴۲۰ صفحہ کاغذ لکھائی چھپائی نہایت عمدہ قیمت عہ

اثناعشری دہلی کے جادو نگار اور پُر زور قلم کا نتیجہ ہے قیمت صرف ۱۲ر

لئالی مخزونہ معہ اسرار مکنونہ و فوائد مصئونہ یہ رسالہ عملیات نادرہ کا مجموعہ ہے اس میں ختم عملیات متعلق بہ وسعت رزق و دفع فقر و تنگی معاش و دفع دشمن و سحر و جادو و ادائے دین و شفائے بیماری و حفاظت جان و مال و بلیات ارضی و سماوی وغیرہ وغیرہ بالتصریح درج ہیں؛ قیمت ۵ر

ساغر محبوبی اس کتاب میں نظم و نثر کے مندرجہ ذیل بینظیر اور لاثانی ٹکڑے ہیں؛ ضخامت ۲۵۶ صفحہ؛ اعجاز نماز؛ نماز کی برکتیں؛ خدا کی محبت حیوانات کی عبادت؛ پابندی نماز کی ضرورت؛ انقلاب زمانہ کی تصویر؛ سلطان عبدالحمید کی معزولی کا واقعہ؛ پُرجوش ساقی نامے، ولادت رسولخدا صلعم؛ اُن حضرت کے معجزات کا حضرت نوح و ابراہیم و یعقوب و یوسف و ہود و صالح و داؤد و سلیمان و موسے و ادریس و یحیٰی و عیسٰی علیہم السلام کے معجزات سے مقابلہ آلف سے تے تک نعتیہ غزلیں۔ قصاید و مسدس مخمس مثنوی قطعات اور نعتیہ ترجیع بند وغیرہ کا دلچسپ گلدستہ تمام اوصاف بالا پر صرف عہ ر یعنی جواہرات کوڑیوں کے مول ہیں؛

توضیح عزا مصائب حضرت سیدالشہدا علیہ التحیۃ والثنا کے متعلق اُردو نثر میں اتنی جامع اور بسیط کتاب کا ملنا نہ صرف دشوار تر بلکہ قطعی ناممکن ہے اس میں ۹ مجلسیں ہیں ہر مجلس کا آغاز انبیا علیہم السلام کے مقدس واقعات زندگی سے شروع ہوا ہے اور خاتمہ مصائب خامس آل عبا پر ہوتا ہے اس زرین تصنیف میں یہ دکھایا گیا ہے کہ حضرت سیدالشہدا علیہ السلام کے مصائب تمام انبیا اور اولیا کی مصیبتوں سے سبقت لے گئے ہیں قیمت صرف (عہ ر) عاشقان حسینؑ ابن علیؑ اسے ضرور خریدینگے؛